صحابہ کرام اولیائے کرام صالحین اور شہدائے ناموسِ مصطفیٰ ﷺ کی

تعظیمِ مصطفیٰ ﷺ

پیر سید ارتضیٰ علی کرمانی

کرمانوالہ بک شاپ

دوکان نمبر ۲. دربار مارکیٹ لاہور

marfat.com

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ

صحابہ کرام اولیائے کرام صالحین اور شہدائے ناموس مصطفیٰ کی

تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

مؤلف

پیر سید ارتضیٰ علی کرمانی

کرمانوالہ بک شاپ

دوکان نمبر ۲۔
دربار مارکیٹ
لاہور

Voice: 042-7249515

marfat.com

بفیضانِ کرم

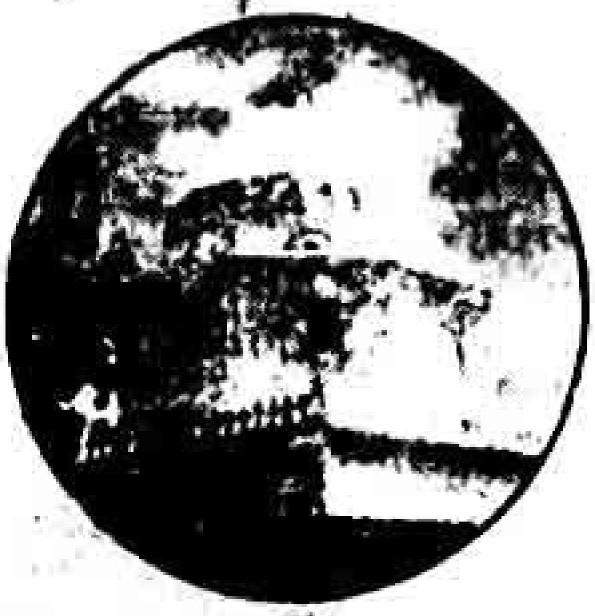

حضرت سیّد محمّد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف حضرت کرمانوالے آستانہ عالیہ حضرت کرمانوالہ شریف۔ اوکاڑہ

بفیضانِ نظر

پیر سیّد میر طیّب علی شاہ بخاری

سجادہ نشین حضرت کرمانوالہ شریف

جملہ حقوق محفوظ ہیں

قیمت ۹۰ روپے

زیرِ نگرانی

حاجی انعام اللہ طیبی نقشبندی برکاتی

زیرِ اہتمام

سمیع اللہ برکت

شائع اول

۲۲ فروری 2004ء یکم محرم الحرام ۱۴۲۵ھ

marfat.com

انتساب

عشّاق صادقین

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت پیر سیّد محمد اسمٰعیل شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

المعروف بابا جی سرکار کرمانوالہ شریف والے

marfat.com

شاہنشہِ ارض و سما

بلغ العلیٰ بکمالہ

وصفِ رخِ او والضحیٰ

کشف الدجیٰ بجمالہ

قرآں با خلاقش گواہ

حسنت جمیع خصالہ

صِدقاً یقیناً راسخاً

صلوا علیہ وآلہ

marfat.com

الحاج علامہ مولانا محمد مقصود احمد چشتی قادری

خطیب جامع مسجد داتا گنج بخش لاہور۔ پاکستان

محترم جناب سید ارتضیٰ علی کرمانی مدظلہ کی کتاب تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختلف مقامات سے مطالعہ کیا۔ اور اسکے مضامین کی فہرست کو مکمل طور پر پڑھا۔

واقعی یہ کتاب اپنے نام کے لحاظ سے مضمون کتاب پر جامع اور بسیط ہے۔

امت مسلمہ کے مسلمہ عقائد میں یہ عقیدہ شامل ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت عین ایمان اور آپ کا ادب، احترام اور تعظیم امت پر فرض ہے۔ یہ فرض بقیہ فرائض سے اس لحاظ سے انتہائی اہم ہے کہ اس میں ذراسی بھی کوتاہی سے تمام فرائض و اعمال صالحہ ضائع کردیئے جاتے ہیں اور ایسے شخص کو ثواب سے محروم کردیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کرمانوالہ بک شاپ سنٹر لاہور کی طباعتی محنت و کاوش کو قبول فرمائے۔ آمین۔

15/12/2003

marfat.com

فہرست مضامین

حسن ترتیب | صفحہ نمبر

حرف آغاز	21
فضائل نبوی ﷺ	33
انبیاء کے اجسام کو زمین نہیں کھا سکتی	34
روزانہ آنحضرت کو قبر میں امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں	35
انبیاء کرام اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں	35
روضہ اطہر پر روزانہ ستر ہزار فرشتے حاضری دیتے ہیں	35
آنحضرت قیامت کے روز تمام انبیاء کے سردار ہوں گے	36
بروز قیامت سب سے زیادہ تابعین آپ ﷺ کے ہوں گے	36
بروز قیامت سب سے پہلے آنحضرت ﷺ ہی سوار ہوں گے	36
لواء الحمد بھی آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں ہوگا	37
بروز قیامت آنحضرت ﷺ کئی امور میں ممتاز ہوں گے	37
بروز قیامت آنحضرت ﷺ ہی عرش کی داہنی طرف کھڑے ہوں گے	38
بروز قیامت آنحضرت ﷺ سب سے پہلے اپنی امت کے ساتھ پل صراط سے گزریں گے	38
بروز قیامت حوض کوثر پر سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کے امتی ہوں گے	38
بروز قیامت آنحضرت ﷺ ہی سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے	38
بروز قیامت کوثر صرف آنحضرت ﷺ کو عطا ہوگی	39
بروز قیامت آنحضرت ﷺ کو ہی مقام وسیلہ حاصل ہوگا	39
جنت میں آنحضرت ﷺ کو ایک ہزار محلات عطا ہوں گے	40

marfat.com

جنت میں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ کو داخلے کی اجازت ملے گی 40

آنحضرت ﷺ تمام اولین و آخرین سے زیادہ مکرم ہیں 40

جبرائیل نے براق سے آنحضرت ﷺ کی فضیلت بیان کی 40

بیت المقدس میں آنحضرت ﷺ نے انبیاء و ملائکہ کی امامت فرمائی 41

آنحضرت ﷺ تمام انبیاء و ملائکہ سے بڑھ کر بزرگ ہیں 41

آنحضرت ﷺ کے منکر دوزخ میں داخل نہیں ہوں گے 42

آنحضرت ﷺ کو سب سے محبوب رکھے بغیر کوئی مومن نہیں ہوسکتا 42

آنحضرت ﷺ کی اطاعت نہ کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا 43

آنحضرت ﷺ سے محبت کرنے والا ہی جنت میں ضرور داخل ہوگا 44

گستاخ رسول ﷺ کے قتل کا قصاص نہیں 44

مشرکوں کے رئیس مکہ عروہ بن مسعود کا بیان 45

آنحضرت ﷺ کی تعظیم بعد از وصال بھی فرض ہے 46

آنحضرت ﷺ کی دعا سے اندھا تندرست ہوگیا 47

آنحضرت ﷺ کے چچا کے وسیلہ سے بارش 49

آنحضرت ﷺ کے روضۂ اطہر کے وسیلہ سے بارش 49

تمام مخلوق سے پہلے آنحضرت ﷺ کا نور پیدا ہوا 50

حضرت آدم علیہ السلام پیدائش سے پہلے بھی نبی تھے 50

آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے الست بربکم کے جواب میں بلیٰ کہا 50

آنحضرت ﷺ کا خاندان سب سے اعلیٰ و افضل ہے 51

جبرائیل امین کا آنحضرت ﷺ کی افضلیت کا اظہار کرنا 51

حضرت آدم کی پیدائش بھی آنحضرت ﷺ کی وجہ سے ہوئی 52

marfat.com

حضرت آدم کی خطا آنحضرت ﷺ کے وسیلہ سے معاف ہوئی	52
آدم وحوا کا مہر درود شریف مقرر فرمایا	53
حضرت ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اہل جنت کے سردار ہوں گے۔	53
اہل بیت مصطفیٰ سے محبت کرنے کا حکم	53
آنحضرت ﷺ کے اہل بیت سے محبت باعث نجات	54
صحابہ کرام تمام لوگوں سے افضل ہیں	55
صحابہ کو ایذا دینا گویا آنحضرت ﷺ کو ایذا دینا ہے	55
صحابہ کی خیرات کے ثواب کی افضلیت	55
ابوبکر و عمر کی اقتداء کا حکم	55
صحابہ کی اقتداء سے نجات ملتی ہے	56
تعظیم مصطفیٰ ﷺ بزبان قرآن مجید	58
آنحضرت ﷺ کی تعظیم کا لازمی حکم	58
تعظیم مصطفیٰ ﷺ کرنیوالے ہی فلاح پائیں گے	58
اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ	59
نبی کریم ﷺ سے پیش دستی کی ممانعت	67
آنحضرت ﷺ کی مجلس میں ذومعنی الفاظ کی ممانعت	68
نبی کریم ﷺ کو نام لے کر پکارنے کی ممانعت	70
کلام اللہ شریف میں دیگر انبیاء کی طرح آنحضرت ﷺ کو نام لے کر مخاطب نہیں کیا	73
نعت گوئی در قرآن مجید	76
حضرت ابوایوب سختیانی کا عشق رسول مقبول ﷺ	81

marfat.com

آنحضرت کی شان میں بے ادبی کے نتائج 86

طلحہ گوز راسی بے ادبی کے باعث وعید شدید 86

آنحضرت ﷺ کے معمولی ملال کا باعث عذاب ہونا 91

آنحضرت ﷺ کی حکم عدولی کا عذاب 93

آنحضرت ﷺ کا نام بے ادبی سے لینے والے کا منہ ٹیڑھا ہو جانا 94

ایران کے شاہ کو گستاخی رسول ﷺ کی سزا 97

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام 99

گستاخ رسول ﷺ کی عبرت ناک موت 100

رسول اللہ کی اہانت کفر ہے 102

تعظیم مصطفیٰ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر میں 105

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم مصطفیٰ 108

آنحضرت ﷺ کو اپنے باپ سے افضل سمجھنا 111

منبر رسول کریم ﷺ کی تعظیم 112

ثانی اثنین 113

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ 118

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ 121

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ 126

تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں نماز عصر قضا ہو جانا 129

حضرت قباث اور عباس رضی اللہ عنہما کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ 131

صحابہ کرام کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ 133

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ 134

marfat.com

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	134
حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ	135
حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	137
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	138
حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	138
حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	139
حضرات عاصم زید اور خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	139
حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ	144
حضرت مالکؓ بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	144
حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	145
حضرت سعید بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	146
سیدہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا	147
حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	147
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	148
حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	149
حضرت عبداللہ بن البجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	149
حضرت ابو سعید خذری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	150
حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	151
امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	153
امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ	153
حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	154

marfat.com

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	155
آنحضرت ﷺ کی تعظیم زندگی میں اور بعد از وصال	156
سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	156
امام مالک کا خلیفہ ابو جعفر کو مسجد نبوی میں چلانے سے منع فرمانا	158
امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ	161
حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمال ادب	164
حضرت ابو عبیدہ بن جراح	169
حضرت جریر بن عبداللہ بجلی	170
حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سنان	171
اولیائے کرام کی تعظیم مصطفیٰ	173
حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ	173
حضرت عبداللہ مبارک رحمتہ اللہ علیہ	173
حضرت ابوایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ	175
حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ	176
مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ	178
شیخ عمر نسائی مواصلی رحمتہ اللہ علیہ	179
حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ	180
پیر سید جماعت علی لاثانی رحمتہ اللہ علیہ	182
میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ	183
سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ	183
حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ	185

marfat.com

امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ 187
پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ 191
حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ 196
حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ 198
سلطان صلاح الدین ایوبی رحمتہ اللہ علیہ 201
تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں شہادت پانے والے اور غازی 204
غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ علیہ 204
غازی مرید حسین شہید رحمتہ اللہ علیہ 208
غازی عبدالقیوم شہید رحمتہ اللہ علیہ 211
غازی عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ 213
غازی عبداللہ شہید رحمتہ اللہ علیہ 215
غازی خدا بخش الو جہار رحمتہ اللہ علیہ 217
غازی محمد صدیق شہید رحمتہ اللہ علیہ 218
غازی زاہد حسین رحمتہ اللہ علیہ 220

صبا در مصطفیٰ تے جا کے کویں درود سلام میرا

marfat.com

شعرائے کرام کا منظوم نذرانہ عقیدت

بحضور سرورِ کونین ﷺ

وہ دانائے سبل، ختم رُسل، مولائے کُل جس نے
غُبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر
وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

علامہ محمد اقبال

زمن بری بہ مدینہ صبا سلام علیک
چنانکہ می برد اہل وفا سلام علیک

رساں رساں بہ در روضۂ رسول کریم
بصد تضرع زما بے نوا سلام علیک

بروز عین توقع کہ از گنہگارم
نہ ردکنی بہ پذیری شہا سلام علیک

زخستہ عاجز و مسکین و ناتواں جامی
رساں بہ حضرت او اے خدا سلام علیک

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ

marfat.com

گلزار مدینہ کی تجھ کو قسم، موری اتنی عرج پہنچا دے صبا
کہ میں پہنچوں نبی جی کے زیر قدم، یہی آٹھ پہر ہے موری دعا

یہاں اپنے بیگانے کو دیکھ لیا، کہ ہے ان میں عادت جور و جفا
جہاں شاہ امم کے ہے رہنے کی جا، ایسے دیس میں پاتا ہوں بوئے وفا

یہی دھیان ہے آٹھ پہر ہر دم، وہیں جا کے مروں میں خدا کی قسم
نہیں مرنا مدینے کا جینے سے کم، کہ فنا میں بھی واں کے ہے لطف بقا

نہیں ہم کو جلائے گی نار سقر، ہوئی عمر گناہوں میں گرچہ بسر
محشر کا نہیں کچھ خوف و خطر، مرے حامی ہیں شافع روز جزا

تنم فرسودہ جاں پارہ، ز ہجراں یا رسول اللہ
دلم پردرد و آوارہ، زعصیاں یا رسول اللہ

چو سوئے من گزر آری، من مسکین ز ناداری
فدائے نقش نعلینت، کنم جاں یا رسول اللہ

زجام حب تو مستم، بہ زنجیر تو پابستم
نمی گویم کہ من گو ہستم، سخن داں یا رسول اللہ

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

marfat.com

شہنشاہِ ارض وسما

بلغ العلیٰ بکمالہ

وصف رخ او الضحیٰ

کشف الدجیٰ بجمالہ

قرآن باخلاقش گواہ

حسنت جمیع خصالہ

صدقاً یقیناً راسخا

صلو علیہ وآلہ

marfat.com

الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ

نسیما جانب بطحا گزرکن
ز احوالم محمد را خبر کن
توئی سلطان عالم یا محمد
ز روئے لطف سوئے من نظر کن
مشرف گرچہ شد جامی زلطفش
خدایا ایں کرم بار دگر کن

marfat.com

القاب کیسے کیسے خدا نے کئے عطا
حضرت رسولِ پاک کو قرآن میں جا بہ جا
یٰسیں کہیں پکارا تو طٰہٰ کہیں کہا
حٰمٓ و نون اور کہیں والشّمس والضحیٰ
کیا میرا علم و عقل، صفت آپکی کروں
تم سب پڑھو درود، میں نعتِ نبی کروں

marfat.com

آقا مدینے والے

کوئی ہم پایہ نہ ثانی تیرا، کونین میں ہے
تیرا سایہ بھی کہاں وسعت دارین میں ہے
عین ملتا ہے جو رب سے تو عرب بنتا ہے
جو حقیقت بھی ہے پوشیدہ اسی عین میں ہے
سر تیرے حکم پہ جھکتا ہے سوئے بیت حرم
سجدۂ دل ، رخ محبوب کے قوسین میں ہے
عرش کو بھی تیری پابوسی کا اعزاز ملا
سلسلہ فیض کا ایسا تیرے نعلین میں ہے
مجھ سے کیا پوچھیں گے چپ چاپ گزر جائیں گے
پاسداری تیری نسبت کی نکیرین میں ہے
عشق سرکار نے ہر غم سے کیا ہے آزاد
مفلسی میں بھی میری روح بڑے چین میں ہے
جس کی تابانیوں سے قطب ، جہاں ہے روشن
ہے وہی نور جو سبطین کریمین میں ہے

خواجہ غلام قطب الدین قطب

marfat.com

حرف آغاز

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبیست

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ،(مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ط وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعاً سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلاً مِّنَ اللّٰہِ وَرِضْوَانًاط سِیْمَا ھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِط ذَالِکَ مَثَلُھُمْ فِی التَّوْرَاۃِ وَمَثَلُھُمْ فِی الْاَ نْجِیْلِ

امابعد! اللہ کے رسول برحق ﷺ کی تعظیم و محبت ہی وہ منزل ہے جس کی طرف مسلمان سبقت کرتے ہیں اس پر مرمٹتے ہیں اور اس تک پہنچنے کی کوشش میں تا حال عمل پیرا ہیں اور کیوں نہ ہوں آپ ﷺ وہی تو ہیں جن کی تعریف اللہ کریم ،علیم و خبیر ان الفاظ میں فرماتا ہے۔

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم

''اور ہم نے آپ کو خلق عظیم بنا کر بھیجا ہے''

بلاشبہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس مومنین کے ساتھ بہت زیادہ نرمی کرنے والی اور رحم کرنے والی تھی ایک جگہ ارشاد ربانی ہے کہ

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

''اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول سے آگے نہ بڑھو''

اس آیت کریمہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنی ذات اقدس اور آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کو جدا جدا کر کے پیش نہیں کیا بلکہ یہ فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول سے سبقت مت کرو۔ یہاں مجھے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلویؒ کا ایک شعر یاد

marfat.com

آرہا ہے جس میں اس آیہ مبارکہ کی تفسیر کچھ یوں بیان کردی گئی ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
نہیں محبوب محب میں کوئی تیرا میرا

یعنی جو اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے وہی آنحضرت ﷺ کا بھی فرمان ہے۔ ایک اور جگہ آیت مبارکہ کچھ یوں ہے کہ

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے اونچا مت کرو''

اس آیت شریفہ میں ملاحظہ فرمائیے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد عالیشان ہے کہ ''صوت النبی''، یعنی نبی کریم ﷺ کی آواز۔ یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ اللہ اور اس کے رسولوں کی آوازوں سے اونچا مت بولو۔ چونکہ عام بندے تو اللہ تعالیٰ کی آواز کو سن نہیں سکتے لہٰذا مولا کریم عزوجل نے یہی کہا کہ اپنی آوازوں سے میرے پیارے نبی ﷺ کی آواز کو سب سے زیادہ تعظیم کا مقام دو۔ اور اس قدر تعظیم کرو کہ میرے رسول سے اونچی آواز میں گفتگو نہ کرو۔

اسی طرح ایک آیہ مبارکہ میں ارشاد ربانی ہے کہ

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا

''رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہراؤ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کو پکارتا ہے''

اس آیت مبارکہ کے مطابق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ حکم تھا کہ اگر کوئی صحابی نماز میں مشغول ہے اور نبی کریم ﷺ نے آواز دے دی تو اس کو چاہیے کہ وہ نماز چھوڑ کر آنحضرت ﷺ کی بات کو سنے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے کہ کوئی صحابی بھی آنحضرت ﷺ کے حکم کو عبادت کے درجہ سے کم خیال نہیں کرتے تھے۔ دوسری

marfat.com

بات یہ ہے کہ جو عبادت ہم کرتے ہیں اس کا حکم بھی تو ہمیں رسول اللہ ﷺ ہی نے دیا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کی قدر کرو اور آپ کی تعظیم کرو۔

روایت ہے کہ ان آیات مبارکہ کے نزول کے بعد سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا۔

''واللہ! اے اللہ کے رسول ﷺ میں اب ان آیات کے نازل ہونے کے بعد آپ کے ساتھ ایسے کلام کروں گا جیسے ایک سرگوشی کرنے والا کرتا ہے''۔

روایت ہے کہ اس آیت مبارکہ کے نزول کے بعد سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب بھی آپ ﷺ سے گفتگو کرتے تو ایسے کرتے جیسے کوئی کسی سے کان میں آہستہ بات کرتا ہے۔

سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

''جناب رسول اللہ سے زیادہ مجھے کوئی بھی محبوب نہ تھا اور نہ ہی میری نظر میں آپ سے زیادہ کوئی معزز و مکرم تھا۔ مگر اس کے باوجود آپ کی عزت و اکرام کے باعث میں نظر بھر کر آپ کو نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اگر مجھ سے آپ کا سراپا بیان کرنے کو کہا جائے تو یہ بھی میری وسعت میں نہیں کیونکہ میں نظر بھر کر کبھی آپ ﷺ کو دیکھ ہی نہیں سکا''۔

ترمذی نے سیدنا انس رضی اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ مہاجرین و انصار میں سے اپنے بعض صحابہ کے پاس تشریف لاتے تھے اور وہ بیٹھے ہوتے تھے۔ ان میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ

marfat.com

عنہا بھی موجود تھے سوائے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کوئی بھی حضور ﷺ کے چہرہ انور کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا تھا۔

وہ دونوں آپ کی طرف دیکھتے رہتے اور آپ ان دونوں کی طرف دیکھتے رہتے۔ وہ دونوں آپ کو دیکھ کر تبسم کرتے اور آپ بھی ان کو دیکھ کر مسکراتے۔ ہر مومن کے لئے واجب ہے کہ جب بھی آپ ﷺ کا ذکر کرے یا اس کے پاس آپ کا ذکر کیا جائے تو وہ جھک جائے عاجزی اختیار کرے باوقار رہے۔ کسی قسم کی نقل وحرکت نہ کرے اور آپ ﷺ کی ہیبت وعظمت ایسے اس پر طاری ہو جائے جیسے اگر وہ آپ کے سامنے موجود ہوتا اس پر طاری ہوتی۔ یہی طرز عمل ہمیں تمام بزرگان دین کی زندگیوں میں دکھائی دیتا ہے۔ تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا انداز حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ نے اس انداز میں کیا ہے کہ۔

ہوواں سگ میں مدینے دی گلی دا
ایہو رتبہ ہے ہر کامل ولی دا

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

کوئی پوچھے کیوں تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

یعنی اس قدر رفیع الشان بزرگان دین بھی خود کو مدینہ طیبہ کا کتا خیال کرتے ہیں۔ اور یہ عظمت وتکریم کسی عام شہر کی نہیں بلکہ مدینۃ الرسول ﷺ کی تعظیم ہے کہ اپنی نسبت آقا ومولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر کے کتوں کے ساتھ جتا رہے ہیں۔

حضرت جماعت علی شاہ لاثانیؒ کا ایک واقعہ بھی بہت مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آپ مدینہ طیبہ میں موجود تھے اور آہستہ خرامی سے چلے جا رہے تھے کہ ایک کتے کو کسی نامعقول نے لاٹھی ماردی جس کی وجہ سے وہ لنگڑانے لگا۔ پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی" کو

marfat.com

جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے اس شخص کو بہت سخت سست کہا اور بار بار اس کو یہی فرماتے گئے کہ ''ارے نادان یہ تو سوچا ہوتا کہ مدینے کا کتا ہے'' اس کے بعد آپ نے کتے کو پکڑا اور اس کو اپنی گود میں بٹھا کر اس کی متاثرہ ٹانگ کو آہستہ آہستہ دبانے لگے۔

یہی تعظیم و ادب ہے جو ہمیں بزرگان دین کی زندگیوں کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ نے خلیفہ وقت ابو جعفر منصور کو سختی سے اس وقت ڈانٹ دیا جب کہ وہ مسجد نبوی میں قدرے اونچی آواز میں بول اٹھا آپ نے فرمایا اے امیر المومنین اس مسجد میں اپنی آواز کو بلند مت کیجئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک قوم کی سرزنش فرمائی اور ان کو آداب سکھاتے ہوئے فرمایا کہ ''اپنی آوازوں کو نبی کریم ﷺ کی آواز سے بلند مت کرو''

اور ایک قوم کی تعریف فرمائی اور ان کے بارے میں فرمایا۔ **ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ** اور ایک قوم کی ملامت کی اور فرمایا کہ ان الذین ینادونک اور بے شک وفات کے بعد بھی آپ ﷺ کی حرمت ایسے ہی ہے کہ جیسے آپ کی اس دنیا کی زندگی میں تھی۔

چنانچہ ابو جعفر یہ باتیں سن کر جھک گیا یعنی تعظیم بجالایا اور معافی کا خواستگار ہوا۔ اس کی تفصیل آپ کو آئندہ صفحات میں ملے گی۔

حضرت احمد بن حنبلؒ نے عطاء بن یسارؒ سے روایت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ ''میں عبداللہ بن عمرو بن العاص سے ملا۔ میں نے ان سے مطالبہ کیا کہ توریت میں جو آنحضرت ﷺ کی صفات مذکور ہیں مجھے بتلایئے۔ انہوں نے کہا اچھا'' واللہ! توریت میں بھی آپ ﷺ کی ویسی ہی صفات مذکور ہیں جیسی کلام اللہ شریف میں ہیں۔ یعنی

''اے غیب کی خبر دینے والے ہم نے آپ کو گواہ،

marfat.com

جنت کی خوشخبری دینے والا ،جہنم کا ڈر سنانے والا ،ان پڑھ لوگوں کی پناہ گاہ اور عرب کے امیوں کی حفاظت گاہ بنا کر بھیجا ہے۔ آپ میرے بندے اور رسول ہیں میں نے آپ کا نام متوکل (توکل کرنے والا) رکھا ہے آپ سخت گیر دل اور بازاروں میں شور وشعب کرنے والے نہیں۔ وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیں گے۔ بلکہ درگزر سے کام لیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک ان کو دنیا سے نہیں اٹھائے گا جب تک وہ کج روملت کو راہ راست پر نہ لے آئیں اور وہ اقرار نہ کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے آپ ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو کھول دیں گے بہرے کانوں اور بستہ دلوں کو وا گزار کر دیں گے۔''

وہب بن منبہ نے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زبور میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف یوں وحی فرمائی۔

''اے داؤد (علیہ السلام) بے شک عنقریب تیرے بعد ایک نبی تشریف لائے گا اس کے نام نامی احمد و محمد ہوں گے۔ صادق (سچ بولنے والا) ہوگا۔ سردار ہوگا میں اس پر غصہ نہیں ہوں گا اور وہ کبھی بھی مجھے ناراض نہیں کرے گا بیشتر اس کے وہ میری نا فرمانی کرے میں نے اس کے پہلے گناہ اور پچھلے گناہ (بالفرض محال) اگر ہوں بخش دیئے ہیں۔ اس کی امت پر رحم کیا گیا ہے۔ میں نے ان کو اتنے نوافل عطا کئے ہیں جتنے تمام انبیاء سابقین کو عطا کئے تھے اور ان پر اتنے فرائض کئے ہیں جتنے تمام سابقہ انبیاء اور رسل علیہم السلام پر فرض کئے تھے حتیٰ کہ روز قیامت وہ میرے

marfat.com

پاس آئیں گے اور ان کا نور انبیاء کے نور کی مثل ہو گا یہاں تک کہ آخر میں فرمایا۔ اے داؤد میں نے حضرت محمد ﷺ اور ان کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت دی ہے'' (بحوالہ علموا اولادکم محبۃ رسول اللہ از ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی ترجمہ ڈاکٹر مبارز ملک)

یعنی آنحضرت ﷺ کی تعظیم کا حکم تو اللہ رب العزت بعثت نبوی ﷺ سے صدیوں پہلے سے فرماتا آیا ہے۔ یہ حکم فقط امت مسلمہ کے لئے ہی تو نہیں ہے ہم اللہ کے رسول برحق ﷺ محمد ﷺ کی تعظیم کیوں نہ کریں ان سے محبت کیوں نہ کریں جب کہ آپ ﷺ تو تکمیل انسانیت اور ارتقائے بشریت کی عمدہ مثال اور بہترین نمونہ ہیں۔ اللہ کریم عزوجل نے آپ ﷺ کی تربیت خود فرمائی۔ اور بہت ہی عمدہ طریقہ سے فرمائی اور آپ ﷺ کو تمام جہانوں کی طرف خاتم النبیین اور رحمتہ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا۔ کلام اللہ شریف میں اللہ کریم نے خود نبی کریم ﷺ کی تعظیم فرمائی ہے اور کسی ایک جگہ بھی نام لے کر مخاطب نہیں کیا۔

القاب کیسے کیسے خدا نے کئے عطا
حضرت رسول پاک کو قرآن میں جا بجا
یٰسین کہیں پکارا تو طٰہٰ کہیں کہا
حم و نون اور کہیں والشمس والضحیٰ
کیا میرا علم و عقل صفت آپکی کروں
تم سب پڑھو درود ، میں ذکر نبی کروں

جی ہم جیسے انسانوں سے بھلا اس ذات اقدس کی تعریف و توصیف بھلا کیونکر بیان ہو سکتی ہے اس عالی رتبہ والے کی تعریف و توصیف خود مالک ارض و سما اور خصوصا خود اس شخصیت کا خالق ہی بیان کر رہا ہے۔ بندوں کے تو یہ بس کی بات ہی،

marfat.com

نہیں ۔ بے شک ہماری اس دنیا نے زمانے کے اندر رچی بسی طویل انسانی تاریخ میں کبھی بھی کوئی شخص ایسا نہیں دیکھا ہوگا جس میں بیک وقت وہ ساری صفات جمع ہوگئی ہوں ۔ جو حضرت محمد ﷺ میں اللہ عزوجل نے جمع فرمادی ہیں۔ آپ ﷺ بچے تو تھے مگر دوسرے بچوں کی طرح نہیں تھے۔ آپ ﷺ لڑکے تو تھے مگر دوسرے لڑکوں کی طرح نہیں۔ آپ ﷺ جوان تو تھے مگر دوسرے جوانوں سے یکسر مختلف تھے۔ آپ نبی ہی تھے مگر تمام انبیاء اکرام سے بالکل نرالے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی آپ وہ واحد اور منفرد تخلیق تھے جس پر خود اللہ تعالیٰ بھی فخر کرتا ہے۔

کلام اللہ شریف میں نبی کریم ﷺ کی تعظیم کا انداز ملاحظہ فرمائیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

> ''تو کیسی کچھ اللہ کی مہربانی ہے کہ اے محبوب تم ان کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر تند مزاج سخت دل ہوتے تو وہ ضرور تمہارے گرد سے پریشان ہو جاتے تو تم ان کو معاف فرماؤ اور ان کی شفاعت کرو۔ اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جو کسی بات کا پکا ارادہ کرلو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ توکل کرنے والوں سے محبت کرتا ہے'' (آل عمران ۱۵۹)

یہ ہے انداز محبوبیت۔ کس قدر تعظیم و محبت اور اپنائیت سے سرکار دو عالم کو مشورے دیئے جارہے ہیں کہ (اے محمد رسول اللہ ﷺ) آپ ان کو معاف فرمادیں۔ یعنی معاف کرنے کی سفارش کی جارہی ہے اور سفارش کرنے والا کون ہے۔ خالق و مالک دو جہاں۔

اصحاب السیر نے ذکر کیا ہے کہ قریش مکہ نے آنحضرت ﷺ کے پاس ایک سفارت بھیجی ۔ اس وقت آپ ﷺ حدیبیہ میں مقیم تھے ۔ ان کے سفیر نے

marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ وضو فرمارہے ہیں اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین رسول کریم ﷺ کے وضو کے بچے ہوئے پانی کو اپنے جسموں پر مل رہے ہیں۔ جب وہ مکہ واپس آیا تو اس نے اہل مکہ سے یوں خطاب کیا۔

''اے اہل مکہ! تم کیا سوچتے ہو۔ محمد رسول اللہ ﷺ کا خون بھلا کیسے بہایا جا سکتا ہے۔ ان کے اصحاب تو ان کے وضو کے قطروں کو بھی زمین پر نہیں گرنے دیتے وہ ان کے وضو کا پانی حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے سے لڑ پڑتے ہیں۔ جس کو اس پانی سے کچھ نہ ملے تو وہ اپنے ساتھی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے چہرے پر پھیر لیتا ہے۔''

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم فرماتے ہیں کہ

کان رسول اللہ احب الینا من اموالنا واولادنا وابائنا وامھاتنا من الماء البارد علی الظماء

''ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مالوں، اپنی اولادوں، اپنے باپوں، اپنی ماؤں اور سخت پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ محبوب تھے۔''

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم کا یہ فرمانا کہ ہم کو رسول کریم ﷺ اپنے مالوں، اولادوں، باپوں، ماؤں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ تو اس کا یہ واضح مطلب یہی ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم صرف اپنی کیفیت بیان نہیں کر رہے بلکہ یہ خصوصیت تمام اصحاب النبی کی بیان کی جارہی ہے۔ یعنی بعثت نبوی ﷺ سے پہلے جو

marfat.com

محبت بطور عزیز داری اور دوستی کے قائم تھی وہ تو اب ختم ہوگئی۔اب شروع ہوئی تعظیم مصطفیٰ ﷺ اور حب رسول مقبول ﷺ کیا یہ سچ نہیں کہ سیدنا امیر حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جب اسلام قبول کرلیا تو ان دونوں نے پیارے بھتیجے کہنا چھوڑ دیا اور اب آپ ﷺ کو یارسول اللہ کہہ کر مخاطب کرنا شروع کیا۔بزرگان دین کا یہ کہنا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے والدین کریمین بھی اگر حیات ہوتے تو آپ کو یارسول اللہ ہی کہہ کر مخاطب کرتے۔

جی ہاں! اس میں ذرہ برابر شک وشبہ نہیں کہ رسالت مآب ﷺ کی محبت و تعظیم ہی تکمیل ایمان ہے یہ وہ محبت تھی جس نے ان اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جوان کے راستہ پر چلے ان کے نزدیک اللہ کے دین کی خاطر اور نبی کریم ﷺ سے مدافعت میں قربانی دینے تو اور اپنی جانیں نچھاور کرنے کو محبوب بنا دیا اور اسی قاعدہ وکلیہ ہی کے مطابق ہر مسلمان کا ہر عمل بجز حب رسول کریم ﷺ کے ناقص رہتا ہے۔اور اس کا ایمان نامکمل رہتا ہے۔

چنانچہ ہم سب مسلمانوں کو چاہیے کہ ہمارا ایمان ہمارے دلوں اور ان کے جوارح میں کامل صورت میں موجود ہے۔اور حب رسول مقبول ﷺ میں کمی نہ آنے پائے۔

پہلے وقتوں میں تو یہ ہوتا تھا کہ ایک شخص نے اسلام قبول کیا اور پھر اس نے تعظیم رسول اللہ ﷺ کی تعلیم حاصل کی۔مگر اب تو صورت حال مختلف ہے۔الحمدللہ۔ ہم پیدائشی مسلمان ہیں ہمیں تو بچپن سے ہی آداب رسالت مآب سکھلائے جاتے ہیں۔مگر اصل بات تو ہے تربیت کی۔صحیح تربیت کا ہونا بہت ضروری ہے۔اگر صحیح

marfat.com

معنوں میں نوجوان نسل کی تربیت کی جائے تو ان کے دلوں میں حب رسول مقبول ﷺ کو اجاگر کیا جا سکتا ہے۔ اور صحیح تربیت ہی اس ایمان کامل کی طرف ان کی رہنمائی کرتی ہے جو محبت و تعظیم رسول کریم ﷺ پر قائم ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ کمال ایمان بجز آنحضرت ﷺ کی تعظیم کے جیسا کہ اللہ تعالیٰ عزوجل نے حکم فرمایا ہے متحقق نہیں ہوا کرتا۔ یہ تعظیم ہی وہ تعظیم ہے جس میں نہ تو شرک کی آمیزش ہوتی ہے اور نہ ہی آنحضرت ﷺ کی ذات شریفہ میں اعتقاد ربوبیت پیدا ہوتا ہے۔

فقیر فقط یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ موجودہ دور میں جب کہ یہود و ہنود کی اسلام دشمنی نے ایک نیا رخ اختیار کر لیا ہے۔ اور وہ رخ ہے جنسی آزادی کا۔ اور ان کا فی الوقت ایک ذریعہ سب سے طاقتور ہے اور وہ ہے ٹیلی ویژن اہل اسلام کی نئی نسل کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت جنسی بے راہ روی کے پرفریب مگر گھناؤنے جال میں پھنسایا جا رہا ہے۔ ملک عزیز بالخصوص کیبل نیٹ ورک کے ذریعہ نوجوان مسلمانوں کو دین سے دور کرنا شروع کر دیا ہے (جب ایک نوجوان لڑکا یا لڑکی آدھی رات تک ٹیلی ویژن پر نیم برہنہ لڑکیوں کا رقص دیکھے گا) تو اس کے لئے یہ بھلا کیونکر ممکن ہے کہ وہ نماز فجر کی پابندی کر سکے۔ میرے مسلمان بھائیو اور بہنو! میں کوئی نیک اور پارسائی کا دعوی کرنے والا اور مبلغ نہیں میں تو خود ایک گنہگار شخص ہوں مگر میری التجا یہ ہے کہ جس وقت اہل اسلام کو نماز تہجد پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے اس وقت ہمیں ٹیلی ویژن پر نیم برہنہ فلموں کو دیکھنے سے کیا ایمان میں کجی ظاہر نہیں ہوتی۔ کیا یہود و ہنود کامیاب نہیں ہو رہے۔

marfat.com

فقیر کہتا ہے کہ اس بے راہروی کے سیلاب کو صرف اور صرف تعظیم مصطفیٰ ﷺ سے ہی روکا جا سکتا ہے۔ جب ہمارے دلوں میں محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت اجاگر ہوتی تو پھر ہمیں دین اسلام سے زیادہ اور کچھ عزیز نہ ہوگا پھر کوئی فرقہ نہیں ہوگا کوئی مسلک نہیں ہوگا پھر تو صرف اور صرف اسلام ہوگا۔ پھر ہمارے نوجوان تہجد پڑھیں گے ننگی فلمیں نہیں دیکھیں گے۔ بس اسی طرح اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل ہو سکتی ہے۔

آیئے دعا کریں کہ اے اللہ کریم ہمارے اعمال بد کو اعمال صالح میں بدل دے صدقہ محمد رسول اللہ ﷺ ہمارے دلوں میں آقائے نامدار کی محبت و تعظیم پیدا فرما اور ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ اور ہمیں آئندہ گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرما۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین۔

احقر العباد

خاکپائے سگ سگاں کوئے مدینہ

سید ارتضیٰ علی کرمانی عفی اللہ عنہ

5 دسمبر 2000ء

marfat.com

فضائل نبوی ﷺ

تعظیم جس نے کی ہے محمد کے نام کی
اللہ نے اس پہ آتش دوزخ حرام کی

بلا شک وشبہ اسلام کا تمام تر دار و مدار ادب پر ہے۔ اور یہ بھی ذہن میں رکھیں کہ اسلام کے معنی ہیں سر کو جھکا دینا، یعنی امر حق کے لئے اعتراف کے طور پر سر خم کر دینا۔ یہ کمال ادب کی شان ہے اس سے یہ بھی واضح ہو جاتا ہے کہ دین متین سراپا ادب ہے۔ یعنی اگر ادب نہیں تو پھر دین بھی نہیں یہ بھی ایک سوال ہے کہ ادب کس کا کیا جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ ادب اس کا کیا جاتا ہے کہ جس کو خود سے برتر و افضل سمجھا جائے۔ تو پھر جناب عالی! کیا اس کائنات میں جناب رسول مقبول، فخر موجودات، باعث وجہ وجود معبود کائنات ﷺ سے برتر و افضل بھلا کون ہوسکتا ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

پس آنحضرت ﷺ کی تعظیم اور آپ ﷺ کے لئے رعایت ادب بھی اسی قدر لازم ہے۔ جو اللہ تعالیٰ عز و جل کے بعد کسی اور کا حق نہیں لیکن دیکھا یہ گیا ہے کہ بعض نادان لوگ اپنی بے باکی اور بے ادبی میں رسول کریم ﷺ کی عظمت و بزرگی کو کما حقہ نہیں مانتے یا یوں کہہ لیجئے کہ زبان سے اس کا اقرار نہیں کرتے ان کے کہنے کے مطابق وہ لوگ معاذ اللہ، **معاذ الله بشر مثلنا** یعنی اپنے جیسا ہی بشر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ صحیح احادیث مبارکہ میں وارد ہوا ہے کہ جب تک رسول کریم ﷺ کو تمام مخلوق سے برتر و اعلیٰ نہ مانا جائے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا۔ میرا مقصد قطعی طور پر کسی پر بے جا تنقید نہیں ہے۔ بلکہ فقط یہ مقصود ہے کہ ان کو اللہ شان رسالت مآب ﷺ کو جاننے کی توفیق عطا فرمائے۔

marfat.com

مدارج النبوت میں تحریر ہے کہ جو کوئی بھی شخص ساری زندگی لا الہ الا اللہ پڑھتا رہے وہ کبھی مومن نہیں ہوسکتا۔ مومن وہ اس وقت ہی ہوگا جب اس کے ساتھ محمد رسول اللہ بھی پڑھے۔ حضرت مولانا نے روم علیہ الرحمۃ نے مثنوی معنوی میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ جو لوگ رسول کریم ﷺ کو دوسرے لوگوں کے برابر سمجھتے ہیں۔ دراصل وہ صورت پرست ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں کو اللہ کے رسول اور غیر رسول اللہ کی صورت ایک سی نظر آتی ہے۔ حالانکہ فرق مراتب کا باعث امر معنوی ہے۔ جس کی وجہ سے رسول، رسول ہے اور غیر رسول، غیر رسول ہے۔

گر بصورت آدمی انسان بدے
احمد و بو جہل خود یکساں بدے
احمد و بو جہل دربت خانہ رفت
زیں شدن تا آں فرضیت رفت
آں در آئد سر تہد اور ابتاں
ایں در آند سر نہد چوں امتاں

تمام انبیاء علیہم السلام عموماً اور ختم المرسلین علیہ ﷺ خصوصی ادب و تعظیم کے مستحق کیوں ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ تمام بنی آدم بلکہ جملہ ماسوائے حق تعالیٰ سے افضل و برتر ہیں انبیاء علیہم السلام کی افضیلت کی خصوصیت بھی موجود ہیں جن میں سے چند درج ذیل ہیں۔

انبیاء کے اجسام کو زمین نہیں کھا سکتی

ابن ماجہ میں ابوداؤد رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ چنانچہ

marfat.com

اللہ تعالیٰ کے پیغمبران زندہ ہوتے ہیں اوران کو برابر رزق دیا جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ شب معراج آنحضرت ﷺ نے بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کی نماز میں امامت فرمائی۔ وہاں تمام انبیاء کرام جسمانی حالت میں موجود تھے ۔

روزانہ آنخضرت کی قبر میں امت کے اعمال پیش کئے جاتے ہیں

مواہب لدنیہ میں ابن المبارک نے حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ کوئی بھی دن ایسا نہیں جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے رو برو امت کے اعمال صبح وشام نہ پیش کئے جاتے ہوں۔

انبیاء کرام اپنی قبور میں نماز پڑھتے ہیں

بیہقی وغیرہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہوتے ہیں اور وہ قبور میں نمازیں پڑھتے ہیں (مواہب لدنیہ)

روضۂ اطہر پر روزانہ نئے ستر ہزار فرشتے آکر درود پڑھتے ہیں

دارمی شریف میں بنیہ بن وہب روایت کرتے ہیں کہ حضرت کعب احبارؓ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت عالیہ میں تشریف لائے۔ موجود حاضرین نے آنخضرت ﷺ کا ذکر شروع کر دیا۔تو حضرت کعب نے فرمایا کہ کوئی دن ایسا نہیں آتا کہ جس دن ستر ہزار فرشتے روضہ اطہر پر حاضری نہ دیتے ہوں۔ یہاں تک کہ آنخضرت ﷺ کے مزار اقدس کو بازو مارتے ہوئے احاطہ کر لیتے ہیں۔ اور آپ ﷺ پر برابر درود وسلام پڑھتے رہتے ہیں۔اسی طرح شام ہو جاتی ہے تو وہ سب آسمان پر چلے جاتے ہیں۔ جب کہ دوسرے فرشتے اسی طرح کے اوراتر آتے ہیں اور وہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں۔یونہی ہوتا رہے گا تا قیامت۔پھر جب زمین شق ہو

marfat.com

گی تو آپ ستر ہزار خوش نصیب فرشتوں کے ہمراہ قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے۔

آنحضرت ﷺ قیامت کے روز تمام بنی آدم کے سردار ہوں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی کی شفاعت قبول کی جائے گی

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں روز قیامت، تمام بنی آدم کا سردار ہوں گا۔ اور میں ہی ان سب سے پہلا ہوں گا جس کی قبر شق ہوگی (یعنی سب سے پہلے میں ہی قبر سے اٹھوں گا) اور سب شفاعت کرنے والوں میں سب سے پہلے شفاعت کرنے والا میں ہی ہونگا۔ اور سب سے پہلے میری ہی شفاعت قبول کی جائے گی۔

بروز قیامت سب سے زیادہ تابعین آپ ﷺ کے ہوں گے اور سب سے پہلے آپ ﷺ ہی جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے روز میرے تابعین ہر پیغمبر کے تابعین سے زیادہ ہوں گے۔ اور میں ہی سب سے پہلے بہشت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا۔

بروز قیامت صرف آنحضرت ﷺ ہی سوار ہوں گے

مواہب لدنیہ میں ابن بجویہ حضرت کثیر بن مرہ حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں قیامت کے روز براق پر سوار ہوں گا۔ اور میں ہی اس کے ساتھ تمام انبیاء میں سے اس روز مختص ہوں گا۔

marfat.com

لواء الحمد بھی آنحضرت کے ہاتھ میں ہوگا

صحیح ترمذی میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا اور میں یہ بات فخر کی راہ سے نہیں کہتا کہ اور جتنے بھی نبی ہیں حضرت آدم بھی اور ان کے سوا اور بھی وہ سب میرے اس لواء الحمد کے نیچے ہوں گے۔

بروز قیامت آنحضرت کئی امور میں ممتاز ہوں گے

صحیح ترمذی اور دارمی میں حضرت سیدنا جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمام مخلوق میں سب سے پہلے اپنی قبر سے باہر نکلوں گا۔ جب لوگ مبعوث ہوں گے تو ان کا میں پیشرو ہوں گا۔ جب وہ اللہ کریم عزوجل کی بارگاہ میں پیش ہوں گے۔ تو میں ان کی طرف سے شفاعت کے لئے بات چیت کروں گا۔ جب وہ خاموش ہو جائیں گے۔ تو سب میں مجھ سے ہی شفاعت کی درخواست کی جائے گی۔ جب وہ موقف میں حساب سے محبوس کئے جائیں گے تو میں ان کا بشارت دینے والا ہوں گا۔ جب وہ ناامید ہو جائیں گے تو کرامت اور ہر خیر کی کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی۔ اور لواء الحمد بھی اس روز میرے ہاتھ میں ہی ہوگا۔

اور میں ہی تمام بنی آدم میں اپنے پروردگار عالم عزوجل کے نزدیک مکرم ہوں گا۔ ایک ہزار خدام میرے اکرام وخدمت کے لئے میرے پاس آمد ورفت کریں گے۔ اور وہ ایسے حسین وخوبصورت ہوں گے کہ گویا وہ بیضے میں سے نکلے ہوں گے جو ہر قسم کے گرد وغبار سے محفوظ ہوں۔ یا ایسے پاکیزہ موتی ہوں جو بکھرے پڑے ہوں۔

marfat.com

بروز قیامت آنحضرت ﷺ ہی عرش کی داہنی طرف کھڑے ہوں گے

صحیح ترمذی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے جنت کے جوڑوں میں سے ایک نہایت عمدہ جوڑا پہنایا جائے گا۔ اس کے بعد میں عرش کی داہنی جانب کھڑا ہوں گا۔ اور یہ جگہ صرف میرے لئے ہی مختص کی گئی ہوگی۔ یہ وہ جگہ ہوگی کہ کوئی شخص بھی خلائق میں سے بجز میرے اس مقام پر کھڑے نہ ہوگا۔ علمائے کرام کے نزدیک یہی مقام محمود ہے۔

بروز قیامت آنحضرت ﷺ سب سے پہلے اپنی امت کے ساتھ پل صراط سے گزریں گے

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بروز قیامت جہنم کے وسط میں پل صراط قائم کیا جائے گا۔ اس روز تمام رسولوں سے پہلے میں اپنی امت کو لیکر اس پر سے گزروں گا۔

بروز قیامت حوض کوثر پر سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کے امتی ہوں گے

صحیح ترمذی میں حضرت سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بروز قیامت ہر نبی کا ایک حوض ہوگا اور سب اس بات پر فخر کریں گے کہ کسی کے حوض پر اس کے امتی زیادہ ہیں۔ مجھے یہ امید ہے کہ میرے حوض پر سب سے زیادہ لوگ آئیں گے۔ کیونکہ میری امت زیادہ ہوگی۔

بروز قیامت آنحضرت ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت

marfat.com

ﷺ نے فرمایا کہ روز قیامت میں جنت کے دروازے پر آؤں گا۔ اور اس کو کھلواؤں گا۔ خازن جنت دریافت کرے گا کہ کون ہے۔ تو میں کہوں گا کہ محمد ﷺ یہ سن کروہ کہے گا کہ مجھے آپ ہی کی نسبت حکم ہوا ہے۔ کہ آپ سے قبل کسی کے لئے میں جنت کا دروازہ ہرگز نہ کھولوں۔ یوں سب سے پہلے آنحضرت ﷺ ہی جنت میں داخل ہوں گے۔

بروز قیامت کوثر صرف آنحضرت کو عطا ہوگی

حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ آنحضرت ﷺ سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ کوثر کیا چیز ہے؟ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جنت میں ایک نہر کا نام کوثر ہے جو مجھے پروردگار نے عطا فرمائی ہے وہ دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ شیریں ہو گی۔ میرے امتی روز قیامت اس سے اپنی پیاس بجھائیں گے۔

بروز قیامت آنحضرت کو ہی مقام وسیلہ حاصل ہوگا

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تم موذن کی اذان سنا کرو تو جو الفاظ وہ ادا کرے تم بھی دہرایا کرو، اس کے بعد مجھ پر درود بھیجا کرو۔ کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ دس بار رحمتیں بھیجتا ہے۔ پھر میرے لئے وسیلے کی دعا کیا کرو۔ اور وہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے کہ تمام بندگان خدا ہی سے اس کا مستحق ایک ہی بندہ ہے اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اللہ کا بندہ میں ہی ہوں گا۔ سو جو شخص میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جائے گی۔

مسند امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد نبوی ﷺ مروی ہے کہ وسیلہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک درجہ ہے اور اس

marfat.com

درجے سے بڑھ کر اور کوئی درجہ نہیں۔

جنت میں آنحضرت ﷺ کو ایک ہزار محلات عطا ہوں گے

ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک روایت کی ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں وَلَسَوْفَ يُعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ: مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو ایک ہزار محلات جنت میں عطا فرمائے ہیں۔ اور ہر محل میں آپ ﷺ کی شان اقدس کے عین مطابق ازواج وخدام ہیں۔

جنت میں سب پہلے آنحضرت ﷺ کو داخلے کی اجازت ملے گی

صحیح ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ بروز قیامت میں ہی سب سے پہلے جنت کا حلقہ ہلاؤں گا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے میرے لئے دروازے کھول دیا جائے گا۔ اور مجھ کو اس میں داخل کیا جائے گا۔ جب کہ میرے ساتھ فقرا مومنین ہوں گے۔

آنحضرت ﷺ تمام اولین وآخرین سے زیادہ مکرم ہیں

صحیح ترمذی میں اور دارمی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اللہ عزوجل کے نزدیک تمام اولین وآخرین سے زیادہ مکرم ہوں۔

جبرائیل نے براق سے آنحضرت کی فضیلت بیان کی

صحیح ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے پاس معراج کی رات کو ایک براق حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پیش کیا۔ جب آنحضرت ﷺ اس پر سوار ہونے لگے تو اس نے شوخی دکھلائی اس پر حضرت

marfat.com

جبرائیل علیہ السلام نے اس براق سے فرمایا کہ کیا تو محمد رسول اللہ ﷺ کے حضور ایسا کرتا ہے۔ تجھ پر تو ایسا کوئی شخص سوار ہی نہیں ہوا ہے جو ان سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکرم ہو۔ پس یہ سن کر وہ براق شرم سے پسینہ پسینہ ہوگیا۔

بیت المقدس میں آنحضرت ﷺ نے انبیاء و ملائکہ کی امامت فرمائی

مواہب اللدنیہ میں حضرت امام احمد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ شب معراج کو بیت المقدس میں تشریف لائے۔ اور نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو تمام انبیاء کرام آپ کے مقتدی بن کر کھڑے ہوگئے۔ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ بیت المقدس میں داخل ہو کر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا فرمائی۔ یعنی فرشتے بھی مقتدی بنے۔ اس کے بعد انبیاء کرام سے ارواح سے بھی ملاقات فرمائی۔ اس ملاقات میں سب نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد اپنے فضائل بیان کئے۔ جب آنحضرت ﷺ کے خطبہ کی نوبت آئی تو سرکار دو عالم ﷺ نے بعد از حمد باری تعالیٰ اپنا رحمتہ للعالمین ہونا اور مبعوث الی کافتہ الناس ہونا اور اپنی امت کا خیر الامم و امت وسط ہونا اور خاتم النبیین ہونا بھی فرمایا۔ یہ سن کر حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سب انبیاء کو خطاب فرمایا۔

بھذا فضلکم محمد

یعنی ان ہی فضائل سے محمد ﷺ ہم سب سے بڑھ گئے ہیں۔

آنحضرت ﷺ تمام انبیاء و ملائکہ سے بڑھ کر بزرگ ہیں

دارمی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم ﷺ کو تمام انبیاء پر فضیلت عطا فرمائی۔ اور آسمان

marfat.com

والوں یعنی فرشتوں پر بھی۔

آنحضرت کے منکر دوزخ میں داخل ہوں گے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے ایک بار دوران کلام فرمایا کہ اے موسیٰ! بنی اسرائیل کو مطلع کر دو کہ جو شخص مجھ کو اس حالت میں ملے گا کہ وہ احمد کا منکر ہوگا تو میں اس کو دوزخ میں داخل کروں گا۔ خواہ کوئی بھی ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا اے باری تعالیٰ احمد کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے موسیٰ! قسم ہے مجھے اپنی عزت وجلال کی۔ میں نے کوئی بھی مخلوق ایسی پیدا نہیں کی جس میں کوئی ان سے زیادہ میرے نزدیک مکرم ہو۔ میں نے ان کا نام عرش پر اپنے نام کے ساتھ آسمان وزمین وشمس وقمر پیدا کرنے سے بیس لاکھ برس پہلے لکھا تھا۔ قسم ہے مجھے اپنی عزت اور جلال کی۔ کہ جنت میری تمام مخلوق پر حرام ہے جب تک کہ محمد اور ان کی امت اس میں داخل نہ ہو جائیں۔

آنحضرت ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب رکھے بغیر کوئی مومن نہیں ہو سکتا

صحیحین میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے مسلمانو! تم میں سے کوئی شخص مومن نہ ہوگا جب تک وہ مجھے اپنے والدین اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبوب نہ رکھے۔

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ عرض کیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ! آپ میرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں۔ بجز میرے نفس کے جو میرے پہلو میں یعنی وہ تو مجھے بہت ہی محبوب ہے۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی مومن نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ مجھے اپنے نفس سے بھی زیادہ محبوب نہ رکھے۔ حضرت

marfat.com

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ قسم ہے مجھے اس ذات کی جس نے آپ پر کتاب نازل فرمائی، کہ آپ مجھے اس نفس سے بھی زیادہ محبوب ہیں جو میرے پہلو میں ہے۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بس اب بات ٹھیک ہوگئی۔

اس حدیث مبارکہ کے مطالعہ سے ایک بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ سوال و جواب ان لوگوں کے لئے تھا جو کسی قسم کے شک و شبہ میں مبتلا تھے۔ ورنہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھلا یہ کیونکر کہتے کہ مجھے میرا نفس آپ ﷺ سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات مبارکہ خود اس بات کی شاہد ہے کہ آپ کے لئے آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر اور کوئی محبوب نہ تھا۔ تاریخ اسلامی کے اوراق پلٹنے سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے۔

حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے یہ مستند حدیث مبارکہ اپنی تصنیف جامع صغیر میں کچھ یوں رقم کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اَدِّبُوا اَوْلَادَكُم عَلٰی ثَلٰثِ خِصَالٍ حُبِّ نَبِیِّكُمْ وَحُبِّ اَهْلِ بیتہٖ وَقِرَاةِ الْقُرآنِ (الحدیث)

یعنی اپنی اولاد کو تین باتوں کی تادیب کرو، ایک اپنے نبی ﷺ سے محبت رکھنا دوسرے ان کے اہل بیت اطہار سے محبت رکھنا اور تیسرے کلام اللہ شریف کی تلاوت کرنا۔

آنحضرت ﷺ کی اطاعت نہ کرنے والا جنت میں داخل نہ ہوگا

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری تمام امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے میرا کہنا قبول نہ کیا یعنی جس نے اطاعت نہ کی۔ ایک صحابی نے عرض کیا کہ قبول کس نے نہ کیا! ارشاد فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا اور جس

marfat.com

نے نافرمانی کی وہ دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ کیونکہ اس نے میرا کہنا قبول نہیں کیا۔

آنخضرت سے محبت کرنے والا جنت میں ضرور داخل ہوگا۔

صحیح ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے میری سنت سے محبت کی۔ اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں داخل ہوگا۔ یعنی یہ تو وہی بات ہوگئی کہ ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ

محبت آدمی رکھتا ہے جس سے۔ قیامت کو وہ ہوگا، ساتھ اس کے

گستاخ رسول کے قتل کا قصاص نہیں

ابو داؤد کتاب الحدود میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک نابینا صحابی کی ماں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں بہت خرافات بکا کرتی تھی۔ وہ نابینا صحابی چونکہ نور اسلام سے شرفیاب ہو چکے تھے، اس لئے انہوں نے اپنی ماں کو بہت منع کیا۔ چونکہ آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی شان بھی یہی تھا کہ ماں کی عزت و تکریم لازمی ہے۔ وہ صحابی ہر ممکن طریقہ سے اپنی ماں کو منع کرتے رہتے تھے۔

ایک رات یوں ہوا کہ ان کی ماں نے ایک مرتبہ پھر گستاخی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ انہوں نے ایک چھری اس کے پیٹ میں گھونپ دی۔ جس کی وجہ سے وہ موقع پر ہی ہلاک ہوگئی۔ صبح اس واقعہ کی اطلاع دربار رسالت میں بھی پہنچی اور اس عورت کے لواحقین نے آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قصاص کا مطالبہ کر دیا۔ آپ نے اس نابینا صحابی کو بھی طلب کرلیا۔ جب انہوں نے حقیقت حال بتلائی تو آنخضرت ﷺ

marfat.com

نے اس عورت کا خون رائیگاں جانے کا اعلان فرمایا۔اور فرمایا کہ توہین رسالت کی سزا صرف موت ہی ہے۔ یوں وہ نابینا صحابی تا قیامت ایک مثال بن گئے کہ آنحضرت ﷺ کو اپنی سگی ماں سے بھی افضل خیال کیا۔

مشرکوں کے رئیس مکہ عروہ بن مسعود کا بیان

حضرت امام بخاری نے کتاب الشروط میں قصبہ حدیبیہ کی ایک کافی طویل حدیث شریف نقل کی ہے۔اس میں یہ بھی ہے کہ عروہ بن مسعود جو کہ رئیس مکہ تھا۔وہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس پاکیزہ دیکھ کر مکہ واپس گیا تھا تو اس نے وہاں جا کر اہل مکہ کے سامنے یہ بیان کیا۔

> اے میری قوم! واللہ میں بادشاہوں کے درباروں میں بھی بارہا گیا ہوں۔ میں قیصر وکسریٰ ونجاشی کے پاس بھی گیا ہوں واللہ میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کے مصاحب اس کی اس قدر تعظیم کرتے ہوں۔جس قدر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ان کے ساتھی کرتے ہیں۔واللہ جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کھنکار پھینکتے ہیں تو وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں پہنچتی ہے۔اور وہ اس کو اپنے چہرے اور بدن پر مل لیتا ہے۔اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کو کوئی حکم دیتے ہیں تو وہ ان کے حکم کی طرف تیزی سے دوڑتے ہیں اور جب محمد ﷺ وضو کرتے ہیں تو ان لوگوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وضو کا پانی لینے کے لیے گویا آپس میں لڑ پڑیں گے۔اور پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرتا۔اور جب محمد ﷺ کلام کرتے ہیں تو وہ لوگ اپنی آوازوں کو ان کی آواز

marfat.com

کے سامنے پست کر لیتے ہیں۔اور وہ لوگ محمد ﷺ کی طرف تیز نگاہ سے بھی نہیں دیکھتے۔ بلکہ اپنی نگاہوں کو ان کے سامنے جھکائے رکھتے ہیں۔

آنخضرت کی تعظیم بعداز وصال بھی فرض ہے

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رفع صوت یعنی اونچی آواز میں بولنا جائز نہ تھا۔اسی طرح آپ کے کلام کے درس اور شرع کے احکام کی نقل کے وقت بھی ایسا ہی تھا۔ رفع صوت حاضرین وسامعین کے لئے خلاف ادب ہے۔اسی طرح محل جسد شریف کے قریب بھی ہے۔مواہب اللدنیہ میں ایک حکایت نقل ہے کہ امیر المومنین ابوجعفر منصور خلیفہ عباسی نے امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے کسی مسئلہ میں مسجد نبوی میں اونچی آواز میں گفتگو کی۔

امام مالک نے فرمایا کہ اے امیر المومنین آپ کو کیا ہو گیا ہے۔اس مسجد میں اپنی آواز بلند مت کرو۔یعنی چیخ چیخ کر باتیں مت کرو۔کیوں کہ آنخضرت ﷺ کا احترام بعداز وصال بھی وہی ہے۔جو کہ حالت حیات میں تھا۔اس کے بعد خلیفہ ابو جعفر عباسی پر خوف طاری ہو گیا۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ دو آدمی آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں۔آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ دونوں کا تعلق مدینہ طیبہ سے تھا آپ نے ان دونوں کو قریب بلوایا اور ارشاد فرمایا کہ

تم لوگ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی آواز بلند کرتے ہو۔واللہ! اگر تمہارا تعلق مدینہ سے نہ ہوتا تو میں تمہیں درے لگانے کا حکم دیتا۔

یہ ہے تعظیم مصطفیٰ ﷺ کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بعداز وصال نبی کریم

marfat.com

ﷺ بھی اسی قدر تعظیم کر رہے ہیں۔ جس قدر حیات نبوی ﷺ میں فرماتے تھے۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ حدیث شریف کا درس دے رہے تھے۔ حاضرین نے ملاحظہ کیا کہ اچانک آپکے چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو گیا ہے۔ اس کے باوجود آپ نے درس جاری رکھا۔ یعنی کسی قسم کے اضطراب کا مظاہرہ نہ کیا۔ اس کے بعد آپ کا چہرہ مبارک اعتدال پر آ گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد پھر ایسا ہی ہوا مگر اس مرتبہ پھر آپ نے درس کو نہیں روکا اور بدستور درس جاری رکھا۔ یونہی تین مرتبہ ہوا۔ مگر آپ نے درس میں وقفہ برداشت نہ کیا۔ اس کے بعد جب درس ختم ہوا تو آپ نے اپنی قمیض مبارک کو جو اتارا تو حاضرین نے ملاحظہ کیا کہ آپکی قمیض میں ایک سرخ زنبور گھسی ہوئی تھی اور اس نے آپ کے جسم اطہر پر تین جگہ کاٹا تھا۔ مگر آپ نے فقط اس لئے برداشت کیا کہ مبادا حدیث کے ادب میں فرق نہ آنے پائے اور نہ ہی آپ نے متاثرہ جگہ پر خارش کی اور نہ ہی افراتفری کا مظاہرہ کیا۔

مجلس کے بعد چند عقیدت مندوں نے جب آپ سے دریافت کیا کہ یا حضرت ماجرا کیا تھا، تو آپ نے انہیں بتلایا، سب لوگ حیرت زدہ رہ گئے اور اس واقعہ کو بطور عقیدت ایک دوسرے کو سنانے لگے۔

آنحضرت کی دعا سے اندھا تندرست ہو گیا

صلوۃ الحاجت میں ابن ماجہ نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے ایک روایت کی ہے ایک مرتبہ ایک نابینا صحابی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اور عرض کیا کہ

یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے عافیت دے یعنی میری

marfat.com

آنکھیں ٹھیک ہو جائیں،

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

اگر تو چاہے تو اس کو ملتوی رکھوں اور یہ زیادہ بہتر ہے۔ اور اگر تو چاہے تو دعا کروں،

صحابی نے عرض کیا

یارسول اللہ ﷺ! آپ میرے لیے دعا ہی فرمائیے،

چنانچہ آقائے نامور ﷺ نے انہیں حکم عطا فرمایا کہ اچھی طرح وضو کر کے دو رکعتیں پڑھو اور یہ دعا صدق دل سے پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ نَبِیِّکَ مُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ اَتَوَجَّہُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتُقْضٰی اَللّٰھُمَّ شَفِّعْہُ فِیَّ

''اے اللہ میں عرض کرتا ہوں، تیری طرف توجہ کرتا ہوں بوسیلہ محمد ﷺ نبی رحمت کے یا محمد ﷺ میں آپ کے وسیلہ سے اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں، تاکہ وہ پوری ہو جائے۔ اے اللہ پاک آپ ﷺ کی شفاعت میرے لیے قبول فرما۔ بیہقی میں ہے کہ وہ اندھا بالکل تندرست ہو گیا۔

تقاضائے ادب یہ ہے کہ، یا محمد کی جگہ یارسول اللہ، پڑھنا چاہیے۔ کیوں کہ اس طرح تو مقام ادب کا اظہار ہوتا ہے دوسرے لفظ یارسول اللہ سے دلی تسکین ہو جاتی ہے۔ نبی کریم ﷺ کا مقام ادب تو یہ ہے کہ کلام اللہ شریف میں کسی ایک جگہ بھی نبی کریم ﷺ کو نام لے کر مخاطب نہیں کیا گیا۔ اگر اللہ کریم جو کہ خالق ہے وہ اپنے بندے کو اس کا نام لے کر مخاطب نہیں کر رہا تو غلاموں کو بھلا یہ کس طرح زیب دیتا ہے کہ آقا کا نام لیں۔

marfat.com

آنحضرت کے چچا کے وسیلہ سے بارش

یہ ایک مشہور و معروف واقعہ ہے کہ ایک مرتبہ جبکہ حجاز مقدس میں مسلسل کئی برس کی خشک سالی سے قحط پڑ گیا تو لوگوں نے دعائیں کیں مگر بارش کا نام و نشان دکھائی نہ دیا۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک روز سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور دعا فرمائی کہ

> اے اللہ پاک! پہلے ہم تیرے حضور نبی کریم ﷺ کا توسل کیا کرتے تھے۔ ہمیں تو بارش سے نوازتا تھا۔ اب ہم تیرے حضور نبی کریم ﷺ کے چچا کا توسل کرتے ہیں۔ ہمارے کھیت سوکھ چکے ہیں۔ باران رحمت عطا فرما۔

چنانچہ جلد ہی بارش ہوئی۔ اور خشک سالی ختم ہوگئی یہ روایت ان لوگوں کے لئے بھی ایک مثال ہے جو لوگ بزرگان دین کے وسیلہ سے انکار کرتے ہیں اور اس بات کو شرک سے تعبیر کرتے ہیں۔

آنحضرتِ کے روضۂ اطہر کے وسیلہ سے بارش

ابو الجوزا رضی اللہ عنہ دارمی میں روایت رقم کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ مدینہ طیبہ میں بہت سخت قحط پڑا۔ لوگوں نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے عرض کی۔ اور دریافت کیا کہ اے ام المومنین ان حالات میں ہمیں بتائیے کہ ہم کیا کریں۔ جناب سیدہ نے انہیں حکم دیا کہ روضہ رسول کریم ﷺ کو دیکھ کر اس کے مقابل آسمان کی طرف اس میں ایک منفذ کر دو۔ یہاں تک کہ اس کے اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ نہ رہ جائے۔ چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی عمل کیا۔ اس کے ساتھ ہی

marfat.com

بڑے زور و شور سے بارش ہوئی۔

تمام مخلوق سے پہلے آنحضرت کا نور پیدا ہوا

جناب عبدالرزاق نے اپنی مسند میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ میرے ماں، باپ آپ پر قربان ہوں۔ مجھے بتلایئے کہ کائنات میں سب چیزوں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا فرمائی!۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

،اے جابر! اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں سے قبل تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الٰہی سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا۔ اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا نہ بہشت تھی، نہ دوزخ تھی، نہ فرشتہ تھا، نہ آسمان تھا، نہ زمین تھی، نہ سورج تھا نہ چاند تھا نہ جن تھے اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اور مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کئے اور ایک حصہ سے قلم پیدا کیا اور دوسرے سے لوح اور تیسرے سے عرش۔

حضرت ﷺ آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے نبی تھے

احمد، بیہقی اور حاکم نے حضرت عرباض رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کی ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک خاتم النبیین ہو چکا تھا اور آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر میں ہی پڑے تھے۔ یعنی ان کا پتلہ بھی تیار نہ ہوا تھا

آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے الست بربکم کے جواب میں بلیٰ کہا

ابی سہل قطان کی امالی کے ایک جزو میں سہل بن صالح ہمدانی سے روایت

marfat.com

کرتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر محمد بن علی یعنی امام محمد باقر سے پوچھا کہ رسول کریم ﷺ کو سب انبیاء علیہم السلام سے تقدم کیسے ہو گیا۔ حالانکہ آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے یعنی ان کو پشتوں میں سے ان کی اولاد کو عالم میثاق میں نکالا اور ان سب سے ان کی ذات پر اقرار کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔ تو سب سے اول جواب میں بلٰی (کیوں نہیں) حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے ہی کہا۔ اور اسی لیے آپ کو تمام انبیاء سے تقدم ہے۔ گو آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔

آنحضرت کا خاندان سب سے اعلیٰ وافضل ہے

صحیح ترمذی میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ، میں محمد ہوں، عبداللہ کا بیٹا، اور عبدالمطلب کا پوتا۔ اللہ تعالی نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو مجھے سب سے اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا۔ پھر انسانوں میں دو فرقے پیدا فرمائے عرب اور عجم۔ مجھے اچھے فرقے یعنی عرب میں پیدا فرمایا پھر عربون میں کئی قبیلے بنائے تو مجھے سب سے اچھے قبیلے یعنی قریش میں پیدا فرمایا۔ پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھے سب سے اچھے خاندان میں پیدا فرمایا یعنی بنی ہاشم میں۔ پس میں ذاتی طور بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سے اچھا ہوں۔

جبرئیل کا آنحضرت کی افضلیت کا اظہار کرنا

دلائل ابونعیم میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے عرض لیا کہ میں تمام مشارق و مغارب میں پھرا ہوں مگر میں نے کوئی شخص محمد رسول اللہ ﷺ سے افضل نہیں دیکھا۔ اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل

marfat.com

دیکھا۔

حضرت آدم کی پیدائش بھی آنحضرت کی وجہ سے ہوئی

حاکم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے محمد رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک عرش پر لکھا دیکھا۔ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا کہ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

حضرت آدم کی خطا آنحضرت کے وسیلہ سے معاف ہوئی

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بیہقی نے اپنے دلائل میں اور حاکم اور طبرانی نے روایت کیا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو انہوں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا۔ کہ اے میرے پروردگار میں بواسطہ محمد ﷺ درخواست کرتا ہوں کہ میری مغفرت کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدم! تم نے محمد ﷺ کو کس طرح پہچانا! حالاں کہ ہنوز میں نے ان کو پیدا بھی نہیں کیا۔ آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں نے اس طرح پہچانا کہ جب آپ نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح میرے اندر پھونکی تو میں نے سر جو اٹھایا تو عرش کے پائیوں پر یہ لکھا ہوا تھا۔

لا الہ الا للہ محمد رسول اللہ

سو میں نے معلوم کر لیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ ایسے ہی شخص کو ملایا ہوگا جو تیرے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے زیادہ محبوب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے آدم! تم سچے ہو۔ فی الواقع وہ میرے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ پیارے ہیں۔ اور جب تم نے ان کے واسطہ سے مجھ سے درخواست کی ہے تو میں نے تمہاری مغفرت کی۔ اور اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے، تو میں تمہیں بھی پیدا نہ کرتا۔

marfat.com

آدم وحوا کا مہر درود شریف مقرر کیا گیا

ابن الجوزی نے اپنی تصنیف ،صلوۃ الاحزان، میں تحریر کیا ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے حوا علیہا السلام سے قربت کا ارادہ کیا تو انہوں نے مہر طلب کیا۔آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی کہ،اے میرے پروردگار! میں ان کو مہر میں کیا چیز دوں؟ ارشاد باری تعالیٰ ہوا کہ،اے آدم! میرے حبیب محمد بن عبداللہ ﷺ پر بیس مرتبہ درود پاک بھیجو۔ چنانچہ انہوں نے ایسے ہی کیا۔

حضرت ابوبکر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما اہل جنت کے سردار ہوں گے

صحیح ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور ابن ماجہ میں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر اور عمر (رضوان اللہ علیہم اجمعین) بجز انبیاء ومرسلین کے تمام اگلوں اور پچھلوں میانہ عمر والے اہل جنت کے سردار ہوں گے۔

فاطمہ زہرا خواتین کی اور حسنین نوجوانوں کے سردار ہوں گے

صحیح ترمذی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایک فرشتہ آیا ہے۔ یہ فرشتہ اس سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا تھا۔اس نے اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی کہ وہ مجھے سلام کرے اور مجھ کو بشارت دے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام اہل جنت کی خواتین کی سردار ہوں گی اور حسنین کریمین تمام اہل جنت کے جوانوں کے سردار ہوں گے۔

اہل بیت مصطفیٰ سے محبت کرنے کا حکم

صحیح ترمذی میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے اس لیے محبت رکھو کہ وہ تمہیں

marfat.com

کھانے کو نعمتیں دیتا ہے۔ اور مجھ سے محبت رکھو کہ اللہ تعالیٰ سے محبت رکھنے کے سبب ہے۔ اور میرے اہل بیت سے محبت رکھو کہ میرے ساتھ محبت رکھنے کا سبب ہے۔

آنحضرت کے اہل بیت سے محبت باعث نجات

احمد نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اہل بیت کی مثال تم میں ایسی ہی ہے، جیسے نوح علیہ السلام کی کشتی کی۔ جو شخص اس میں سوار ہوا، اس کو نجات حاصل ہوئی۔ اور جو شخص اس سے جدا رہے، ہلاک ہوا۔ یعنی ان کی محبت اور متابعت موجب نجات ہے اور بغض ومخالفت سبب ہلاکت ہے۔

صحیح ترمذی میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑتا ہوں، کہ اگر تم ان کو تھامے رہو گے تو کبھی میرے بعد گمراہ نہ ہو گے۔ ان میں ایک چیز دوسری سے بڑی ہے۔ ایک تو کتاب اللہ۔ کہ وہ رسی ہے آسمان سے زمین تک۔ اور دوسری چیز میری عترت یعنی اہل بیت۔ ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ میرے پاس دونوں حوض پر پہنچیں گے۔ سو! ذرا خیال رکھنا کہ میرے بعد ان دونوں سے کیا معاملہ کرتے ہو۔

ترمذی شریف میں حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عباس رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی شخص کے قلب میں ایمان داخل نہ ہوگا۔ جب تک تم لوگوں سے یعنی میرے اہل بیت سے اللہ اور رسول کے واسطے محبت نہ رکھے۔

marfat.com

صحابہ کرام تمام لوگوں سے افضل ہیں

نسائی شریف میں حضرت سید نا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب کا اکرام کرو۔ کہ وہ تم سب میں بہتر ہیں۔

صحابہ کو ایذا دینا گویا آنحضرت کو ایذا دینا ہے

صحیح ترمذی میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور میرے بعد میرے اصحاب کے بارے میں ان کو نشانہ نہ بنانا۔ جو شخص ان سے محبت کرے گا۔ وہ میری وجہ سے ان سے محبت کرے گا۔ اور جو شخص ان سے بغض رکھے گا وہ میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھے گا۔ اور جو ان کو ایذا دے گا، اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے کا ارادہ کیا اور جس اللہ تعالیٰ کو ایذا دینے کا ارادہ کیا تو بہت جلد اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے گا۔

صحابہ کی خیرات کے ثواب کی افضلیت

صحیحین میں حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے اصحاب کو برا مت کہو۔ کیونکہ اگر تم میں کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے، تب بھی ان صحابہ کے ایک مد (۲ پاؤ) بلکہ نصف مد کو بھی نہ پہنچے گا۔

ابو بکر و عمر کی اقتداء کا حکم

صحیح ترمذی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں اصحاب کی اقتداء کرنا جو میرے بعد (خلفا)

marfat.com

ہوں گے یعنی ابوبکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

صحابہ کی اقتداء سے نجات ملتی ہے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ، میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ جس کی اقتداء کرلو گے۔ ہدایت پاؤ گے، یہ فضیلت بھی آنحضرت ﷺ ہی کے طفیل ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوسکتی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو عقل سلیم رکھتا ہے۔ مذکورہ بالا حدیث کے مطالعہ سے یہ نتیجہ بخوبی اخذ کرسکتا ہے کہ واقعی حبیب خدا، اشرف الانبیاء اور آپ کے خویش واقارب اور اصحاب و آشنا کی شان وعظمت تمام مخلوق سے اعلیٰ وارفع ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بے نظیر و بے مثل انسان ہیں۔ کوئی بھی شخص آپ کے مرتبہ کو نہ تو پہنچ سکا ہے اور نہ ہی پہنچ سکے گا۔

مولانا روم اپنی مثنوی میں کیا خوب بیان فرماتے ہیں ملاحظہ کیجئے۔

کار پاکاں را قیاس از خود بگیر
گرچہ مانند در نوشتن شیر و سیر

ترجمہ: یعنی بزرگوں کے افعال کو اپنے اوپر قیاس مت کرو، اگرچہ دونوں کے ظاہر میں یکساں افعال ہیں جس طرح شیر اور سیر لکھنے میں یکساں ہیں۔

جملہ عالم زیں سبب گمراہ شد
کم کسے نہ ابدال حق آگاہ شد

اکثر لوگ اسی وجہ سے گمراہ ہوگئے ہیں کہ وہ اولیائے کرام کے حالات سے کم واقف ہیں۔

marfat.com

اشقیاء را دیدہ بینا نہ بود
نیک وبد در دیدہ شاں یکساں نمود

شقی لوگوں کو دیدہ بینا میسر نہ ہوئی، اچھے اور برے ان کی نظر میں یکساں نظر آتے ہیں۔

ہمسری بہ انبیاء برداشتند
اولیاء راہمچو خود پندا شتند

اس وجہ سے حضرات نے انبیاء علیہم السلام سے ہمسری کا دعوی کیا اور اولیائے کرام کو اپنی مثل سمجھا۔

گفت اینک مابشر ایشاں بشر
ماؤ ایشاں بستہ خوابیم وخود

کہنے لگے کہ ہم بھی انسان ہیں اور یہ انبیاء بھی انسان ہیں۔ ہم اور یہ دونوں خواب وخورش کے مقید ہیں۔

ایں ندانستند ایشاں از عما
ہست فرقے درمیاں بے منتہا

یہ ان کو کورئی دل سے نظر نہ آیا کہ دونوں کے درمیاں بے انتہا فرق ہے۔

marfat.com

تعظیم مصطفیٰ بزبان قرآن مجید

آنحضرت کی تعظیم کا لازمی حکم

اللہ رب العزت نے مسلمانوں پر آنحضرت ﷺ کی عظمت اور تعظیم کو لازمی قرار دے دیا۔ سورۂ فتح میں ارشاد ربانی ہے کہ

اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا ۝ لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ط

"بے شک ہم نے بھیجا آپ کو (اے محمد ﷺ) گواہ (کہ اپنی امت کے احوال اور جملہ انبیاء کی تبلیغ رسالت پر قیامت کے روز گواہی دیں) اور خوشخبری دینے والے اور ڈر سنانے والے۔ تاکہ تم لوگ ایمان لاؤ۔ اللہ اور اس کے رسول پر اور تعظیم و توقیر کرو رسول اللہ (ﷺ) کی"

آیات بینات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کرنے کا اولین مقصد آپ کی تعظیم و توقیر کروانا تھا۔ جس کو اللہ تعالی نے ایمان کے ساتھ لام علت کے تحت میں بیان فرمایا ہے۔

تعظیم مصطفیٰ کرنیوالے ہی فلاح پائیں گے

آنحضرت ﷺ کی تعظیم و توقیر کے بغیر نجات یعنی فلاح ممکن نہیں۔ اللہ پاک کا ارشاد کلام اللہ شریف میں درج ہے۔ سورۂ اعراف رکوع 9 میں ارشاد ربانی ہے کہ

فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ:

marfat.com

''پس جو لوگ ایمان لائے ہیں ان پر (یعنی محمد ﷺ پر) اور آپ کی تعظیم پر، اور ان کی ہر طرح سے مدد کی، اور ان کی پیروی کی اس نور کی کہ اتارا گیا ان کے ساتھ ہی یعنی کلام اللہ شریف۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو فلاح حاصل ہوگی''

اس آیت شریفہ سے بالکل صاف واضح ہے کہ نبی کریم ﷺ کی تعظیم و کریم کے بغیر فلاح ممکن نہیں ہے، کیونکہ بلاغت کا یہ قاعدہ ہے کہ جب سند پر ضمیر آئے تو وہ حصر کا افادہ کرتی ہے۔ چنانچہ

اُولٰئِکَ ھُمُ الْمُفلِحُونَ

کا مطلب یہ ہوا کہ رستگاری اور نجات و فلاح انہی لوگوں کو حاصل ہوگا جن میں یہ سب صفات موجود ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں تعظیم مصطفیٰ

اللہ کریم علیم و خبیر نے کلام شریف میں کئی ایک جگہ پر نبی کریم ﷺ کے ادب و آداب کے بارے میں تاکیداً ارشاد فرمایا ہے۔ سورۃ النور رکوع 2 میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

وَلَوْلاَ اِذْ سَمِعْتُوْہُ قُلتُم مَّا یَکُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَکَّمَ بِھٰذا ق سُبْحٰنَکَ ھٰذا بُھتان'' عَظِیْم'' ٥یَعِظُکُمُ اللّٰہُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِہٖ اَبَدً اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ٥

''اور ایسا کیوں نہ ہوا۔ کہ جب تم نے اس کو سنا تھا تو بول اٹھتے۔ کہ نہیں لائق ہم کو ایسی بات زبان پر لائیں۔ الٰہی تو پاک ہے۔ یہ تو بڑا بہتان ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت فرماتا ہے۔ کہ آئندہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔

منافقین نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی نسبت ایک ایسی بات مشہور

marfat.com

کردی تھی جس کی حکایت بھی مذموم خیال کی جاتی ہے۔ جب ہر طرف اس کا چرچا ہونے لگا، تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے بھی اس خبر کو حیرانگی سے سنا۔ ہر چند رسول اللہ ﷺ نے اس امر میں نہایت حلم کا مظاہرہ فرمایا، مگر اللہ تعالیٰ کو یہ کب گوارا تھا کہ اپنے حبیب پاک محمد رسول اللہ ﷺ کی ناموس میں کسی قسم کا دھبہ مسلمانوں کے خیال میں لگتا۔ چنانچہ اسی وقت غیرت کبریائی جوش میں آئی اور کمال عتاب سے فرمایا کہ اس خبر کے سنتے ہی تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ یہ تو بہتان عظیم ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ تم بچ گئے۔ ورنہ عذاب شدید میں مبتلا کیے جاتے۔ ارشاد ربانی ہے کہ

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالاٰ خِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْمَآ اَفَضْتُم فِيْهِ عَذَاب" عَظِيْم" ○اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَ فْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْم" وَّتَحْسَبُوْنَه هَيِّنًا وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيم

(سورۃ النور رکوع 2) یعنی اور اگر نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت اور آخرت میں۔ تو تم پر آن پڑتی تو اس کے چرچے کرنے میں کوئی بڑی آفت جب تم اس کو لینے لگے اپنی زبانوں پر اور بکنے لگے اپنے منہ سے ایسی بات جس کی تم کو خبر نہیں اور تم اس کو سمجھتے ہو ہلکی بات حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑی بات ہے۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ جن لوگوں نے یہ غلط خبر اڑائی تھی وہ منافق لوگ تھے۔ جیسا کہ سورہ نور رکوع 2 میں آیا ہے کہ

وَالَّذِىْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَاب" عَظِيْم"

''اور جنہوں نے طوفان کا بڑا حصہ لیا ان میں سے، ان کے لیئے بڑا شدید عذاب (منتظر) ہے''

مفسرین کرام نے اس کی تفسیر میں تحریر کیا ہے کہ اس سے مراد عبداللہ بن ابی

marfat.com

ابن سلول ہے۔ یہ منافقین کا سربراہ تھا۔ مگر اکثر صحابہ کرام یہ تو بحرحال نہ جانتے ہی تھے کہ عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی منافق ہیں۔ کیونکہ آنحضرت ﷺ نے منافقوں کے نام نہیں بتلائے تھے۔ کیونکہ آپ تو اکثر دشمنوں کی بھی پردہداری فرمایا کرتے تھے۔ اگر آنحضرت ﷺ نے منافقوں کے نام بتلا دیئے ہوتے تو سب کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ منافقوں کی ایک چال ہے۔ اور اس میں ان کا منشا اپنی موزیوں کا خبث باطن ہے۔ پھر ان حضرات کے پاس کون سی دلیل تھی۔ جس سے اس خبر کی قطعا تکذیب کر دیتے۔ اور اس عام افواہ کو باطل خیال کرتے۔

اگر نفس خبر کو دیکھئے تو شرفأ اور عرماہر لحاظ سے محتمل صدق و کذب ہے۔ اور اگر مخبروں کے تعداد اور خبر کی شہرت کا لحاظ کیجئے تو دوسری جانب کی ترجیح ہوئی جاتی ہے۔ باوجود اس کے کہ کلام اپنی جوز جرو توبیخ کر رہا ہے کہ اس کی تکذیب میں تامل کیوں نہ کیا۔ پھر اس کے علاوہ یہ سرزنش کہ اللہ تعالیٰ کا فضل تھا جو بچ گئے۔ وگرنہ اس معاملہ میں سخت عذاب نازل ہوتا۔ اس کی کوئی وجہ ظاہر نہیں ہوگی۔ سوائے اس کے کہ پاس ادب میں تساہل کیا گیا۔ کمال ادب وحسن عقیدت کا تقاضا تو یہی تھا کہ کہہ دیتے کہ ازواج مطہرات جن کو ایک خاص نسبت نبی کریم ﷺ کے ساتھ حاصل ہے۔ ان کی شان میں ہم ایسے گمان فاسد ہرگز نہیں کر سکتے۔ اس خبر کی تکذیب کے واسطے یہ ایک قرینہ ایسا کامیاب تھا کہ اس کے مقابل اگر ہزار شہرت بھی ہوتو قابل التفات نہیں۔

اس معاملہ میں اگر دیکھا جائے تو آنحضرت کی خاموشی کسر شان آنحضرت ﷺ کی لازم آتی تھی۔ اسی لیئے ان آیات مبارکہ میں مسلمانوں کی تکذیب کر دی گئی۔ اور اس کے ساتھ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ہمیشہ اس قسم کے امور سے احتراز اور اجتناب کیا کریں۔ اسی لیئے سورہ نور میں آیا ہے کہ

marfat.com

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖ اَبَدًا اِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِيْنَ

''اللہ تعالیٰ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسا کبھی نہ کرنا اگر تم مومن ہو۔

نبی کریم ﷺ کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو''

نبی کریم ﷺ کا پاس ادب اسقدر ملحوظ ہے کہ آپ کی آواز سے بلند آواز کی بھی ممانعت فرمادی گئی۔ سورہ حجرات رکوع 1 میں ارشاد ربانی ہے کہ

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ

''اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بلند مت کیا کرو۔ اور نہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ بہت زیادہ آواز میں بات کیا کروں۔ جیسے زور زور سے باتیں کیا کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارا سب کیا کرایا ہی ضائع ہو جائے۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہونے پائے۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ اب میں رسول اللہ ﷺ سے بات کروں گا کہ جیسے کوئی راز کی بات کرتا ہے۔ اس کے علاوہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ اتنی آہستہ آواز میں بات کرتے تھے کہ آپ کو دوبارہ پوچھنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

عَنْ مُوْسٰى اَنَسٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَفْتَقَدَ ثَابِتَ بْنَ قَيْسٍ فَقَالَ رَجُلٌ'' يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَا اَعْلَمُ لَكَ عِلْمَهٗ فَاَتَاهُ فَوَجَدَهٗ جَالِسًا فِيْ بَيْتِهٖ مُنْكِسًا رَاْسَهٗ فَقَالَ لَهٗ مَا شَاْنُكَ فَقَالَ شَرٌّ'' كَانَ يَرْفَعُ صَوْتَهٗ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ وَهُوَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَخْبَرَهٗ اَنَّهٗ قَالَ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ مُوْسٰى فَرَجَعَ اِلَيْهِ الْمَرَّةَ الْاٰخِرَةَ بِبِشَارَةٍ عَظِيْمٍ

marfat.com

فَقَالَ اذْهَبْ اِلَيْهِ فَقُلْ لَهُ اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ (رواہ البخاری فی التفسیر سورۃ الحجرات)

''موسیٰ بن انس نے انس بن مالک سے روایت ہے کہ ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثابت بن قیس کو تلاش کیا تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ میں آپ کے پاس ان کی خبر لائے دیتا ہوں۔ چنانچہ وہ گئے تو ان کو اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے پایا۔ پوچھا کہ تمہارا کیا حال ہے! ثابت نے کہا کہ برا حال ہے۔ میں اپنی آواز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی رکھا کرتا تھا۔ اس لیئے میرے عمل نابود ہو گئے۔ اور میں دوزخی ہو گیا۔ پھر وہ شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ ثابت رضی اللہ عنہ نے یہ کہا ہے۔ موسیٰ کہتے ہیں کہ وہ شخص ثابت کے پاس دوبارہ گیا اور بہت بڑی بشارت لے کر گیا۔ آپ نے حکم دیا کہ ثابت سے کہہ دو کہ تم دوزخیوں میں سے نہیں بلکہ جنتیوں میں سے ہو۔ (چنانچہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔)

ایک اور حدیث مبارکہ میں یوں آتا ہے کہ

عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ بَشِيْرٍ قَالَ اُسْتَاذَنُ اَبُوْبَكْرٍ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَمِعَ صَوْتَ عَائِشَةَ عَالِيًا فَلَمَّا دَخَلَ تَنَاوَلَهَا لِيَلْطِمَهَا وَقَالَ اَلَا اَرَاكِ تَرْفَعِيْنَ صَوْتَكِ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَعَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْجُزُهُ وَخَرَجَ اَبُوْبَكْرٍ مُغْضَبًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ خَرَجَ اَبُوْ بَكْرٍ كَيْفَ رَاَيْتِنِيْ انقذتُكِ مِنَ الرَّجُلِ قَالَ فَمَلَثَ اَبُوْبَكْرٍ اَيَّامًا ثُمَّ اُسْتَاذَنَ عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَهُمَا قَدِ اصْطَلَحَا فَقَالَ لَهُمَا اَدْخِلَانِيْ فِيْ سِلْمِكُمَا لَمَّا دَخَلْتُمَانِيْ فِيْ حَرْبِكُمَا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ فَعَلْنَا قَدْ فَعَلْنَا (رواہ ابوداؤد فی کتاب الادب)

marfat.com

''حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آنے کی اجازت چاہی اور اتفاقاً حضرت عائشہ کو اونچی آواز سے بولتے ہوئے سنا۔ آپ نے گھر جا کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تھپڑ مارنے کے لیئے پکڑا اور کہا کہ میں تم کو دیکھتا ہوں کہ اپنی آواز رسول اللہ ﷺ سے اونچی رکھتی ہو۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر صدیق کو روکتے رہے اور حضرت ابو بکر خفا ہو کر چلے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جانے کے بعد فرمایا کہ کیوں دیکھا میں نے تم کو کیسے بچالیا۔ نعمان فرماتے ہیں کہ ابو بکر صدیق نے چند یوم توقف کیا اور ایک دن پھر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کی اجازت چاہی۔ اور یہ دیکھا کہ دونوں میں صلح ہو چکی ہے۔ حضرت ابو بکر نے کہا کہ جس طرح آپ دونوں نے مجھے اپنی لڑائی میں دخیل کیا تھا اسی طرح مجھے اپنی صلح میں بھی کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اچھا ہمیں منظور ہے۔ اچھا ہمیں منظور ہے۔''

مقام غور ہے کہ بے ادبی کی بھی فقط یہی بات ہے کہ آقا کی آواز سے اگر کسی صحابی کی آواز اونچی ہو جاتی ہے تو اس کی تمام زندگی کے نیک اعمال اور جانفشانیاں اکارت چلی جاتی ہیں۔ یہ وہی قدسی النسل اصحاب ہیں کہ جن کے ایک عمل کے برابر ہماری ساری زندگی کے اعمال بھی ناکافی ہیں۔ صحیح احادیث مقدسہ میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص کوہ احد کے برابر سونا خیرات کر دے تو پھر بھی کسی صحابی کی ایک مد بلکہ آدھی مد کے برابر نہیں ہو سکتا ہے۔ جس کا وزن پاؤ سیر سے کچھ زیادہ ہوتا ہے۔ پھر اس سزا کو دیکھئے تو یہ وہ سزا ہے جو کافروں کے واسطے مقرر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ سورہ توبہ رکوع 3 میں ارشاد فرماتا ہے کہ

اُولٰئِکَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ٥

marfat.com

''یہ وہی لوگ ہیں کہ اکارت ہو گئے ان کے اعمال اور یہی لوگ ہمیشہ آگ میں رہنے والے ہیں''

آواز اونچی کرنا یا اونچی آواز سے کلام نہ کرنے کا حکم ہونے کا دراصل مقصد کچھ اور تھا۔ یہ فقط ان لوگوں کے لئے تھا جو آپ کے غلام بننے میں فخر محسوس کرتے تھے۔اور جن کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ حکم نازل ہوا ہے کہ اپنی آوازوں کو آقا کے سامنے نیچا رکھیں تو ان کے دل و دماغ دہل کر رہ گئے۔ وگرنہ آنحضرت ﷺ کا حلم تو اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بلند آواز سے بات کرنا تو کیا کافروں نے دندان مبارک کو شہید کر دیا۔ اور طرح طرح کی ایذائیں دیں۔مگر آنحضرت ﷺ نے کچھ نہ کہا۔ بلکہ مزید دعاؤں سے نوازا۔

تواضع کی کیفیت کچھ ایسی تھی کہ بسا اوقات دست بوسی سے بھی منع فرما دیا تھا۔اور یہ ارشاد بھی فرمایا تھا کہ یہ تو عجمیوں کا شیوا ہے، کہ اپنے سلاطین کی دست بوسی کیا کرتے ہیں۔اور میں تو ایک شخص ہوں تمہارے ہی جیسا۔اور تمہی میں سے۔

احادیث کی بے شمار کتابوں میں وارد ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسی تواضع اور اخلاق دوسرے کسی شخص سے ممکن نہیں۔ اور کیونکر ہو سکے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اخلاق تھے جن کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍo

''یقیناً آپ بہت بڑے خلق پر ہیں''

خوش خلقی کا جزو اعظم یہی صفت ہے۔ کیونکہ یہ بات تو تجربہ سے بھی ظاہر ہے کہ جس میں تواضع نہیں ہوتی، وہ شخص خوش خلق نہیں ہوتا۔اور جس شخص کے اخلاق درست ہوتے ہیں اس میں تواضع ضرور ہوتی ہے۔

یقیناً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع اور خوش خلقی کی وجہ سے وہ آداب

marfat.com

جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ متعلق ہیں۔ مسلمانوں کو شرعاً معلوم ہونے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ سوائے اس کے کہ اللہ تعالیٰ خود اپنے کلام پاک میں بیان فرمادے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ کہ اس آیت شریفہ میں ایک ادنیٰ سی بات کا ذکر فرمایا، کہ اگر کوئی شخص آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو پکار کر بات کرے تو اس کے سارے اعمال اکارت اور برباد ہو جائیں گے۔ پس عقل مند کو چاہئیے کہ اس پر قیاس کرے کہ جب ادنیٰ سی بے ادبی اور گستاخی کا انجام یہ ہو تو پھر خیال کریں کہ دیگر گستاخیوں کا حال کیا ہوگا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ فقط اتنی سی گستاخی کی سزا جو اس قدر سخت ٹھہرائی گئی ہے تو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی درخواست نہ تھی۔ بلکہ اس کا منشا صرف غیرت الٰہی تھا۔ کہ اپنے حبیب پاک ﷺ کی کسر شان کسی سے نہ ہونے پائے۔ اس وجہ سے صحابہ کرام ہمیشہ خائف و ترساں رہتے تھے کہ مبادا ہم سے کوئی ایسی بات نہ صادر ہو جائے کہ جس سے غیرت الٰہی جوش میں آجائے۔

اب آپ خود خیال فرمائیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس دنیا سے پردہ فرمایا تو آپ کی محبوبیت میں یا غیرت کبریائی میں کوئی فرق آگیا ہو۔ نعوذ باللہ من ذٰلک۔ کوئی مسلمان تو اس کا قائل ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ صفات الہیہ میں تو کسی قسم کا تغیر ممکن ہی نہیں۔ پس ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس آیت شریفہ

اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ (الحجرات)

''ایسا نہ ہو کہ اکارت ہو جائے تمہارا کیا کرایا۔ اور تم کو خبر بھی نہ ہو''

کو ہمیشہ مدنظر رکھے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ ظاہر و باطن ہی ایسا مؤدب رہے جیسا کہ صحابہ کرام رہتے تھے۔ اور یہ نہ سمجھے کہ صرف آنحضرت ﷺ کے

marfat.com

روبروہی ادب کی ضرورت تھی اور اب نہیں رہی۔ یہ یقین رکھنا لازمی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کا ہمیشہ ہی حامی ہے۔

یاد رکھیں کہ اگر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو صحابہ کرام کا اونچی آواز میں بات کرنا مستوجب سزا ٹھہرایا گیا تھا تو موجودہ حالت میں ہمارے لئے حضور ﷺ کے ذکر میں یا حدیث کے بیان میں بلند آواز سے بولنا اور آپ کی شان ادب کو ملحوظ نہ رکھنا جرم کے مترادف ہوگا۔

نبی کریم سے پیش دستی کی ممانعت

نبی کریم ﷺ سے کسی بھی حالت میں بھی پیش دستی یا سبقت لے جانے کی اجازت نہیں۔ سورۂ حجرات رکوع امیں ارشاد ربانی ہے کہ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ط اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ O

''اے ایمان والو! پیش دستی مت کرو۔ اللہ اور اس کے رسول کے روبرو اور ڈرو اللہ سے۔ بے شک اللہ سنتا جانتا ہے''

شان نزول

واقعہ کچھ یوں پیش آیا کہ بعض اصحاب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے ہی عیدالضحیٰ کی قربانیاں کرڈالیں۔ اس امر کی مخالفت میں یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ گویا ان کو نبی کریم ﷺ پر سبقت کرنے سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔ کہ اے ایمان والو، قربانی نہ کرو تم اپنے نبی سے پہلے۔ اور نہ روزہ رکھو تم نبی کے روزہ رکھنے سے پہلے۔ اس کو حضرت جابر و حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا۔

اس آیت شریفہ کا مقصد محض مسلمانوں کو ادب سکھانا ہے کہ کسی بھی قول و

marfat.com

فعل میں رسول اللہ ﷺ سے پیش دستی نہیں کرنی چاہے۔

آنحضرت کی مجلس میں ذو معنی الفاظ کی ممانعت

اللہ رب العزت چونکہ خود نبی کریم ﷺ کی تکریم کرتا ہے اس لئے چاہتا ہے کہ اس کے حبیب پاک کی سبھی تعظیم وتکریم کریں۔ اور کوئی بھی ذو معنی یا توہین آمیز لفظ استعمال نہ کرے۔ سورۂ بقرہ رکوع 12 میں ارشاد ربانی ہے کہ

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ'' اَلِیْمٌ''O

تفسیر درمنثور میں ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام، آنحضرت ﷺ کی مجلس میں بیٹھ کر آپ کے پند ونصائح سنا کرتے تھے۔ اور جب کوئی بات اچھی طرح سمجھ میں نہیں آتی تھی تو راعنا کہتے تھے۔ یعنی ہماری رعایت کیجئے، اور دوبارہ یعنی مکرر ارشاد فرمایئے۔ یہودی کم بخت بھی یہی لفظ عین کے کسرہ کا اشباع کر کے کہتے تھے۔ راعینا یعنی اے چرواہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ اس بات کو سمجھ گئے۔ اور ان کم بختوں سے کہا کہ اے دشمنان الٰہی۔ اب اگر میں نے تم سے یہ لفظ سنا تو واللہ میں تم کو قتل کر دوں گا۔ وہ بولے کہ تم خود بھی تو یہی کہتے ہو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

جس کے معنی یہ ہیں کہ اے مسلمانو! تم اس لفظ راعنا ہی کو چھوڑ دو۔

(کیونکہ تم تو اچھے الفاظ کے ساتھ ان کا ذکر کرتے ہو۔ مگر مشرکین کو یہی الفاظ دوسرے معنی کے ساتھ الفاظ استعمال کرنے کا موقع مل جاتا ہے۔) لہٰذا تم، انظرنا، کہا کرو۔ اور سنا کرو۔ اور کافروں کے لئے دردناک عذاب ہے۔

ایک بات بڑی قابل غور ہے کہ اگر چہ مشرکین راعنا کی جگہ راعینا دبا کر کہتے

marfat.com

تھے۔ مگر جھوٹ یہ بھی نہ تھا کیونکہ درحقیقت آپ نے بکریاں چرائی ہیں۔ اور فقط آپ پر ہی موقوف نہیں ہر نبی نے بکریاں چرائی ہیں۔ بلکہ اولیائے عظام نے تحریر فرمایا ہے کہ ہر نبی کا داعیٔ غنم ہونا، حکمت الٰہیہ پر مبنی ہوتا ہے۔ تا کہ اس میں راعی امت ہونے کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اہل اسلام تو فقط راعنا کہتے تھے اور مشرکین کے معنی مقصود کا تصور ان کے دل میں نہ تھا۔ پھر ممانعت کیوں۔ اس کی کیا وجہ تھی۔ وجہ فقط یہ تھی کہ گو راعنا اور راعینا میں کسی بھی معنی میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے باعث توہین نہ تھی۔ مگر مشرکین کا اس کو توہین سمجھ کر استعمال کرنا بھی غیرت الٰہی کو گوارا نہ ہوا۔ اور مسلمانوں کی زبان سے ایک ایسے لفظ کا استعمال بھی ناپسندیدہ ٹھہرایا گیا۔ جو اگر چہ کسی بھی پہلو سے موجب اہانت نہیں، مگر کفار کے اختیار کردہ لفظ کے ساتھ اس کو لفظی اشتراک ہے اور آنحضرت ﷺ کے لئے کمال رعایت وادب ہے۔

حالانکہ اہل اسلام تو اس لفظ کو قطعاً نیک نیتی سے تعظیم کے محل میں استعمال کیا کرتے تھے، مگر چونکہ دوسری زبانوں میں اس کا استعمال توہین کی غرض سے تھا۔ اس لئے باری تعالیٰ عزوجل نے اس کے استعمال سے مطلقاً منع فرما دیا۔ اب یہاں ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جس لفظ میں کنائیۃً بھی ناشائستہ توہین مراد نہ تھی بلکہ دوسری زبان کے لحاظ سے اس کا استعمال ناجائز ٹھہرا تو وہ الفاظ ناشائستہ جس میں صراحۃً کسر شان ہو بھلا کیونکر جائز ہوں گے۔ اگر کوئی کہے کہ مقصود ممانعت سے یہ تھا کہ یہود اس کو استعمال نہ کریں تو یہ بھی ہو سکتا ہے مگر اس میں شک نہیں کہ نہ ہی صراحۃً خاص مومنین کو ہوئی۔ جن کے نزدیک یہ لفظ محل تعظیم میں مستعمل تھا۔ اس میں نہ یہود کا ذکر ہے۔ نہ ان کی لغت کا۔ اگر صرف یہی چاہے ہوتا تو ان کی دیگر شرارتوں کے ساتھ یہاں بھی ذکر ہو جاتا۔ صرف مومنین کو مخاطب کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کے الفاظ کو

marfat.com

نیک نیتی سے بھی استعمال کرنا درست نہیں۔ پھر اس کی سزا یہ ٹھہرائی گئی کہ جو شخص یہ لفظ کہے خواہ کافر ہو یا مسلمان اس کو قتل کر دیا جائے۔ بالفرض اگر کوئی مسلمان بھی یہ لفظ کہتا تو اس وجہ سے کہ وہ حکم عام تھا بیشک مارا جاتا اور کوئی نہ پوچھتا کہ تم نے کیسے کیا مراد لی تھی۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ایسے الفاظ جو خاص توہین کے محل میں مستعمل ہوتے ہیں۔ بھلا وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت استعمال کرنا خواہ صراحتہً ہوں یا کنائیۃً کس درجہ قبیح اور مذموم ہوں گے۔ اگر صحابہ کرام کے روبرو جن کے نزدیک راعنا کہنے والا مستوجب قتل تھا۔ کوئی اس قسم کے الفاظ کہتا تو کیا اس کے قتل میں کچھ تامل ہوتا۔ یا یہ تاویلات باردہ مفید ہوسکتی ہیں۔ ہرگز نہیں مگر اب کیا ہوسکتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اس زمانے کو یاد کر کے اپنی بے بسی پر رویا کریں۔ اب وہ پرانے خیالات والے پختہ کار لوگ کہاں۔ جن کی حمیت نے اسلام کے جھنڈے مشرق و مغرب میں نصب کر دیئے تھے۔

ان خیالات کے جھلملاتے ہوئے چراغ کو آخری زمانے کی ہوا دیکھ نہ سکی۔ غرض میدان خالی پاکر جس کا جی چاہتا ہے کمال جرات کے ساتھ کہہ دیتا ہے۔ پھر اس دلیری کو دیکھئے کہ وہ گستاخیاں اور بے ادبیاں جو قابل تصور تھیں انہی پر ایمان کی بنیاد قائم کی جارہی ہے۔ جب ایمان یہ ہو تو بے ایمانی کا مضمون سمجھنے میں البتہ غور و تامل درکار ہے۔

نبی کریم ﷺ کو نام لے پکارنے کی ممانعت

سابقہ قومیں اپنے نبیوں کو ان کے ناموں سے پکارا کرتیں تھیں۔

چند آیات ملاحظہ فرمائیں۔

marfat.com

۱) اسباط نے کہا۔

یٰمُوْسٰی لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰی طَعَامٍ وَّاحِدٍ (البقرہ رکوع ۷)

''اے موسیٰ ہم ہرگز نہ رہیں گے ایک (قسم کے) کھانے پر''

۲) حواریوں نے کہا۔

یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ هَلْ یَسْتَطِیْعُ رَبُّکَ اَنْ یُّنَزِّلَ عَلَیْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ (المائدہ رکوع ۱۵)

''اے عیسیٰ بن مریم! کیا تمہارے پروردگار سے ہو سکے گا کہ ہم پر آسمان سے بھرا خوان اتارے''

یہ فقط دو مثالیں تھیں۔ مگر آپ ملاحظہ فرمائیں کہ اللہ رب العزت نے اپنے حبیب پاک کی تعظیم وتوقیر کے لئے نبی کریم ﷺ کی امت کو آپ کا نام لے کر مخاطب کرنے سے منع فرما دیا۔ سورہ نور رکوع ۹ میں ارشاد ربانی ہے کہ۔

لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَاءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا ۞

''(اے مسلمانو!) رسول کریم کے بلانے کا وہ طریقہ اختیار مت کرو جیسا کہ آپس میں تم ایک دوسرے کو بلایا کرتے ہو''

تفسیر درمنثور میں رقم ہے کہ ابو نعیم نے روایت کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں کی کہ، پہلے لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد اور یا ابا القاسم یعنی آپ کے نام وادریا پھر صرف کنیت کو ہی استعمال کیا کرتے تھے۔ مگر اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کی خاطر نام لے کر پکارنے سے سب کو ہی منع فرما دیا۔

اب آپ خود غور فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتکریم کی خاطر جب حکم نازل ہو گیا تو پھر آپ ﷺ کو سب لوگ ہی یا رسول اللہ صلی اللہ

marfat.com

علیک وسلم ہی کہہ کر مخاطب کرتے۔ یہ حکم فقط عام لوگوں تک ہی محدود نہ تھا بلکہ ازواج مطہرات بھی اس حکم میں شامل تھیں حالانکہ یہ بہت ہی قریبی رشتہ ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی احادیث میں آیا ہے کہ آپ کو آپ کی صاحبزادیاں بھی یارسول اللہ ﷺ کہا کرتیں تھیں۔ اسی طرح دیگر رشتہ دار جن میں آپ کے پیارے چچا سید الشہدا، اسد اللہ، اسد الرسول حضرت سید امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بھی آپ کو پیارے بھتیجے یا نام لینے کی بجائے یارسول اللہ ﷺ کہہ کر مخاطب فرماتے تھے۔

، یہاں تک کہ کلام اللہ شریف میں ایک جگہ کچھ یوں ارشاد ربانی ہے کہ

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ ۝ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ

''یعنی آپ دنیا میں کسی مرد کے باپ نہیں ہیں بلکہ آپ تو صرف اللہ کے رسول ہیں''

س آیت شریف سے معلوم ہوا کہ آپ کے ساتھ کسی کا کوئی رشتہ نہیں رہ گیا تھا ماسوائے اللہ کے رسول کا۔ بعض علمائے کرام نے تو یہ بھی تحریر کیا ہے کہ اگر آپ کے والدین میں سے کوئی زندہ ہوتا تو وہ بھی آپ کو یارسول اللہ ہی کہتا۔ کیونکہ جب آپ کے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ آپ کو یہ بتلانے کے لئے آئے کہ انہوں نے ابو جہل سے آپ کی بے عزتی کا بدلہ لے لیا ہے تو مخاطب یوں ہی کیا تھا کہ، یا محمد، مگر جیسے ہی اسلام قبول کیا تو یہ طرز تخاطب، یارسول اللہ، میں تبدیل ہو گیا۔

یہ ہے وہ عزت، وہ تکریم، وہ تعظیم اور وہ عظمت جو حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ کریم نے عطا فرمائی اور انہی وجوہات کی بنا پر آپ تمام انبیاء علیہم السلام سے ممتاز ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی تعظیم کی خاطر حکم دے دیا کہ میرے پیارے حبیب کو ان کا نام لے کر مت مخاطب کیا کرو۔ تب سے ہی صحابہ کرام اور صحا

marfat.com

بیات (جن میں آپ کے دوست، چچا، پھوپھیاں، ازواج، بنات اور دیگر عزیز ورشتہ دار شامل ہیں) نے آپ کو یا نبی اللہ اور یا رسول اللہ کہہ کر مخاطب کرنا شروع کر دیا۔ مقصود تو یہی تھا کہ سب لوگ آنحضرت ﷺ کو نہایت عجز و نیاز کے ساتھ مخاطب کیا کریں۔ اسی سے تو آنحضرت ﷺ کی تعظیم وعظمت وتکریم ظاہر ہوتی ہے۔

کلام اللہ شریف میں دیگر انبیاء کی طرح آنحضرت کو نام لے کر مخاطب نہیں کیا

اللہ تعالیٰ عزوجل کو رسول کریم ﷺ کا نام لے کر پکارنا بھی سخت ناگوار گزرا اور فرمادیا کہ میرے محبوب کا نام لینا بھی بے ادبی میں داخل ہے۔ علمائے کرام کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا نام مبارک لے کر مخاطب کرنا نہ صرف یہ کہ منع ہے بلکہ حرام ہے۔ واقعی بات بھی درست ہے کہ جب اللہ تعالیٰ، رسول پاک ﷺ کو نام لے کر نہیں مخاطب کر رہا تو پھر غلاموں کی کیا مجال ہے کہ آقا کا نام لے کر مخاطب کریں۔

ایک بہت بڑی حقیقت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پورے کلام اللہ شریف میں آنحضرت ﷺ کو آپ کے ذاتی نام سے کہیں بھی کسی بھی جگہ مخاطب نہیں کیا۔ بلکہ جب بھی کسی جگہ مخاطب کرنا مقصود ہوا تو آپ کی ذاتی صفات کمالیہ سے ہی مخاطب کیا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ مالک ہے خالق ہے اور آنحضور ﷺ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا فرمایا ہے۔ مگر کلام اللہ شریف جو کہ اللہ تعالیٰ کی ہی کتاب ہے اس میں بھی نام لے کر مخاطب نہ کرنا بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال درجہ کی عظمت اور بزرگی معلوم کرانا منظور تھا۔

کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک

marfat.com

سوائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب انبیاء کرام کو نام لے کر مخاطب فرمایا۔

حضرت آدم علیہ السلام کو اس طرح مخاطب کیا کہ

یا آدم اسکُنْ اَنتَ وزوجُکَ الجنّۃَ (البقرہ رکوع 4، اعراف رکوع 2)

''اے آدم! رہو تم اور تمہاری بیوی جنت میں''

۲) حضرت نوح علیہ السلام کو اس طرح مخاطب فرمایا کہ

ینُوحُ اھبِطْ بِسَلٰمٍ مِنّا (ہود رکوع 4)

''اے نوح اترو سلامتی کے ساتھ ہماری جانب''

۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس طرح مخاطب فرمایا۔

یا اِبرَاھِیمُ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْیَا (الصفت ع 3)

''اے ابراہیم! بے شک آپ نے اپنا خواب سچا کر دکھلایا''

۴) حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یوں مخاطب فرمایا

یمُوسٰی اِنّیٓ اَنَا رَبُّکَ فَا خْلَعْ نَعْلَیْکَ (طٰہٰ ع 1)

''اے موسیٰ! میں ہوں تیرا رب، تو آپ اتار دیجئے اپنی جوتیاں''

۵) حضرت عیسیٰ کو اس طرح مخاطب فرمایا کہ

یعِیسٰی اِنّیْ مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (آل عمران رکوع 6)

''اے عیسیٰ! میں دنیا میں تیرے رہنے کی مدت پوری کروں گا اور تجھ کو اٹھاؤں گا اپنی طرف''

۶) حضرت داؤد علیہ السلام کو اس انداز میں یاد فرمایا۔

یا دَاوٗدُ اِنّا جَعَلْنٰکَ خَلِیفَۃً فِی الْاَرْضِ (ص، ع 2)

''اے داؤد ہم نے تمہیں اپنا نائب ملک میں بنایا ہے''

۷) حضرت زکریا علیہ السلام کو یوں پکارا۔

marfat.com

يَا زَكَرِيَّا اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمِ اِسْمُهٗ يَحْيٰى (مریم ع 1)

''اے زکریا ہم آپ کو ایک لڑکے کی خوشخبری سناتے ہیں جس کا نام یحییٰ ہے''

۸) حضرت یحییٰ علیہ السلام کو اس طرح پکارا۔

يَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ (مریم ع 1)

''اے یحییٰ! پکڑلو کتاب (یعنی توریت) کو مضبوطی سے''

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ تمام نبیوں کو تو نام لے لے کر مخاطب فرمایا گیا۔ مگر جب باری آئی اپنے حبیب کو مخاطب کرنے کی تو خطابات بھی نرالے اور القابات بھی نرالے۔ جن میں محبوبیت اور پیار کا اظہار ہوتا ہے۔ جس سے اس بات کی دلیل بھی ملتی ہے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ عالیہ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی بندہ بھی محبوب، پیارا اور عزت و توقیر والا نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کلام اللہ شریف میں مخاطب کیا تو یوں کیا۔

(۱) يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ (احزاب)

''اے نبی! ہم نے آپ کو رسول کہا''

(۲) يَا يُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ط (مائدہ ع 10)

''اے رسول! پہنچا دیجئے وہ احکامات جو آپ پر نازل کیے گئے آپ کے رب کی طرف سے''

(۳) يَا يُّهَا الْمُزَّمِّلُ o قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلاً o نِصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلاً o اَوْ زِدْ عَلَيْهِ (مزمل)

''اے چادر اوڑھنے والے! کھڑے رہیئے رات کو (عبادت کے لئے) مگر کسی رات کو نہ بھی (کھڑے) ہو۔ آدھی رات کھڑے رہنے (عبادت کے لئے) یا اس سے بھی کم کر لیجئے یا آدھی سے کچھ زیادہ بڑھا دیجئے''

marfat.com

(۴) یا یُّھَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ ۝ وَرَبَّکَ فَکَبِّرْ ۝ (مدثر)

''اے کمبلی اوڑھنے والے! اٹھ کھڑے ہو۔ لوگوں کو ڈراؤ۔ اور اپنے رب تعالیٰ کی کبریائی بیان فرماؤ''

(۵) یٰسٓ ۝ وَالْقُرْآنِ الْحَکِیْمِ ۝ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ (یٰسٓ)

''اے سردار! قسم ہے قرآن محکم کی۔ بے شک آپ رسولوں میں سے ہیں''

(۶) طٰہٰ مَا اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰی (طٰہٰ)

''اے چودھویں کے چاند! ہم نے آپ پر قرآن کریم اس لیے نہیں اتارا کہ آپ مشقت اٹھالیں''

حاصل مطالعہ یہ ہے کہ جب کبھی کوئی بادشاہ یا حکمران اپنے تمام امیروں اور وزیروں کو تو ان کے ناموں سے مخاطب کرے مگر ایک خاص کو یوں مخاطب کرے کہ اے مقرب خاص، اے نائب سلطنت، اے صاحب عزت، اے وزیروں کے وزیر۔ تو کیا کوئی یہ شک کرسکتا ہے کہ وہ وزیر امیران سب میں زیادہ صاحب عزت و تکریم ہے۔

اللہ کریم کا نبی کریم کے ذاتی نام کی بجائے صفاتی نام کیوں لیئے نعت گوئی در قرآن مجید۔

خطاب وصفی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوتی ہے کہ کلام اللہ شریف میں گویا ایک قسم کا التزام نعت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا گیا ہے۔ اس لئے کہ ظاہر ہے کہ مقصود ندا سے یہی ہوتا ہے کہ منادی اپنی ذات سے ندا کرنے والے کی طرف متوجہ ہو۔ تو چاہیئے کہ ندا ان الفاظ کے ساتھ ہو، جو منادی کی ذات پر دلالت کریں۔ اس مقصود کے پورا کرنے میں حکم یعنی نام درجہ اول میں خیال کیا جائے

marfat.com

گا۔ کیونکہ اصلی غرض اس سے یہی ہے کہ ذات پر دلالت کرے۔ پھر کسی خاص صفت کے ساتھ ندا جو جائز ہے، اس کی وجہ یہی ہوگی کہ اس سے ذات پر دلالت ہو جاتی ہے۔ جو اس مقام پر مقصود بالذات ہے۔ ورنہ معنی وصفی جو زائد علی الذات اور متقضی نکارت ہیں۔

اس کو ندا کے ساتھ جو متقضی تعین ہے۔ کوئی مناسبت نہیں۔ بہر حال منادی کا اسم علم ذکر نہ کر کے اوصاف جو اوپر ذکر کیے جاتے ہیں۔ وہاں دو مقصود پیش نظر ہوتے ہیں۔ ایک توجہ منادی اور دوسری توصیف۔ اگرچہ باعتبار ندا کے توصیف ایک امر زائد ہے۔ لیکن اس وجہ سے کہ قصداً صاف ذکر کیے جائیں۔ اس طرح توصیف بھی وہاں ایک امر مستقل اور مقصود بالذات ہو جاتی ہے۔

اب ان سب باتوں کو یوں خیال فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اوصاف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ندا (مخاطب) کے ساتھ ذکر کیے ہیں۔ اگرچہ وہاں ندا مقصود بالذات ہے مگر خاص اوصاف ہی کو ذکر کرنے سے معلوم ہوا کہ نعت بھی ایک مقصود اصلی اور مستقل ہے۔ ورنہ مثل دیگر انبیاء علیہم السلام کے ناموں کے پکارنے کے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی نام لیکر ندا فرماتا۔ پھر تمام کلام اللہ شریف میں یہ التزام کیا گیا ہے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کس قدر نعت شریف کا اہتمام منظور ہے۔

نعتیہ اشعار کے جواز کے ثبوت

مواہب اللدنیہ اور شرح زرقانی میں تحریر ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعدی رضی اللہ عنہ کو اس وقت دعا دی جب انہوں نے ایک طویل قصیدہ پڑھا۔ حضرت نابغہ جعدی رضی اللہ عنہ نے آقائے نامدار کے روبرو ایک طولان قصیدہ پڑھا جس کے اشعار دو سو کے قریب تھے۔ وہ ان اشعار پر پہنچے

marfat.com

وَلا خَیرَ فِیْ حِلمٍ اِذالَمْ یَکُنْ لَہٗ   بَوادِرُ تَحمِیْ صَفوَہٗ اَنْ یُّکدَرا

وَلا خَیرَ فِیْ عِلمٍ اِذا لَمْ یَکُنْ لَہٗ   حَلِیمٌ'' اِذا ما اَوْرَ داہُ مُرا صدرا

''حلم میں خیر نہیں ہو سکتی جب تک اس کے ساتھ حدت غضب ہو جو اس کو بچائے اس کے صافی کو مکدر ہونے اور ہم میں خیر نہیں ہے جب تک علم والا ایسا حلیم نہ ہو کہ اگر کوئی امر پیش آئے تو اپنے آپ کو مہلکوں سے روکے''

آقائے نامدار ﷺ نے ان اشعار کو سماعت فرمایا تو دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کی مہر کو نہ توڑے یعنی دانت نہ گریں اور منہ کی رونق نہ بگڑے۔

راوی کہتے ہیں کہ جعدی رضی اللہ عنہ نے ایک سو برس یا اس سے بھی زیادہ عمر پائی۔ مگر ان کے تمام دانت صحیح سلامت تھے۔ اگر کوئی دانت ٹوٹ جاتا یا گر جاتا تو اس کی جگہ ایک نیا دانت نکل آتا۔ کرز ابن اسامہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے نابغہ جعدی کے دانت دیکھے وہ تو اوروں سے زیادہ سفید تھے۔ یہ تھا اثر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا۔

حالانکہ جن اشعار پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوش ہو کہ دعا دی تھی۔ وہ بظاہر عام سی بات تھی۔ یعنی حلم کے ساتھ غضب اور علم کے ساتھ حلم ہونا چاہئے۔ لیکن چونکہ صحابہ کرام پر یہ بات ظاہر تھی کہ جیسے آنحضرت ﷺ سے یہ اعلیٰ وجہ الکمال یہ صفات ظہور میں آتیں ہیں۔ دوسروں سے ظہور میں آ ہی نہیں سکتیں۔ اس لئے شاعر نے گو صراحتہ مصداق تعین نہ کیا، لیکن مقصود سے توصیف نبی کریم ﷺ ہی تھی۔ جس کو حسب قول مشہور الکنائیہ ابلغ عن الصراحیتہ پیرایہ حکمت میں بیان کیا۔ چنانچہ اگر دیکھا جائے تو ان دونوں اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اس طرح بیان کی گئی گویا ان صفات میں کوئی آنحضور ﷺ کا شریک نہیں ہو سکتا۔

۲)   مواہب اللدنیہ میں مروی ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ

marfat.com

عنہ کو آنحضرت ﷺ نے اس وقت دعا دی جب وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ طیبہ میں داخل ہو رہے تھے تو انہوں نے آقائے نامدار سے عرض کیا کہ۔

،کیا مجھے اجازت ہے کہ میں آپ کی مدح میں کچھ عرض کروں،

آنحضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

،ہاں ضرور کہئے! اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کی مہر نہ توڑے۔

(یعنی منہ کی رونق نہ بگڑے)

چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک قصیدہ عرض کیا۔جس کے صرف چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَفِیْ مُسْتَوْدَعٍ حَیْثُ یُخْصَفُ الْوَرَقْ

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ بَشَرٌ'' اَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ'' وَّلَا عَلَقْ

ترجمہ۔ پہلے اس کے خوش تھے آپ سایوں میں اور اس ودیعت گاہ میں جہاں ملائے جاتے تھے۔یعنی آدم وحوا علیہا السلام کے اجسام پر۔

اس میں اس آیت شریفہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَطَفِقَا یَخْصِفَانِ عَلَیْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ

اور وہ اترے آپ شہروں میں کہ نہ بشر تھے آپ اور نہ مضغۃ

بَلْ نُطْفَةٌ'' تَرْکَبُ السَّفِیْنَ وَقَدْ اُنْجَمَ نَسْرًا وَّاَهْلَهُ الْغَرَقْ

بلکہ نطفہ تھے کہ سوار تھے کشتی میں اس حالت میں کہ لگام دی تھی غرق نے نسر کو (جو کہ ایک بت تھا) اور اس کے پوجنے والوں کو۔یعنی جب طوفان کا پانی ان کے منہ میں داخل ہوا تھا۔

وردت نارا بخلیل مکتتما فی صلبه انت کیف تحترق

اور آپ خلیل اللہ کی پشت میں مخفی ہو کر آگ میں گئے۔ پھر بھلا وہ کیونکر جل سکتے تھے۔

marfat.com

وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورک الافق

فنحن فی ذلک الضیاء وفی النور وسبل الرشاد نخرق

واضاء منک الوجود نور سنا وفاح مسکا و نشرک العبق

ترجمہ۔اور جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے نور سے زمین اور آسمان روشن ہو گئے۔ ہم اسی روشنی اور نور میں ہیں۔اور ہدایت کے راستے طے کیا کرتے ہیں اور کل وجود آپ سے روشن ہو گیا اور مہک گیا ہے۔جیسے مشک مہکتا ہے آپ کی خوشبو پائیدار ہے۔

۳) اخلاقی نظم وضبط سے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوا کرتے تھے۔صحیح مسلم میں سیدۃ النساء عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ

عَنْ عَائِشَه قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم یَقُوْل لِحَسَّان اِنَّ رُوحَ الْقُدُسِ لَا یَزَالُ یُؤَیِّدُکَ مَا نَا فَحتَ عَنِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه وَقَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم یَقُوْلُ هَجَاهُمْ حَسَّان'' فَشَفٰی وَاشْتَفٰی (رواہ المسلم)

آپ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حسان رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے سنا کہ جبرائیل علیہ السلام تمہاری تائید کرتے ہیں۔جب تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف سے مقابلہ کرتے ہو۔اور فرمایا حسان رضی اللہ عنہ نے کفار کی ہجو کی جس سے شفا دی مسلمانوں کو اور خود بھی شفا پائی یعنی سب کی تشفی ہوئی۔

جبرائیل کی حسان بن ثابت کی تائید اصل میں اسی وجہ سے تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اشعار پسند تھے۔اسی لئے آنحضور ﷺ حسان رضی اللہ عنہ کے لیے مسجد نبوی میں منبر رکھوایا کرتے تھے یعنی ایک عمدہ مقام ان کو عطا فرماتے تھے کہ وہ اس پر نمایاں ہو کر بیٹھیں اور اشعار یعنی نعت رسول مقبول سنائیں۔

حضرت کعب اور حضرت ابن رواحہ کو اگر یقین نہ ہوتا کہ نعتیہ اشعار کے

marfat.com

پڑھنے کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے ہیں تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو اور حرم کعبہ میں نعتیہ اشعار پڑھنے میں کبھی مباردت نہ کرتے۔

حضرت ابوایوب سختیانی کا عشق رسول مقبول

حضرت ابوایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کے عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت علامہ قاضی فیاض رحمتہ اللہ علیہ کی شفا میں یوں تحریر ہے۔

قال مالک رحمه الله وقد سئل عن ابی ایوب السختیانی ماحدثتکم من احد الا وایوب افضل منه وقال وحج حجتین فکنت ارمقه ولا اسمع منه غیر انه کان اذا ذکر النبی صلی الله علیه وسلم بکی حتی ارحمه فلما رایت منه مارایت کتبت عنه.

ترجمہ۔ کسی نے حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ سے دریافت کیا کہ ابوایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کیسے تھے۔آپ نے فرمایا کہ میرے اساتذہ میں جن کی روائتیں آپ نے مجھ سے سنی ہیں۔ان سب میں سے وہ افضل ہیں۔انہوں نے دو حج کئے۔اور میں ان کا حال دیکھا کرتا مگراس دوران ان سے کوئی روایت نہ لی۔مگران کی حالت یہ تھی کہ جب بھی آنحضرت ﷺ کا ذکر کرتے تو اس قدر روتے کہ مجھے ان کے حال پر رحم آجاتا۔جب متواتر ان کا یہ حال دیکھا تو ان کی شاگردی اختیار کرلی اور ان کی زبانی احادیث لکھ لیں''

مقام غور وفکر ہے کہ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابوایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کی کس حالت کو اپنے دیگر تمام اساتذہ کرام سے حد درجہ اعلیٰ وارفع خیال فرمایا کہ ان کا ذکر اس قدر ادب واحترام سے فرمایا۔اور یہی وہ بات ہے کہ ہمیں تمام محدثین اور اکابرین میں دکھائی دیتی ہے یعنی حب رسول کریم اور حب رسول کریم

marfat.com

کے داعیان کی عزت وتکریم۔ یعنی جب حضرت امام مالک نے یہ دیکھا کہ حضرت ابو ایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کبھی بھی غلط حدیث بیان ہی نہیں کر سکتے۔ کیونکہ تھوڑا سا غور کرنے سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ حضرت سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کے دل کی کیفیات کیا ہوں گی اور کس درجہ کی عظمت ومحبت۔ اور یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے کہ کون کون سی چیزیں ہوں گی جو ان کے قلب مبارک پر اپنا تسلط جما لیتی ہوں گی۔

اسی وجہ سے ان کی یہ کیفیت یا حالت پیدا ہو جاتی تھی۔ اور لازمی بات ہے کہ یہ کیفیت اسی ذکر مبارک کا اثر تھا جو مسلمانوں میں علیٰ حسب مرتبہ ایمان کو تازہ کرتا ہے۔ اب آپ غور فرمائیے کہ ایک طرف تو حضرت سختیانی کی حب رسول کریم اور دوسری طرف اسی حب رسول کو دیکھا کہ امام مالک کا ابو ایوب سختیانی کا گرویدہ ہونا۔ جبکہ آج کل تو ایسے ایسے طبقات معرض وجود میں آچکے ہیں کہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر مبارک کی پاک مجالس کو بھی روکنے کی تدابیر کرتے رہتے ہیں۔ فقیر پلید ان کے حق میں یہی دعا کر سکتا ہے کہ اللہ علیم وخبیر ان کو سیدھا راستہ دکھائے۔ اور ان کے دلوں میں مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارفع مقام دینے کی توفیق عطا فرمائے۔

قرآن کریم میں نبی کریم کو گھر میں آواز دینے پر پابندی

اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝ وَلَوْ اَنَّھُمْ صَبَرُوْا حَتّٰی تَخْرُجَ اِلَیْھِمْ لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ ط (حجرات رکوع 1)

"جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں۔ وہ اکثر بے عقل (اور بے وقوف) ہیں۔ اور اگر وہ صبر کر لیتے۔ یہاں تک کہ آپ خود ہی باہر تشریف لے آتے تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا"

مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں یوں تحریر فرمایا ہے کہ قبیلہ بنو

marfat.com

تمیم کے چند لوگ رسول کریم ﷺ سے ملاقات کرنے کے لئے دوپہر کے وقت مدینہ طیبہ حاضر ہوئے۔ یہ وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قیلولہ کا تھا۔ مگر اس کے باوجود انہوں نے حجرہ پاک کے باہر آوازیں دیں کہ، یا محمد ﷺ ذرا باہر تشریف لائیے۔ انہی لوگوں کی بابت کلام اللہ شریف میں یہ آیت نازل ہوئی۔

یہ تعلیم انسانوں کو اور تو کوئی نہیں دے رہا بلکہ اللہ تعالیٰ جو کہ سب جہانوں کا مالک اور خالق ہے دے رہا ہے۔ جیسا کہ حاکم وقت یا کسی بادشاہ کو پکارا نہیں جا سکتا تا آنکہ وہ ازخود دربار سے باہر نہ آجائے۔ اس آیت مبارکہ کا منشا بھی یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ عام لوگوں جیسے نہیں ہیں کہ جس شخص کو ان سے کوئی کام ہو تو وہ آوازیں دینے لگیں اس آیت شریفہ کو پڑھ کر بھی نادان لوگوں کا یہ خیال ہے کہ آنحضرت ﷺ عام لوگوں جیسے ہیں ایسے ہی لوگوں کے بارے میں اس آیت مبارکہ میں وارد ہوا ہے کہ

اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○

یعنی اکثر ان میں بے عقل لوگ ہیں۔

جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو بے عقل کہا جو تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا پاس نہیں کرتے تھے۔ حالانکہ کوئی ظاہری سبب تو نہ تھا نہ تو دیوانے تھے نہ ہی ان کے دماغوں میں کسی قسم کا کوئی فتور تھا۔ اور دیکھا جائے تو ان لوگوں کا شمار بڑے سیانے اور مدبر لوگوں میں ہوتا تھا اسی لئے تو وہ اپنے قبیلے سے منتخب کر کے بھیجے گئے تھے۔ ان میں سے کئی ایک تو معروف شاعر تھے اور اپنی شاعری کے جوہر دکھلانے کے لئے آئے تھے۔ کئی ایک ان میں سے مایہ ناز خطیب تھے۔ مگر اللہ کریم علیم وخبیر ان کو بے عقل بتلا رہا ہے تو معلوم یہ ہوا کہ بھلے کوئی شخص کتنا بڑا اور مدبر ہی کیوں نہ ہو اگر وہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ سے عاری ہے تو اس کی ساری علمیت اور تدبر بیکار ہے۔

بات دراصل یہ ہے کہ جب تک کسی کی عقل میں فتور نہ آئے وہ اپنے

marfat.com

بزرگوں کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کرسکتا ہے بلکہ خود کو بزرگوں سے کمتر ہی گردانتا ہے اس لئے اس جماعت پر بے عقلی کا اطلاق ہوا کہ وہ لوگ بارگاہ رسالت مآب میں بے ادبی سے پیش آئے اور اس کے علاوہ ایک بات اور بھی تھی کہ انہوں نے آقائے نامدار کو ''یا محمد'' کہہ کر پکارا اب آپ خود غور فرمائیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو کہ ہمارے آقا و مولا کا خالق ہے۔مگر وہ خود بھی آپ کو ''یا محمد'' کہہ کر نہیں مخاطب کرتا بلکہ صفاتی ناموں سے مخاطب کرتا ہے۔تو پھر خالق کائنات کیسے یہ برداشت کرسکتا ہے کہ جس کی تکریم باری تعالیٰ خود کرتا ہے تو عام لوگ اسی شخصیت کے ساتھ بے ادبی کے ساتھ پیش آئیں۔

یہی تو وہ تعظیم تھی کہ حضرت عباس وامیر حمزہ رضی اللہ عنہما جو کہ آپ کے سگے چچا تھے۔مگر قبول اسلام کے بعد ان دونوں بزرگوں نے آنحضرت ﷺ کو پیارے بھتیجے نہیں بلکہ ہمیشہ یہی کہا کہ ''یا رسول اللہ'' یہی حال تو مکہ اور مدینہ کے دیگر بزرگوں کا تھا مگر قبول اسلام کے بعد ان سب نے آنحضرت ﷺ کو صرف اور صرف یا رسول اللہ کہہ کر مخاطب کیا۔ بلکہ عام طور پر ایک فقرہ اور بھی شامل کرلیا کرتے تھے کہ ''اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان حد تو یہ ہے کہ امہات المومنین جو کہ آنحضرت ﷺ سے از حد قریب تھیں وہ بھی آپ ﷺ کو ''یا رسول'' کہا کرتیں تھیں۔ پھر اللہ تبارک نے ان لوگوں کو جو کہا کہ یہ بے عقل لوگ ہیں تو بالکل سچ ہی تو کہا کہ حالانکہ وہ پڑھے لکھے اور مدبر لوگ مشہور تھے مگر حقیقت میں تھے بے عقل۔اگر وہ لوگ صاحب علم ہوتے تو ان کو یہ علم ہوتا کہ برگزیدہ لوگوں کو کیسے مخاطب کیا جاتا ہے اگر وہ عقل والے ہوتے تو ادب کو ملحوظ رکھتے۔اللہ تعالیٰ نے یہ تو نہیں فرمایا کہ یہ بے علم لوگ ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔یعنی ثابت یہ ہوا کہ صاحب علم ہونا اور بات ہے جب کہ صاحب عقل ہونا ایک الگ بات ہے۔

اگر کوئی شخص تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں بڑھ جائے تو حبشی النسل ہونے اور غلام ہو

marfat.com

نے کے باوجود معزز ہو جاتا ہے۔ اور اس کی اسی تعظیم کے ادب میں اس کو آزاد کروانے والے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اس آزاد کردہ غلام کو یا سیدنا بلال کہہ رہے ہیں یعنی اے ہمارے سردار۔ حضرت عمر فاروق فرمایا کرتے تھے کہ ہم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا کہا کرتے تھے۔ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیدنا کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

تفسیر روح البیان میں رقم ہے کہ صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین کا یہ دستور تھا کہ اگر آنحضور ﷺ سے ملاقات منظور ہوتی تو وہ ناخنوں سے دروازہ کھٹکھٹاتے یعنی اونچی آواز سے پکارتے نہ تھے۔

ابوعثمان مغربی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بزرگوں کی خدمت اقدس میں با ادب بیٹھنا مدارج علیا تک پہنچاتا ہے۔ چنانچہ بعض علماء کا یہ حال تھا کہ اگر وہ کسی بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو بیٹھے رہتے یہاں تک کہ وہ بزرگ نہ اٹھتے یا باہر نہ نکلتے ابو عبید قاسم بن سلام رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی عالم یا بزرگ کا دروازہ نہیں کھٹکھٹایا۔ بلکہ جب کبھی گیا تو انتظار میں بیٹھا رہا۔ جب تک کہ وہ خود بخود ہی باہر نہ نکلیں۔
کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ (حجرات۔ ع۱)
''اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپ نکلتے ان کی جانب تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا''

سبحان اللہ علمائے حقانی کی رائے کیا صائب ہوتی ہے کہ بزرگوں کے ادب کرنے کے لئے بھی اس آیت مقدسہ سے استنباط کیا۔

معلوم یہ ہوا کہ اس آیت شریفہ سے عموماً بزرگان دین کی تعظیم اور ان کا ادب مستفاد ہو سکتا ہے مگر یہ بات شائد ہر ایک کی سمجھ میں نہ آئے گی۔ کیونکہ اس فہم کے لئے وہی لوگ خاص ہیں جن کی طبیعتیں ادب کے ساتھ مناسبت رکھتی ہیں۔

marfat.com

آنحضرت ﷺ کی شان میں بے ادبی کے نتائج

رسول کریم ﷺ کو کسی بھی طرح سے ایذا دینا عذاب شدید کا باعث ہے۔
چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا سورہ توبہ رکوع ۸ میں ارشاد عالی شان ہے کہ

وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَھُمْ عَذاب'' اَلِیْم''o

''اور جو اللہ کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے''

یہ حکم رب العالمین کا ہے جو وہ اپنے حبیب کے لئے ارشاد فرما رہے ہیں۔
ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات سے ارشاد فرمایا کہ جب کہ آپ ان کی خوبیاں بیان کرتے ہیں وہ کچھ کلمات خلاف شان عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی تھیں۔

لَا تُؤْذُوْنِیْ فِیْ عَائِشَۃ

''تم مجھے عائشہ کے بارے میں ایذا مت دو''

اس پر ازواج مطہرات نے آپ کو ایذا دینے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی۔
اس آیت کریمہ سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی اذیت اللہ تعالیٰ کے حکم کی کچھ مخالفت پر منحصر نہیں ہے بلکہ کسی طرح پر بھی اذیت ہو آیت کا مفہوم اس پر حاوی ہے۔

طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذرا سی بے ادبی کے باعث وعید شدید

اللہ تعالیٰ جل شانہ کو حضور نبی کریم ﷺ کی ذرا سی بھی تکلیف گوارا نہ تھی۔
چنانچہ تفسیر درمنثور میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ رسول کریم ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کی چچا زاد بہن حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بات چیت کرتے ہوئے دیکھا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں منع فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ

marfat.com

'' آئندہ میں ایسا نہ دیکھوں۔ گو بات کوئی ناجائز نہ سہی تاہم میری غیور طبیعت کو ناگوار ہے''

طلحہ کو یہ بات شاق گزری اور باغوائے شیطان ان کے منہ سے یہ کلمات نکلے۔

''لوگو! دیکھو محمد ﷺ ہماری چچازاد بہنوں کو ہم سے پردہ کرواتے ہیں۔ میں علی رؤس الاشتہاد کہتا ہوں کہ میں آپ کے وصال کے بعد ضرور اس سے نکاح کروں گا۔''

(اب یہ ایک خیال بھی آسکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ایک جانثار کے منہ سے یہ گستاخانہ کلمات کس طرح نکلے۔ فقیر کا خیال ہے کہ اس سے پہلے چونکہ اس قسم کا کوئی حکم نازل نہ ہوا تھا چنانچہ یہ بھی حکم ربی ہوگا کہ طلحہ کے ساتھ اس قسم کا مکالمہ ہو۔ اور اس کی بدولت سب مسلمانوں کو نصیحت ہو جائے اور ہوا بھی یہی۔ ابھی یہ مکالمات جاری تھے کہ سورہ احزاب رکوع ٦ کی یہ آیت نازل ہوئی۔

وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَا اَنْ تَنْكِحُوْا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ اَبَدًاؕ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمًا ٥

''اور تم کو سزاوار نہیں کہ ایذا دو اللہ کے رسول کو اور نکاح کرو اس کی بیویوں سے اس کے بعد میں بھی۔ بے شک یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا گناہ ہے''

اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنبیہ ہوگئی اور اپنی اس غلطی سے پشیمان ہو کر آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ رحمۃ للعالمین نے معاف فرما دیا۔ طلحہؓ نے جب آپ سے دریافت کر کے بطور کفارہ ایک غلام آزاد کیا، دس اونٹ جہاد میں دیئے اور پیدل حج کیا۔

میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ یہ ایک قسم کا سبق تھا جو تا قیامت اہل اسلام

marfat.com

کے لئے تھا کہ آنحضرت ﷺ کی تعظیم اس قدر کرنا ہے۔ وگرنہ یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ آپ کے تربیت یافتہ ایسی باتیں کر جاتے۔ جی ہاں یہ وہی پاکباز لوگ تھے جو آنحضرت ﷺ کے وضو کا پانی بھی گرنے نہیں دیتے تھے۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ بے ادبی کر جاتے مگر ایک تنبیہ جو جملہ مسلمانوں کے لئے تھی۔ اور پھر سب نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد امہات المومنین کی عزت وتکریم میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا۔ کیونکہ اب تو حکم ہو چکا تھا کہ آنحضرت ﷺ کی عزت وحرمت دنیا میں بھی اتنی ہی ہے اور وصال کے بعد بھی اتنی ہی۔

اس میں کوئی کسی قسم کا شک وشبہ نہیں ہے کہ کسی کے انتقال کے بعد اس کی بیوی کے ساتھ نکاح کرنا مذہب اسلام میں جائز ہے اور حضور ﷺ نے خود اس پر عمل فرمایا مگر یہ بات ہے کہ جب کوئی آدمی مرجائے۔ اس وقت یہ ممکن ہے اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ہمارے فاضل دوست اور بزرگ یہ کہتے ہیں کہ معاذ اللہ معاذ اللہ نبی کریم ﷺ مر گئے ہیں تو ان کے لئے فقط یہی حکم ربانی کافی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس دنیا میں پردہ فرمانے کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات سے ہرگز نکاح نہ کرنا۔ کیونکہ ''بے شک یہ اللہ کے نزدیک بڑا گناہ ہے'' تو ثابت یہ ہوا کہ نکاح پہ نکاح گناہ کی بات ہے۔ اگر آنحضرت ﷺ حیات ہیں تو یہ حکم جاری وساری ہے۔ اور یہ حکم حیات رسول کریم ﷺ ہی میں جاری ہوا۔ حق بات تو یہ ہے کہ لوگوں کو آنحضرت ﷺ کی حیات مقدسہ کا ادراک ہی نہیں۔ آنحضرت ﷺ زندہ ہیں تبھی یہ حکم جاری فرمایا گیا کہ نکاح کرنا تو دور کی بات سوچنا بھی نہیں۔ دوسرے یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ اس آیت مبارکہ میں یہ حکم ہے کہ ''من بعدہ ابدا'' آپ کے بعد کبھی بھی ان کلمات میں مرنے کا یا دنیا سے اٹھ جانے کا ذکر نہیں بلکہ حکم یہ ہے کہ آپ کے بعد یعنی آپ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد۔ ورنہ یہ بھی تو اس

marfat.com

آیت میں وارد ہوسکتا تھا کہ آپ کے (معاذ اللہ) مرنے کے بعد۔

اور پھر ان کے متعلق بھی بات ہو جائے جنہوں نے یہ بات سادگی اور روایتی لب و لہجے میں بڑی آسانی سے کر دی۔ یقیناً وہ صحابی تھے۔ لہذا ان کی نسبت یہ گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ کسی قسم کے فاسد خیالات کی بناء پر یہ کلمات کہے ہوں گے مگر اس کے باوجود یہ عتاب نازل ہورہا ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ خیالات میں بھی تو بے ادبی کا عنصر پایا جاتا تھا۔ کیونکہ انہوں نے آنخضرت ﷺ کی حرمت و عزت کا کچھ خیال نہ کیا۔ اور یہ نہ سمجھا کہ جو بات آنخضور ﷺ کی حیات مقدسہ میں ضروری ہے وہی بات ان کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بھی قائم و دائم ہے اور اس بات کو اللہ کریم غفور ورحیم نے شدت کے ساتھ ناپسند فرمایا۔ اور اس قسم کی بات کو صرف دل میں لانا بھی ایک خطرناک امر قرار دیا گیا۔

المختصر یہ کہ آنخضرت ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ازواج مطہرات کا تمام امت پر حرام ہونا اس پر واضح دلیل ہے کہ حضور ﷺ کی حرمت و تعظیم وصال شریف کے بعد بھی قائم و دائم ہے۔ اور بحال ہے اگر یہ کہا جائے کہ ازواج مطہرات سے نکاح وصال شریف کے بعد بھی قائم و دائم ہے اس لئے درست نہ تھا کیونکہ آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ موجود ہیں تو میں تو یہی کہوں گا کہ یہ امر واقعی ہے۔ ہمیں بھی اس امر میں کوئی کلام نہیں۔ مگر یہ بات بھی محتاج دلیل نہیں ہے کہ گو تمام انبیاء علیہم السلام عموماً اور آنخضور ﷺ خصوصاً زندہ ہیں۔ مگر عالم برزخ میں زندہ ہیں۔ اور عالم شہادت کے احکام عالم برزخ میں جاری نہیں ہوسکتے۔ ورنہ عامۃ المسلمین جن کے مرنے کے بعد ان کی ازواج کے ساتھ دوسرے نکاح کر سکتے ہیں تو اگر ان میں سے کوئی فی سبیل اللہ شہید ہو جاتا تو اس کی بیوی سے بھی کوئی شخص نکاح نہ کر سکتا۔ کیونکہ شہید کی حیات بھی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جیسا کہ اللہ پاک سورہ آل عمران

marfat.com

کوع ۱۷ میں ارشاد فرماتا ہے کہ

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ ۝

''اور (اے میرے حبیب) نہ خیال فرمانا ان کو جو قتل ہو گئے اللہ کی راہ میں مرا ہوا بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس ان کو روزی ملتی ہے''

جو لوگ غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے ان کو رب کریم نے سبز پرندوں کی ہیئت میں بنا کر جنت کی نہروں پر اڑنے اور چلنے پھرنے کا اختیار دیا اور بڑے بڑے انعامات عطا فرمائے تو انہوں نے اپنے اوپر یہ مہربانیاں دیکھ کر رب العزت سے عرض کیا کہ یا بارالٰہی! کاش ان نعمتوں کی خبر ہمارے زندہ باقی بھائیوں کو ہو جاتی۔ تو وہ تیری راہ میں مرنے سے خائف نہ رہتے۔ بلکہ شوق سے لڑ کر شہادت حاصل کرتے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست کے مطابق یہ آیت نازل فرمائی۔ مگر شہداء کی زندگی کے باوجود ان کی بیویوں کے ساتھ نکاح حرام نہیں قرار دیا بلکہ ان کی بیویاں بھی دوسرا نکاح کر سکتی ہیں حالانکہ شہید اگر زندہ تو ہیں مگر عالم برزخ میں مگر یہاں بات تو ہے آنحضرت ﷺ کی۔ فقیر کا عقیدہ ہے کہ اگر اہل اسلام میں سے تا قیامت تمام شہداء کے درجات بھی جمع کر لئے جائیں تو آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ کا ایک لمحہ کا درجہ بھی نہیں پا سکتے۔ اس لئے یہ حکم جو شہداء کے لئے ہے مگر آنحضرت ﷺ کے لئے ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تمام شہداء آنحضرت ﷺ کے نام لیوا ہیں۔ اور انہی کے کلمہ پر جان دے کر شہادت کا رتبہ حاصل کر رہے ہیں۔ مگر مقام محمد رسول ﷺ ہی کی پہچان اصل چیز ہے۔ جن کو یہ ادراک ہو جاتا ہے وہی عظمت کا درجہ حاصل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی چودہ سو چوبیس برس گزرنے کے باوجود بھی آقا علیہ السلام کی عزت و حرمت کا یہ عالم ہے کہ میرے جیسے کتے آپ کے نام پر نثار ہونا بھی سعادت سمجھتے ہیں۔

marfat.com

آنحضرت ﷺ کے معمولی ملال کا باعث عذاب ہونا

بعض اوقات یہ ہوتا کہ لوگ آنحضور ﷺ کے عطاو کرم کو عام طور پر ظاہر نہ کرتے اس طرز عمل سے آقائے دوجہاں ﷺ کو قدرے ملال ہوتا۔ جس کا اثر یہ ہوتا کہ وہ عطیہ ان کے حق میں آتش دوزخ بن جاتا۔ چنانچہ ایک حدیث شریف میں یوں ہے کہ

عن عمر قال دخل رجلان علیٰ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم فسالا فی شے فدعا لھما بدینا رین فاذا ھما یثنیان خیراً فقال صلی اللّٰہ علیہ وسلم لکن فلا ن ما یقول ذالک ولقد اعطیتہ ما بین عشرۃ الی ماۃ فما یقول ذالک فان احد کم لیخرج بصدقتہ من عندی متابطا وانما ھی لہ نار فقلت یارسول اللہ کیف تعلیہ و قد علمت انہ لہ نار قال فما اضع یا بون لا ان یسالونی وبابی اللہ لی البخل (رواہ الحاکم فی المستدرک)

"یعنی حاکم نے مستدرک میں حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ دو اشخاص نے حضور اکرم ﷺ کے پاس حاضر ہو کر کچھ طلب کیا۔ آپ نے ان کو دو دینار منگوا کر دیئے جس پر انہوں نے آپ کی صفت وثناء کی۔ آنحضرت ﷺ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ تو دو ہی دینار پر ثنا کرتے ہیں۔ میں نے فلاں شخص کو دس سے سو تک دینار دیئے مگر اس نے اس قسم کی ایک بات نہ کہی۔ کوئی آدمی ایسا بھی ہوا ہے کہ مجھ سے صدقہ لے کر بغل میں دبائے ہوئے باہر چلا جاتا ہے وہ اس کے حق میں آگ ہے۔ حضرت عمر فاروق نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ پھر آپ ایسے لوگوں کو کیوں دیتے ہیں۔ حالانکہ آپ جانتے ہیں۔ کہ وہ ان کے حق میں آگ ہے۔ آپ نے

marfat.com

ارشاد فرمایا کہ کیا کروں لوگ مجھ سے مانگنا نہیں چھوڑتے اور اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ مجھ میں بخل پایا جائے۔

ہر بندہ اس بات سے بخوبی آگاہ ہے کہ جب ادنیٰ گرانی خاطر اور ملال میں نوبت ''بایں جا رسید تو ایذا رسانی کا کیا حال ہوگا۔

اللہ رب العزت سورہ احزاب رکوع ۷ میں فرماتا ہے کہ

ان الـذيـن يؤ ذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والا خرة وعد لهم عذابا مهيناً.

''یعنی جو لوگ ایذا دیتے ہیں اللہ اور اللہ کے رسول کو۔ لعنت کی ہے اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا اور آخرت میں اور تیار کر رکھا ہے ان کے واسطے ذلت کا عذاب''

اگرچہ بظاہر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے اور حضور نبی کریم ﷺ کی ایذا رسانی کی یہ سزا مقرر فرمائی ہے۔ مگر درحقیقت بھلا کسی کی مجال ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کو کسی قسم کی ایذا پہنچا سکے۔ چنانچہ سورہ بقرہ رکوع ۱۴ میں ارشاد فرماتا ہے۔

له ما فى السموات والارض كل له قانتون٥.

''اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اسی کے تابع ہیں''

چنانچہ یہ سزا تو اصل میں صرف اور صرف آنحضرت ﷺ کو ایذا دینے والوں کے لئے عذاب مقرر فرماتا ہے۔ تو یہ بات سچ ثابت ہوتی ہے کہ جس سے محبت کی جائے اس کی ہر تکلیف خود کو محسوس ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے یہ فرمایا حالانکہ وہ خالق ہے اور سب مخلوق مگر اس نے فرمایا کہ '' ان الـذيـن يـؤ ذون الـلـه ورسولـه ''یعنی جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں۔ میری استدعا ہے ان فاضلین کے آگے کہ ذرا وہ لوگ اس آیت مبارکہ پر بھی تدبر کریں۔ کہ اللہ کریم خود کو آنحضرت ﷺ سے جدا نہیں خیال کرتا پھر بھلا بندے کی کیا مجال ہے۔

marfat.com

تفسیر بیضاوی میں رقم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اس آیہ مبارکہ میں اپنا نام مبارک خصوصیت کے ساتھ ذکر فرمایا ہے اس سے مقصود محض آنحضرت ﷺ کی تعظیم ہے۔ یعنی آپ یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ آنحضور ﷺ کو ایذا دینا درحقیقت اللہ تعالیٰ کو ایذا دینا ہے۔ چنانچہ کنز العمال میں درج ہے کہ

عن علیٍ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اذی شعرۃ منی فقد اذانی ومن فقد اذی اللّٰہ (رواہ ابن عساکر)

یعنی حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میرے ایک بال کو تکلیف پہنچائی۔ اس نے مجھ کو ایذا دی اور جس نے مجھ کو ایذا دی یقیناً اس نے اللہ تعالیٰ کو ہی ایذا پہنچائی۔

آنحضرت ﷺ کی حکم عدولی کا عذاب

اللہ رب العزت نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی عزت وتکریم کا حکم بڑے واضح الفاظ میں دے رکھا ہے۔ اور یہ بھی فرمایا کہ جو کوئی بھی رسول کریم ﷺ کے حکم کو نہیں مانتا وہ شدید عذاب کے لئے تیار ہو جائے۔ اب بھلا کون ہوگا جو خود ہی اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دے سورہ نور کے رکوع ۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

''تو ڈرنا چاہیے ان لوگوں کو جو خلاف کرتے ہیں رسول کے حکم کا اس بات سے کہ ان پر ہر آن پڑے کوئی بلا ان کو دردناک عذاب پہنچے''

اس آیت مبارکہ کے مطابق یہ ثابت ہوتا ہے کہ بحکم الٰہی جو بھی نبی کریم ﷺ کے کسی بھی حکم کو نہیں مانتا۔ اس پر یا تو کوئی بلا نازل ہوگی یا پھر کوئی بڑا ہی درد

marfat.com

ناک عذاب پہنچے گا۔ یہ آیت مبارکہ صرف اور صرف اسی لئے نازل ہوئی کہ جو اہل اسلام ہیں ان کو آنحضرت ﷺ کا مقام بتلایا جا سکے۔ پہلے وقتوں میں تو یہ ہوتا تھا کہ کسی بھی نبی کی قوم خواہ کچھ بھی کرتی مگر عذاب الٰہی اس وقت تک نازل نہ ہوتا جب تک کہ وہ نبی اپنی قوم کے لئے بددعا نہ کرتا مگر یہاں تو معاملہ ہی دوسرا نظر آ رہا ہے۔ کہ اللہ تبارک نے امت کو یہ تاکید کر دی کہ اس غلط فہمی میں نہ رہنا کہ رسول کریم ﷺ بددعا فرمائیں گے۔ تو عذاب آئے گا۔ بلکہ یہ فرمادیا کہ ہوشیار ہو جاؤ کیونکہ نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں ذراسی بھی گستاخی کا صاف مطلب یہ ہوگا کہ تم نے خود ہی کسی بلا اور عذاب کو دعوت دے ڈالی۔ اس کی مزید وضاحت اللہ کریم عزوجل نے سورہ مزمل میں کر دی۔ پہلے ہی رکوع میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ

إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا ۝ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا ۝ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنُ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلًا ۝

''ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے تم پر گواہ جس طرح بھیجا فرعون کی طرف ایک پیغمبر تو فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا پس ہم نے اس کو پکڑ لیا وبال کی پکڑ''

اس آیت پر ذرا غور فرمایئے تو یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ اہل اسلام کو باور کرایا جا رہا ہے کہ اگر تم نے سرکشی اختیار کی تو تم بھی عذاب الٰہی سے کس طرح نہیں بچ پاؤ گے۔ اور عذاب شدید میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

آنحضرت ﷺ کا نام بے ادبی سے لینے والے کا منہ ٹیڑھا ہو جانا

ایک شخص آنحضرت ﷺ کا نام مبارک تمسخر اور ہنسی کے طور پر منہ چڑا کر لیتا تھا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کو اپنے محبوب پاک کی شان اقدس میں اس شخص کی یہ بے ادبی اور گستاخی بھلا کیسے پسند آ سکتی تھی۔ اس مردود کا چہرہ ہی آخر قدرت الٰہی سے ٹیڑھا ہو

marfat.com

گیا یعنی جس طرح وہ منہ کو چڑا چڑا کر مشرکوں کو ہنسایا کرتا تھا۔ یہ واقعہ مولانائے روم نے اپنی مثنوی میں اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

آں یاں کثر کرد واز تمسخر بخواند　　مرمحمد راد ہانش کثر بماند

یعنی ایک شخص نے تمسخر سے منہ ٹیڑھا کر کے حضور ﷺ کا نام اقدس لیا تو اس کا منہ ٹیڑھے کا ٹیڑھا رہ گیا۔

باز آید کا ے محمد عفو کن　　اے ترا الطاف حلم من لدن

یعنی جب یہ کیفیت ہوئی تو حضور ﷺ کے پاس دوڑا چلا آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الطاف حلم من لدنی کا دیا ہے۔ وھب لنا من لدنک رحمۃ (یعنی بخش تو اپنی رحمت سے۔ مجھ پر لطف و رحمت کردے اور میرا قصور معاف کردے)

من ترا فسوس مے کردم زجہل　　من بدم افسوس رامنسوب واہل

یعنی میں جہالت سے آپ سے استہزا کرتا تھا۔ درحقیقت میں خود تمسخر کے لائق اور اس سے نسبت رکھتا تھا۔

مرحمت فرسود سید عفو کرد　　چوں زجرات توبہ کرد آں روئے زرد

غرض جب اس زرد رو (شرمندہ) نے اپنی جرات وگستاخی سے توبہ کی۔ تو آپ نے اس پر رحم فرمایا اور اس کا قصور معاف کردیا۔

جناب رسول کریم ﷺ رحمت کا بھی کامل ترین نمونہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آپ کو تمام فضائل وکمالات کا اکمل ترین نمونہ بنا کر بھیجا تھا۔ ایک دشمن کا منہ چڑا کر آپ کا نام لینا اور آپ ﷺ کا اس کو بخش دینا تو معمولی بات تھی۔ آنحضرت ﷺ نے تو اپنے جانی دشمنوں تک کو قاتلانہ وار کر چکنے کے بعد ان کی جان بخشی فرمائی تھی۔ اسی طرح کا ایک واقعہ بھی موجود ہے کہ ایک یہودن نے آپ ﷺ کو زہریلا

marfat.com

گوشت کھلانے کی سازش کی۔ جب راز افشا ہو گیا تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کے لئے موت کی سزا تجویز کی مگر رحمت دو عالم ﷺ نے اس یہودن عورت کو معاف فرما کر صحابہ کرام کو حیران کر دیا اور تا قیامت سب لوگوں کے لئے یہ ثابت فرما دیا کہ آنحضرت ﷺ رحمت دو عالم ہیں تھے نہیں بلکہ ہیں۔

اسی طرح ایک دشمن تلوار سونت کر آپ ﷺ کے سر پر پہنچ گیا۔ اس وقت آپ استراحت فرما رہے تھے۔ آپ گہری نیند سو رہے تھے کہ اچانک اس کے ہاتھ سے تلوار زمین پر گر گئی۔ آقائے نامدار ﷺ کی آنکھ جو کھلی تو دیکھا کہ ایک دشمن صورت شخص کھڑا ہے اور اس کے پیروں میں اس کی ننگی تلوار گری ہوئی ہے۔ آپ نے اس کی تلوار اٹھائی تو وہ شخص لگا گڑگڑانے اور معافی مانگنے لگا آپ نے اس کو معاف فرما دیا۔

ایک شخص تھا ہبار ابن اسود۔ اس بد بخت نے آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کو سفر کی حالت میں پتھر مار مار کر اس قدر مجروح کر دیا کہ ان کا حمل ساقط ہو گیا۔ لیکن فتح مکہ کے روز جب وہ شقی القلب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے معافی طلب کی تو آقا نے اس کو معاف فرما دیا۔

آنحضرت ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک حبشی نے جنگ احد کے دوران شہید کر دیا تھا۔ اس کا نام وحشی تھا اور اس نے دور سے نیزہ چھپ کر امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارا تھا۔ جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے تھے۔ جب وہ آپ ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا اور اس واقعہ پر اپنی پشیمانی و ندامت کا اظہار کیا تو آپ نے اس کو معاف فرمایا حالانکہ امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ کی محبت تاریخ کا حصہ ہے۔

امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نعش کا مثلہ کرنے والی ہندہ زوجہ ابی سفیان جب آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور معافی طلب کی تو آپ نے اس کو

marfat.com

معاف فرما دیا۔

ایران کے شاہ کو گستاخیِ رسول ﷺ کی سزا

آنحضرت ﷺ نے جب قرب و جوار کے بادشاہوں کو خطوط تحریر فرمائے جن میں اسلام کی دعوت دی گئی تھی تو ایک خط ایران کے شاہ خسرو پرویز کو بھی ارسال فرمایا۔ یہ ایک مغرور اور بد دماغ بادشاہ تھا۔ اس بد بخت نے آنحضرت ﷺ کے نامہ مبارک کو پڑھ کر پارہ پارہ کر دیا۔ اور کچھ گستاخانہ کلمات بھی ادا کئے اس خبیث انسان نے اپنا خبث باطن اسی طرح ظاہر کرنا تھا مگر اس نے آقائے نامدار کا نامہ مبارک تو پارہ پارہ نہیں کیا تھا بلکہ اس نے اپنا ہی جسم اور ملک پارہ پارہ کیا تھا جیسا کہ رب العزت کلام اللہ میں فرمایا ہے کہ

وما ظلمُوْ نا ولٰکِنْ کانُوْا انفُسھُمْ یظْلِمُوْنَ (البقرہ رکوع ۶)

''اور ہم پر کوئی ظلم نہیں کر سکتا بلکہ ہمارے نافرمان لوگ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں''

غرض اس بد بخت اور رذیل ابن رذیل نے آنحضرت ﷺ کے نامہ مبارک کو نہیں چاک کیا تھا۔ بلکہ اپنی سلطنت کو ہی صفحۂ ہستی سے مٹا ڈالا تھا یہ واقعہ حدیث شریف میں یوں آیا ہے کہ

عَنِ ابْنِ عبّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ انَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم بعث بِکتَابِہ رجُلاً وَاُمرَہٗ اَنْ یَدفَعَہٗ الی عظیم البحرینِ فدمعہٗ عظیم البحرین الی کسری فلَمّا قرآہٗ مَزّقَہٗ قال فدعا علیھِمْ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم انْ یُمزّقُوْا کُلَّ مُمزَّقٍ (رواہ البخاری)

''بخاری شریف کے باب علم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

marfat.com

رسول کریم ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ اپنا خط عظیم بحرین کے دینے کو بھیجا۔ عظیم بحرین نے وہ خط کسریٰ کو دے دیا۔ جب کسریٰ نے اس کو پڑھا تو پارہ پارہ کر ڈالا۔ پس رسول کریم ﷺ نے ان پر بدعا فرمائی۔ کہ ان کے بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں''

چنانچہ وہی ہوا کہ کسریٰ کا بیٹا شیرویہ اپنے باپ کے قتل کے درپے ہو گیا۔ اپنے کیفر کردار سے مطلق غافل شاہ فارس کے غرور نے رسول اللہ ﷺ کے نامہ مبارک کو ہی چاک نہ کیا تھا بلکہ اس کے بعد اس نے تکبرانہ انداز میں اپنے صوبیدار شاہ یمن کو حکم دیا کہ بہت جلد دو سپاہی بھیج کر اس نبوت کے داعی کا سر کاٹ کر میرے پاس روانہ کرو۔ یا پھر زندہ گرفتار کر کے یہاں روانہ کر دو۔ شاہ یمن نے حکم کے مطابق دو قوی مسلح نوجوانوں کو مدینہ کی طرف روانہ کر دیا تاکہ شاہ فارس خسرو پرویز کا حکم پورا کیا جا سکے۔

دونوں سپاہی جب مدینہ طیبہ پہنچے تو آنحضرت ﷺ کو خبر ہوگئی کہ یہ دونوں پہلوان کس مقصد کے لئے مدینہ آئے ہیں۔ آپ نے کسی صحابی کو ان کی نیت سے آگاہ نہ فرمایا۔ بلکہ یہ فرمایا کہ میرے مہمانوں کو اچھے مکان میں ٹھہراؤ اور عمدہ طریقے سے مہمان داری کرو۔ تاکہ ان کی تھکان دور ہو۔ یہ بہت دور دراز سے سفر کر کے یہاں آئے ہیں چنانچہ سات روز تک ان کی خدمت کی گئی۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حکم فرمایا کہ ان کو میرے پاس لاؤ۔ جب یہ قوی الجثہ پہلوان آپ ﷺ کے روبرو حاضر ہوئے تو رعب نبوت سے تھر تھر کانپ رہے تھے اور ان سے ٹھیک طرح سے کلام بھی نہیں کیا جا رہا تھا جب ان سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ تو یہ دونوں اوندھے منہ گر گئے۔ آپ ﷺ نے ان کو اٹھا کر بٹھایا اور دریافت فرمایا کہ تم لوگ کہاں سے آئے ہو ان دونوں نے بتلایا کہ ہمیں شاہ فارس کے حکم کے مطابق شاہ یمن نے آپ کو شہید کرنے یا گرفتار کرنے کو بھیجا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم شاہ یمن کو بتلاؤ کہ آج رات تمہارے بادشاہ کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے۔ یہ خبر سن کر دونوں

marfat.com

سپاہی حیران و پریشان واپس چلے گئے۔ آپ غور فرمائیں کہ جو لوگ آپ کے لئے برے عزائم لیکر آئے تھے۔ آنحضرت ﷺ نے کس قدر مہربانی فرما کر رخصت فرمایا۔

ابولہب اور اس کی بیوی کا انجام

نبی کریم ﷺ کی اہانت خواہ صریح ہو ضمناً ہو اشارۃً ہو یا التزاماً اس سے کفر لازم آتا ہے چنانچہ کلام اللہ شریف کی بعض آیات مبارکہ میں نبی کریم ﷺ کی بے ادبی کرنے والوں پر سخت تہدید اور زجر و توبیخ پائی گئی ہے۔ تفسیر عزیزی میں مرقوم ہے کہ آدمی شرافت اور مال وجاہ پر ہرگز مغرور نہ ہو بلکہ مقربان الٰہی سے راہ و رسم درست رکھے۔ کہ نبی کریم ﷺ نے بموجب اس آیہ شریفہ کے

وانذر عشیرتک الاقربین (الشعراء)

''اور اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ڈراؤ (شدید عذاب سے)''

کوہ صفا پر چڑھ کر تمام اہل قریش کو ہر قبیلہ کا نام لے کر اپنے چچا اور پھوپھی کو بھی نام بنام پکار پکار کر سنایا۔ اس کے ساتھ ہی آنحضرت ﷺ نے اپنے تمام قریبی اعزاء کی دعوت فرمائی اور اس دعوت میں جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان سب کو نام لے کر عذاب سے بچنے کی تاکید فرمائی۔ یہ باتیں سن کر ابولہب چونکہ بہت ہی بد دماغ تھا کہنے لگا۔ تبالک الھذا دعوتنا: تیری تباہی ہو کیا تم نے اسی لئے ہمیں یہاں دعوت پر بلایا تھا۔ یہ لہجہ خالق دو جہاں کو بھلا کیسے پسند آ سکتا تھا۔ جس نے پورے قرآن شریف میں اپنے محبوب کو نام لے کر مخاطب نہیں کیا۔ تو بھلا ابولہب کی گستاخی کیسے برداشت کر سکتا تھا۔ اسی کے جواب میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے سورہ لہب نازل فرمائی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تبت یدا ابی لھب وتب ○ مآ اغنی عنہ مالہ وما کسب ○ سیصلی نارا

marfat.com

ذات لهب و امراته حمالة الحطب o فی جیدها حبل من مسد o

"دونوں ہاتھ ٹوٹیں ابولہب کے اور ہلاک ہو۔ نہ تو اس کے کام اس کا مال آیا اور نہ اس کی کمائی۔ وہ عنقریب شعلے والی بھڑکتی ہوئی آگ میں داخل ہوگا۔ اور نیز اس کی جورو سر پر لکڑیاں اٹھاتی ہے۔ اس کے گلے میں مونج کی رسی ہے"

یعنی بروز قیامت اس کے گلے میں رسی کا پھندا ڈال کر اس کو گھسیٹا جائے گا۔ اور اس کی بے حرمتی کی جائے گی۔ اور یہ بدبخت عورت اس دنیا میں بھی اسی عذاب سے مری۔ لکڑیاں اس نے گٹھے کی شکل میں سر پر اٹھا رکھی تھیں۔ ایک جگہ ٹھوکر اس کو جو لگی تو وہ گٹھا اس کے سر سے گر گیا اور اس کی رسی اس عورت کے گلے میں لپٹ گئی یوں اس کی موت بالکل ویسی ہی ہوئی کہ اس کے گلے میں رسی تھی۔ یہ عورت اس قدر بد تہذیب اور بد اخلاق تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ کے راستے میں رات کے وقت کانٹے بچھا دیا کرتی تھی چونکہ نبی کریم ﷺ کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ آپ منہ اندھیرے اُدھر سے گزرا کرتے تھے چنانچہ اس لعین عورت کا خیال اور خواہش یہ ہوتی تھی کہ اس طرح وہ آقائے دو عالم ﷺ کو تکلیف دے گی۔ یعنی بے خبری میں آنحضرت ﷺ کے پاؤں اقدس میں کوئی کانٹا چبھ جائے گا۔ مگر اس بے خبر کو کیا معلوم تھا کہ آنحضرت ﷺ تو اللہ کی حفاظت میں ہیں۔ آپ ﷺ کو بھلا کوئی بدکردار عورت کس طرح نقصان پہنچا سکتی تھی۔ وہ اذیت تو آقائے نامدار کو دینا چاہتی تھی۔ مگر اذیت سے خود مر گئی۔ یہ ہے گستاخی رسول کی سزا۔

گستاخ رسول کی عبرت ناک موت

ابوجہل جو کہ سرداران قریش مکہ میں ایک اعلیٰ مقام کا حامل تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ کو اذیت دینے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اس کی گستاخی اور بے ادبی حد

marfat.com

سے تجاوز کر چکی تھی۔ یہاں تک کہ اس نے یہ پختہ ارادہ کرلیا کہ آنحضرت ﷺ جب حالت سجدہ میں مصروف عبادت ہوں گے تو وہ سر کاٹ لے گا۔ ایک نادان اور احمق شخص سے بھلا اور کیا توقع کی جا سکتی ہے۔ لیکن وہ یہ فراموش کئے ہوئے تھا کہ یہ شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس نے کبھی یہ تو نہیں کہا کہ میری پوجا کرو۔ نہ ہی یہ کہا ہے کہ مجھے تم لوگ سجدہ کرو اور نہ ہی کبھی یہ کہا کہ تم میرا کہنا مانو بلکہ ہمیشہ یہی فرمایا کہ اے اہل قریش ایک اللہ کی عبادت کرو۔ اللہ کو سجدہ کرو اور اللہ کا حکم مانو۔

چنانچہ جس اللہ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرمایا تھا۔ اسی نے ارشاد فرمایا کہ

لئن لَمْ ينْتَه لنسْفعا بالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ (سورۃ العلق)

"اگر باز نہ آئے گا تو ہم ضرور گھسیٹیں گے اس کو چوٹی پکڑ کر۔ کیسی چوٹی جھوٹی خطا کار"

چنانچہ رسول کریم ﷺ کا گستاخ اور شقی القلب جنگ بدر میں دو نوعمر انصاری بھائیوں کے ہاتھوں جہنم واصل ہوا۔ یعنی قریش مکہ کے سردار کو جو اپنے آپ کو بہت عظیم الشان سردار خیال کیا کرتا تھا اور جس کو اس کے قبیلے والے ابوالحکم کے لقب سے پکارا کرتے تھے وہ قتل بھی ہوا تو کسی نامی گرامی پہلوان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ دو نوعمر انصاریوں کے ہاتھوں۔ جن کا پہلوانی تو دور کی بات جنگ کے مجاہدین میں بھی باقاعدہ نام نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ گستاخان نبی کو ایسی ہی سزا میں مبتلا کرتا ہے۔ یہ دو نوعمر مجاہدین حضرت معاذ اور حضرت معوذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ انہوں نے اس کا جب سر کاٹ لیا تو اس کے سر کے لمبے بالوں سے پکڑ کر گھسیٹے ہوئے لائے اور اس کا ایک کان چھید کر اس کے سر کو ایک ناپاک کنوئیں میں پھینک دیا۔ اور تاقیامت رسول کریم ﷺ کے گستاخان کو ایک سبق دے دیا۔ کہ رسول اللہ ﷺ کے گستاخ کا یہی انجام ہونا چاہیے۔

marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کفر ہے

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت خواہ کسی بھی طریقے سے کی جائے وہ کفر ہے۔ اس میں یہ تخصیص نہیں ہے کہ اہانت کرنے والے نے الفاظ کیا ادا کئے ہیں اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید جانتا ہے اس کو سب علم ہے کہ اہانت کرنے والا اپنے دل میں کیا جذبات رکھتا ہے۔ چنانچہ جب مشرکوں نے ایسی باتیں کیں جن میں رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں اہانت کا پہلو نکلتا تھا۔ تو اللہ کریم علیم وخبیر نے سورۂ فرقان کے پہلے رکوع میں یوں ارشاد فرمایا کہ

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط لَوْ لَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝ اَوْ يُلْقٰى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ط وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝

ترجمہ: اور کافر کہنے لگے کہ یہ کیسا رسول ہے کہ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے کیوں نہ اتارا گیا اس کی جانب کوئی فرشتہ کہ وہ بھی ساتھ رہتا اس کے ساتھ ڈرانے والا یا ڈال دیا جاتا اس کی طرف خزانہ یا اس کے پاس باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا اور ظالموں نے کہا کہ بس تم تو پیچھے پڑے ہوئے ہو ایک سحر زدہ شخص کے دیکھو کیسی بیان کی آپ کے لئے مثالیں۔ پس (ایسا کہنے والے) گمراہ ہو گئے۔ اب راہ (ہدایت) نہیں پا سکتے۔

کیسے بے ادب تھے کہ ان کو یہ نہیں معلوم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک انسان ہیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیشہ سے انسانوں میں انسان ہی نبی مبعوث فرماتا رہا تھا۔ اب بھلا کھانا کھالینا کیوں طعنہ بن گیا۔ یا پھر بازاروں میں چلنا۔ اصل میں یہ طعنہ ہی

marfat.com

تھا کہ اگر یہ شخص نبی ہے تو دنیاوی امور کیوں سرانجام دے رہا ہے۔ مگر ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا حکم ہی یہ ہے کہ رزق حلال کی سعی کرو تو اگر آنحضرت ﷺ نے تجارت کی تو بھلا اس میں طعنہ زنی کا کیا موقع تھا۔ مگر ان مشرکوں کو تو کوئی نہ کوئی بات چاہیے تھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے بطور تنبیہ یہ آیات بینات نازل فرمائیں۔

ذیل میں فقط چند نمونے آپ کی خدمت عالیہ میں پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے ائمہ کے اس بارے میں کیا ارشادات ہیں۔ عینی شرح کنز میں مرقوم ہے کہ

مَنْ سَبَّ النَّبِيّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَفِّرْ فَيُقْتَلُ حَدًّا وَّلا يُقْبَلُ تَوْبَتُهٗ اَصْلاً

''وہ شخص جس نے نبی کریم ﷺ کے متعلق غلیظ زبان استعمال کی اس نے کفر کیا۔ لہذا وہ کافر ہو گیا اس لئے اس کو بطور سزا قتل کر دیا جائے اور اس کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہو سکتی

''تاتارخانیہ'' میں مرقوم ہے کہ

مَنْ عَابَ نَبِيًّا بِشَيْءٍ اَوْلَمْ يَرْضَ بِسُنَّةِ نَبِيَّ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ فَقَدْ كَفَرَ فَمَنْ قَالَ رَجُلٍ اِحْلِقْ رَاسَكَ وَاَقْلِمْ اَظْفَارَكَ فَاِنَّ هٰذَا سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذٰلِكَ الرَّجُلُ لا اَفْعَلُ وَاِنْ كَانَ سُنَّةً فَقَدْ كَفَرَ.

''جس شخص نے انبیاء علیہم السلام میں سے کسی پر بھی عیب لگایا وہ بے شک کافر ہوا۔ پس اگر ایک شخص نے دوسرے شخص سے کہا کہ اپنا سر منڈا۔ اور ناخن کترو اکیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے اور اس نے کہا کہ نہیں میں ایسا نہیں کروں گا اگر چہ یہ سنت ہے تو وہ بے شک کافر ہو گیا''

درج بالا روایات میں آپ ملاحظہ فرمایئے کہ پہلے تو یہ کہا گیا کہ کسی بھی نبی

marfat.com

پر عیب لگانا بھی کفر ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ نبی کریم ﷺ پر عیب جوئی تو دور کی بات ہے بلکہ جو شخص آنحضرت ﷺ کی سنت کا بھی انکار کرے تو وہ بھی کافر ہو جاتا ہے۔ جی ہاں یہ ہے وہ ادب جو کسی نبی یا رسول کو اس سے قبل اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا نہ ہوا تھا۔

''درمختار'' میں مرقوم ہے کہ

يُقْتَلُ ولا يُقْبَلُ تَوْبَتُهُ وَمَنْ شَكَّ فِيْ كُفْرِهِ فَقَدْ كَفَرُوا كَذٰلِكَ اَلْاِسْتِهْزَاءُ وَالاَسْتِخْفَافُ بِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ

''ایسے شخص کو قتل کر دیا جائے اور ایسے شخص کی توبہ قبول نہیں ہو سکتی اور جس کسی نے اس کے کفر میں شک کیا وہ بھی کافر ہوا۔ اور اسی طرح کافر کرتا ہے یعنی مذاق کرنا اور ہلکا جاننا رسول کریم ﷺ کی شان اقدس کو''

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ ﷺ کدو کو پسند فرماتے تھے۔ اور دوسرا یہ کہے کہ میں اسے پسند نہیں کرتا تو ایسا کہنا بھی کفر ہے۔''

''چلپی'' میں مرقوم ہے کہ ''جو کوئی اس طرح کہے کہ رسول اللہ ﷺ کا کپڑا میلا تھا یا ناخن بڑے بڑے تھے یا آپ ﷺ کو شتربان کہے تو وہ شخص بے شک کافر ہو گیا۔ ایسا شخص قتل کر دیا جائے۔ یا اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو بدصورت یا بدقطع داڑھی والے سے تشبیہ دے۔

اگر کوئی شخص آنحضرت ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کا لفظ خواہ نادانستہ خواہ حالت نشہ میں کہے تو وہ بھی قتل کر دیا جائے۔

روایت ہے کہ ایک امیر نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں یہ کہا کہ مدینہ کی مٹی ناقص ہے یہ سن کر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو تین درے لگانے کا حکم دیا اور قید میں ڈال دیا۔ جب لوگوں نے وجہ دریافت کی تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ شخص اس بات کو ادا کرنے سے گردن مارنے کے لائق ہو گیا ہے۔

marfat.com

تعظیم مصطفیٰ ﷺ صحابہ کرام ؓ کی نظر میں

کلام اللہ شریف میں متعدد مقامات پر ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں، کلام الٰہی کو برحق مانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے ارشادات کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہوئے ان پر عمل کرتے ہیں وہی جنت الفردوس کے مستحق ہوں گے۔ وہ جنت الفردوس جہاں ہر قسم کے عیش وعشرت کے سامان مہیا ہوں گے۔ لیکن وہ لوگ جو دنیاوی عیش و آرام اور عشرت پسندی میں مشغول ہو کر اللہ اور اس کے رسول برحق کے ارشادات کو فراموش کر بیٹھے ہیں وہ یقیناً دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔ جس طرح ارشاد ربانی ہے کہ جنت الفردوس میں اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار بندے ہر قسم کے عیش و آرام پائیں گے اسی طرح ارشاد ربانی ہے کہ نافرمان لوگ دوزخ میں طرح طرح کے عذاب سے دوچار ہوں گے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین چونکہ براہ راست رسول کریم ﷺ سے تربیت یافتہ تھے۔ لہٰذا وہ ہمیشہ اسی کوشش میں ہمہ تن مصروف عمل رہتے کہ وہ ایسے عمل کریں کہ جس کے باعث وہ دوزخ سے تو محفوظ رہیں مگر جنت الفردوس کے مستحق ہو جائیں۔ جہاں وہ اس محبوب حقیقی کے جمال لایزال کے مشاہدہ سے بہرہ ور ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ یہ پاک باز اصحاب نبی کریم ﷺ کے ارشاد پر یقین واثق اور عشق کامل رکھتے تھے۔

ویسے ہر کلمہ گو مسلمان اپنے آپ میں یہ خیال کرتا ہے کہ وہ جو کام کرتا ہے بالکل درست ہے اور خود کو بطور مسلمان نیکوکار ثابت کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک بد کردار بھی اپنے آپ کو بحیثیت مسلمان نیک اور جنت کا مستحق ہی خیال کرتا ہے۔ ہمارے اور ان نفوس قدسیہ کے اعمال و افعال میں بھلا کیا نسبت ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ

marfat.com

اور رسول کریم ﷺ کے ساتھ درجہ کا عشق تھا اور ہم کو کتنا ہے۔ ہمیں تو حقیقت میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مقابلے کروڑ واں درجہ بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی افضیلت کی گواہی خود نبی کریم ﷺ نے دی ہے۔ دیلمی نے مسند فردوس میں ذکر کیا ہے۔

ترجمہ: رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی دل بھی میرے اصحاب کے دلوں سے زیادہ پاکیزہ نہیں دیکھا۔ اس لئے ان کو میری صحابیت کے لئے پسند فرمایا۔ جو کچھ وہ اچھا سمجھیں وہی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھا ہے اور جو برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برا ہے۔

یقیناً صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے قلوب مطہرہ میں رسول اللہ ﷺ کی عزت وعظمت اور تعظیم تھی۔ اور وہ آنحضرت ﷺ کے ادب کی رعائیت رکھتے تھے۔ اس کے باوجود بھی اگر کسی سے بتقاضائے بشریت یا سادگی سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جاتی جس میں رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں بے ادبی کا شائبہ بھی ہوتا تو ساتھ ہی کلام الٰہی میں تنبیہ اور زجر و توبیخ نازل ہو جاتی جس سے سب متنبہ اور ہوشیار ہو جاتے تھے۔ یعنی حاصل کلام یہ ہے کہ حیات نبوی ﷺ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں آنحضرت ﷺ کی تعظیم و تکریم اس قدر جاگزین تھی کہ وہ مقدس لوگ آنحضرت ﷺ کے روبرو بات بھی نہ کر سکتے تھے۔

اگر ان میں کسی کو کوئی معاملہ دریافت بھی کرنا ہوتا تو وہ کئی کئی روز آنحضرت ﷺ کے پاس حاضر ہوتے مگر دریافت کرنے کی جرائت نہ ہوتی اور خاموش بیٹھ کر چلے جاتے۔ لیکن موقع کی تلاش میں رہتے کہ کوئی موقع ہاتھ آئے تو دریافت کر سکیں۔ یا پھر وہ کسی بدوی (دیہاتی) کا انتظار کرتے کہ شاید وہ یہی معاملہ آ کر رسول پاک ﷺ سے دریافت کرے اور وہ استفادہ کریں۔ وجہ یہ تھی کہ کوئی بدوی جب محفل رسالت

marfat.com

تاب میں آتا تو بے دھڑک معاملہ دریافت کر ڈالتا کیونکہ وہ کسی اصول کے پابند نہیں تھے۔ اور آنحضرت ﷺ نے بھی ان پر کبھی سختی نہیں فرمائی تھی۔ اس لئے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بدوی صحابی کا انتظار کرتے تھے۔ کیونکہ وہ تو آنحضرت ﷺ کی تعظیم و اجلال کے باعث خود دریافت کرنے کی جرات اپنے اندر نہ پاتے تھے۔ روایت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب مجلس نبوی میں آکر بیٹھتے تھے تو بالکل بے حس و حرکت اپنے اپنے سروں کو جھکائے بیٹھے رہتے اور کبھی نگاہ اٹھا کر بھی آنحضرت ﷺ کی طرف نہ دیکھتے تھے۔

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے آداب رسول کریم ﷺ تو اس مختصر تحریر میں نہیں سما سکتے۔ کیونکہ ادب ایک دلی کیفیت کا نام ہے۔ جس سے مختلف اقسام کے آثار و افعال ظہور میں آتے ہیں۔ اس کو بیان کرنا خارج از مکان ہے۔ مگر فقط چند آثار اور مقام درج کئے جاتے ہیں۔

marfat.com

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم مصطفی ﷺ

صحیح بخاری میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک روز نبی کریم ﷺ قبیلہ بنی عمرو بن عوف میں صلح کروانے کے لئے تشریف لے گئے۔ نماز کا وقت جب ہوا تو مؤذن نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اجازت چاہی کہ کیا اقامت کہی جائے چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اجازت سے اقامت کہی گئی۔ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے امامت فرمائی۔ اسی عرصہ میں سرکار دو عالم ﷺ بھی تشریف لے آئے۔ اور صف میں قیام فرمایا۔ نمازیوں نے جب یہ دیکھا کہ آقائے نامدار ﷺ صف میں تشریف فرما ہیں تو انہوں نے کھانس کر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مطلع کرنا چاہا۔ اس غرض سے کہ اس طرح جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خبردار ہو جائیں گے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ دوران نماز آپ کسی جانب توجہ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ جب یکا یک متعدد نمازیوں کے کھانسنے کی آواز آپ کے کانوں تک پہنچی تو آپ نے کن اکھیوں سے دیکھا کہ کیا ماجرہ ہے یہ اچانک نمازیوں کو اس طرح کھانسنے کی ضرورت کیوں پیش آئی آپ سمجھ چکے تھے کہ یہ کھانسی نہیں ہے بلکہ اشارہ ہے۔ چنانچہ آپ نے کن اکھیوں سے دیکھا تو آقائے دو جہاں کو صف میں پایا۔ آپ نے فوری طور پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے اشارہ سے فرمایا کہ اپنی جگہ پر رہو یعنی نماز پڑھاتے رہو۔ لیکن جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دونوں ہاتھ اٹھا دیئے اور اس نوازش کریمانہ پر آقا کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے انہیں اقامت کا حکم فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہو پیچھے ہٹے اور صف میں کھڑے ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔

marfat.com

نماز جب مکمل ہو چکی تو آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا

اے ابوبکر! جب میں خود تمہیں حکم دے چکا تھا کہ تو تمہیں اپنی جگہ پر کھڑے رہنے سے کون سی چیز مانع تھی۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔

یارسول اللہ ﷺ ابی قحافہ کا بیٹا اس لائق نہیں کہ، ان یصلی بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ رسول اللہ ﷺ کے آگے وہ نماز پڑھائے۔

جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام و مرتبہ اس وقت بھی اہل اسلام کو بخوبی معلوم تھا کہ آپ کو دربار نبوی ﷺ میں خصوصی مرتبہ اور درجہ حاصل ہے۔ اسی لئے انہوں نے آپ سے اجازت چاہی۔ لیکن باقی کا واقعہ فقط اسی لئے پیش آیا کہ تا قیامت لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ خواہ کوئی غیر نبی کتنا ہی زیادہ پرہیز گار کیوں نہ ہو جائے اس کا مقام و مرتبہ نبی کریم ﷺ سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔ ورنہ نبی کریم ﷺ تھوڑی سی تاخیر بھی نہ فرماتے۔

معلوم رہے حالانکہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بخوبی آگاہ تھے کہ نبی کریم ﷺ کا حکم ماننا بھی عین عبادت ہے اور آپ ان کو اپنی جگہ پر ہی رہنے کا حکم فرما چکے تھے مگر ان سے امتثال نہ ہو سکا۔ حالانکہ سورہ حشر رکوع ۱ میں ارشاد ربانی ہے

وما اتکم الرسول فخذوہ وما نھکم عنہ فانتھوا

"اور جو حکم تمہیں رسول اللہ دیں تو اس کو قبول کرو اور جس چیز سے منع فرمادیں تو اس سے باز رہو"

لیکن یہاں معاملہ دوسرا تھا۔ بھلا سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کس طرح گوارا کر سکتے تھے کہ آقائے نامدار تو عقب میں کھڑے ہوں اور غلام ان کو نماز پڑھائے۔ چنانچہ اس واقعہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس حرکت سے یہ

marfat.com

بات ثابت ہو جاتی ہے پیچھے ہٹنا بھی تو ادب ہی کا حصہ تھا۔ کیونکہ اگر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وہاں پر ہی کھڑے رہتے تو یہ بے ادبی ہو جاتی کہ ایک غلام نے سرکار دو عالم ﷺ کی امامت کی۔ اور اسی وجہ سے آپ نے فوراً وہ جگہ چھوڑ دی تاکہ نبی کریم ﷺ امامت فرمائیں۔

کنز العمال میں روایت ہے کہ

قال ابن الاعرابی روی ان اعرابیا جاء الی ابی بکر فقال انت خلیفه رسول الله صلی الله علیه وسلم قال لا فما انت قال الخالفه بعده

"ایک اعرابی نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ کیا آپ نبی کریم ﷺ کے خلیفہ ہیں آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے پھر دریافت کیا پھر آپ کیا ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ ﷺ کے بعد خالفہ ہوں۔

یہ الفاظ غلامانہ سیدنا و مولانا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہیں جن کی خلافت راشد پر ہر مسلک متفق ہے۔ لیکن چونکہ عربی زبان میں خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اس لئے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی غیرت ایمانی نے اس بات کی اجازت نہ دی کہ خود کو آقائے نامدار کا جانشین بھی کہہ سکیں۔ اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ یہ خالفہ کیا ہے تو جناب جوہری نے صحاح میں رقم کیا ہے کہ خالفہ اس شخص کو کہا جاتا ہے جو کسی گھر کے سب لوگوں میں ایسا ہو جو ان کا خیر خواہ ہو۔ اور چونکہ خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اس لئے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ادب نے اجازت نہ دی کہ اپنے آپ کو اس لفظ کا مصداق خیال کریں۔ اس لئے اس کو ایسے لفظ سے بدلا کہ جس میں مادہ خلافت باقی رہے اور ادب بھی ہاتھوں سے جانے نہ پائے۔ حالانکہ آپ کی خلافت احادیث صحیحہ سے بصراحت ثابت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیسا جلیل القدر صحابی

marfat.com

رسول خود کو آنحضرت ﷺ کا خلیفہ کہنے میں متامل ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا کیا جائے کہ جو کمال فخر اور عالمانہ انداز میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ برابری اور بھائی پن کی نسبت اختیار کرتے ہیں۔ فقیر کی سمجھ سے یہ بات بالاتر ہے کہ اس دعوی کا آخر مقصد کیا ہے۔ اگر ان کو اپنی فضیلت ظاہر کرنا ہی مقصود ہے تو وہ خصوصیات حضور کہاں ہیں وہ خصوصیات جو نہ کسی نبی مرسل کو نصیب ہوئیں اور نہ ہی کسی مقرب فرشتہ کو حاصل ہوئیں۔

آنحضرت ﷺ کو اپنے باپ سے افضل سمجھنا

سیدنا ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے والد نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا یعنی ابھی تبلیغ اسلام کے ابتدائی ایام تھے۔ انہی دنوں ایک روز حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابی قحافہ نے حالت کفر میں رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں ناشائستہ کلمات ادا کر دیئے ہے۔ اسی کے ساتھ ہی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ اپنے والد پر اٹھ گیا اور آپ نے اپنے والد کے منہ پر ایک زناٹے دار تھپڑ رسید کر دیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہ تھی کہ چھپی رہتی۔ ایک نہایت شریف النفس شخصیت کا اپنے والد کے ساتھ یہ رویہ تو کوئی سوچ بھی نہیں سکتا۔ جو شخص ہر ایک کے ساتھ نرم روئی کے ساتھ پیش آتا ہے وہ بھلا اپنے باپ کے ساتھ یہ سلوک کیسے کر سکتا تھا۔ لیکن یہ رویہ ان کو اختیار کرنا ہی پڑتا تھا۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی نبی کریم ﷺ کو جانتے تھے چنانچہ ان کا ردعمل یقینی تھا۔

جلد ہی یہ واقعہ دربار رسالت مآب میں پہنچ گیا۔ کہ ابی بکر الصدیق جیسے شریف النفس شخص نے اپنے والد کے منہ پر طمانچہ دے مارا پوچھا کہ یہ کیسی بے ادبی تم نے کی ہے۔

اس پر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ

marfat.com

اس وقت تو میرے پاس تلوار نہ تھی۔ ورنہ ایسی گستاخی پر اس کی گردن اڑا دیتا۔ چنانچہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان میں درج ذیل آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

لا تجد قوما یؤمنون باللہ والیوم الاخر یوادون من حاد اللہ ورسولہ ولو کانوا اباء ھم او ابناء ھم او اخوانھم او عشیرتھم ○ اولئک کتب فی قلوبھم الایمان وایدھم بروح منہ ط ویدخلھم جنت تجری من تحتھا الانھر خلدین فیھا ط رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ اولئک حزب اللہ ط الا ان حزب اللہ ھم المفلحون ط (سورہ مجادلہ۔ رکوع ۳)

''آپ نہ پائیں گے ان لوگوں کو جو یقین رکھتے ہیں اللہ اور آخرت پر کہ وہ ایسوں سے دوستی کریں جو مخالف ہوئے اللہ کے اور اس کے رسول کے۔ گو وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا اس کے بھائی ہوں۔ یا ان کے خاندان کے ہوں۔ یہی ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھ دیا ہے۔ اور ان کی تائید کی اپنے فیضان غیبی سے اور ان کو داخل کرے گا جنت کے باغوں میں جن کے نیچے ہمیشہ نہریں بہتی ہیں۔ ہمیشہ وہاں رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اس سے راضی۔ یہ اللہ کی سپاہ ہے۔ خبردار ہو جاؤ اللہ کے لشکری ہی فلاح پانے والے ہیں''

درج بالا آیت مبارکہ سے بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی کیسی شان ہے اور یہ شان اقدس صرف اور صرف حب نبی کریم ﷺ ہی کی بدولت حاصل ہوتی ہے۔

منبر رسول کریم ﷺ کی تعظیم

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلافت کے بعد جب پہلی مرتبہ منبر پر بیٹھنے لگے تو آپ نے اس درجہ کا انتخاب نہیں کیا جس پر جناب رسالت مآب ﷺ تشریف

marfat.com

فرما ہوتے تھے۔ بلکہ آپ نے اس کے نچلے درجے کا انتخاب فرمایا مبادا بے ادبی نہ ہو جائے۔ آنحضرت ﷺ کے پاؤں مبارک جس جگہ ہوتے تھے جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وہاں بیٹھنا گوارا کیا کیونکہ یہی تو مقام ادب ہے۔ جبکہ حضرت سیدنا مولانا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے جب خلافت کی ذمہ داریاں سنبھالیں تو اس سے بھی نچلے درجہ پر بیٹھنا قبول کیا۔ یعنی جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے وہ درجہ قبول فرمایا جہاں پر جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاؤں مبارک ہوتے تھے۔

ثانی اثنین

سیدہ اسما بنت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں ہم لوگوں کے پاس دن میں دومرتبہ تشریف لایا کرتے تھے (صبح وشام) ایک روز آپ خلاف معمول بھری دوپہر میں تشریف لائے میں نے کہا اے ابا جان رسول اللہ ﷺ بھری دوپہر میں تشریف لائے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو اس وقت کوئی ضروری کام ادھر لایا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکر! کیا تمہیں معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ہجرت کی اجازت دے دی ہے۔ حضرت ابوبکر الصدیق نے عرض کیا کہ میں بھی ساتھ چلوں گا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا تم بھی ساتھ چلو گے۔ حضرت صدیق ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جنہیں میں اتنے اتنے دنوں سے اسی کام کے انتظار میں چرارہا ہوں۔ ان میں سے ایک اونٹنی آپ لے لیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا بشرط قیمت اے ابوبکر۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا۔ قیمت سے میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں (اچھا) جیسی آپ کی مرضی۔ اس کے تھوڑی دیر بعد میں نے ان دنوں کے سفر کے لئے کھانا تیار

marfat.com

گیا۔ اور اپنا کمر بند توڑ کر میں نے اس سے اس ناشتہ کو باندھ دیا۔ یہ دونوں گھر سے نکلے اور جبل ثور کے غار میں ٹھہر گئے۔

غار کے دھانے پر پہنچ کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم سے عرض کیا کہ آپ باہر ٹھہر یئے میں اندر دیکھ آؤں۔ غار کے اندر جا کر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صفائی کی اور کوئی بھی سوراخ معائنہ بغیر نہ چھوڑا۔ اس ڈر سے کہ کہیں کوئی زہریلا کیڑا آنحضرت ﷺ کو نقصان نہ پہنچادے۔ اور ہر سوراخ میں اپنی انگلی ڈال کر دیکھا کہ اگر کوئی زہریلا کیڑا ہو بھی تو وہ آقا علیہ السلام کی بجائے آپ کو نقصان پہنچادے۔

اس سلسلہ میں ایک روایت بہت معروف ہے کہ غار میں موجود تمام سوراخوں میں جناب صدیق اکبر نے کپڑے ٹھونس دیئے مگر ایک سوراخ بچ گیا اور کپڑا ختم ہو گیا۔ چنانچہ اس سوراخ کے آگے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی ایڑھی رکھ دی۔ اس کے بعد آپ نے آقائے نامدار ﷺ کو غار کے اندر بلا لیا۔ رات کو اس سوراخ میں سے دو مرتبہ ایک سانپ نے آپ کی ایڑھی پر ڈس لیا ہے۔ شدت تکلیف سے آپ کی حالت متغیر ہوگئی مگر زبان سے اف تک نہ نکلی۔ فجر کے وقت جب نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے صدیق چلو نماز پڑھ لیں تو آپ سے کھڑا نہ ہوا گیا۔ ماجرا دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ کی ایڑھی پر سانپ کے ڈسنے سے زخم ہو گیا۔ اور آپ شدید تکلیف میں ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے متاثرہ جگہ پر اپنا لعاب ذہن مبارک لگایا تو فوری آرام آ گیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ یہاں ایک سانپ کئی سو برس سے میری زیارت کے لئے مقیم تھا اور جب اس کو موقع ملا تو تم نے وہاں ایڑھی رکھ دی۔ یہ تھی تعظیم کہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر آقا کے آرام میں خلل نہیں آنے دیا۔

marfat.com

بیہقی عن ابن سیرین میں درج ہے کہ کچھ لوگوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں آپس میں بات چیت کی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر فضیلت دی۔ جب یہ خبر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ملی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ''اللہ کی قسم! ایک رات ابو بکر الصدیق کی خاندان عمر سے بہتر ہے۔ اور حضرت ابو بکر کا ایک دن خاندان عمر سے بہتر ہے۔ رسول اللہ ﷺ رات میں غار کی طرف چلے اور آپ ﷺ کے ساتھ ابو بکر صدیق بھی تھے۔ کبھی آپ ﷺ کے آگے چلتے اور کبھی آپ ﷺ کے پیچھے۔ حضور ﷺ سمجھ گئے۔ اور آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اے ابو بکر! تمہیں کیا ہوا کہ کبھی آگے چلتے ہو اور کبھی پیچھے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جب مجھے تلاش کرنے والوں کی آتی ہے تو میں آپ کے پیچھے چلنا شروع کر دیتا ہوں اور جب مجھے گھات میں بیٹھنے والوں کا خیال آتا ہے تو آپ کے آگے چلنے لگتا ہوں۔ آقائے نامدار نے فرمایا کہ اے ابو بکر! کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ اگر خدا نخواستہ کوئی حادثہ ہو تو میری بجائے تمہیں پہنچے! صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے یہی بات ہے۔

جب یہ دونوں حضرات غار پر پہنچے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ذرا ٹھہریئے میں ذرا صفائی کر لوں۔ اندر داخل ہوئے اور صفائی کی اس کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ اب تشریف لے چلئے تو آپ ﷺ اندر تشریف لے گئے۔ اس کے بعد حضرت عمر نے فرمایا اس ذات کی قسم کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے۔ یہ رات خاندان عمرؓ سے بہتر ہے'' (واخرج البیہقی عن ابن سیرین۔ کذا فی البدایۃ ج ۳ صفحہ ۱۸۰) واخرج الحاکم ایضا کما فی منتخب العمال ج ۴ صفحہ ۳۴۸ واخرج البغوی عن ابن ملیکۃ مرسلا بمعناہ قال ابن کثیر ہذا مرسل حسن کما فی

marfat.com

کنز العمال ج ۸ صفحہ ۳۳۵)

اخرج ابرار میں مرقوم ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم نے فرمایا کہ اے لوگو! تم مجھ سے بیان کرو کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بہادر کون ہے! حاضرین مجلس نے عرض کیا کہ آپ ہیں اے امیر المومنین! حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے جب بھی کسی سے مقابلہ کیا تو اپنا حق پورا کیا۔ لیکن تم مجھ سے یہ بتاؤ کہ لوگوں میں زیادہ بہادر کون ہے۔ حاضرین نے عرض کیا کہ ہم لوگوں کو تو علم نہیں آپ ہی فرمایئے کہ کون ہے! حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا کہ ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جب غزوہ بدر ہوا تو ہم لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک جھونپڑا بنا دیا۔ اور ہم لوگوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کون رہے گا ایسا نہ ہو کہ مشرکین میں سے کوئی آپ کی طرف آئے پس اللہ کی قسم اس کام کے لئے آپ ﷺ کے قریب کوئی نہ آیا۔ سوائے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے۔ کہ تلوار سونت کر آپ ﷺ کے سرہانے کھڑے ہو گئے تھے۔ جب کوئی مشرک آپ ﷺ کی طرف سے آنے کا قصد کرتا یہ اس کی طرف جھپٹ کر جاتے۔ یہ تمام لوگوں میں سے زیادہ بہادر تھے اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بدر کا پورا واقعہ حاضرین کو سنایا۔

ہجرت کی رات جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو اطلاع دی کہ کفار مکہ آج کی رات شب خون مارنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو آپ ﷺ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ کے گھر تشریف لائے اور اپنے بستر پر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلا دیا رات کے اندھیرے میں دونوں مقدس ہستیاں جن میں ایک غلام تھا غار ثور کی طرف چل دیں۔ اس کا تذکرہ کلام اللہ شریف میں ''ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ'' کی صورت وارد ہوا ہے۔

marfat.com

کفار مکہ جب دونوں بزرگ ہستیوں کوتلاش کرتے ہوئے۔ مذکورہ غارتک پہنچے تو دونوں نے ان لوگوں کی آوازوں کوسنا۔اس بات کے خوف سے کہ کہیں نبی کریم ﷺ کو یہ مشرکین کوئی نقصان نہ پہنچا دیں۔سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پرخوف کا غلبہ ہوا۔آپؓ کی کیفیت دیکھ کرسرکاردوعالم ﷺ نے ارشادفرمایا کہ ''لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا''۔کہ تم کوئی خوف محسوس نہ کرو۔اللہ ہمارے ساتھ ہے۔اسی کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل ودماغ سے خوف دور ہوگیا۔کیوں کہ آپؓ کو یقین کامل تھا کہ آنحضرت ﷺ کبھی وہ بات نہیں فرماتے جو ہونانہیں ہوتی۔

marfat.com

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کی چھت پر ایک پرنالا تھا ایک روز سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پاک وصاف کپڑے زیب تن کئے ہوئے مسجد نبوی کی جانب جارہے تھے۔ جب اس پرنالے کے قریب پہنچے تو آپ پر اس پرنالے سے خون کے چھینٹے پڑے۔ ہوا یوں کہ اس روز حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر دو مرغ ذبح کئے گئے تھے جن کا خون بہہ رہا تھا جب آپ کا گزر ادھر سے ہوا۔ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس وجہ سے کہ اس طرح عام مسلمانوں کے کپڑے بھی خراب ہوا کریں گے اس پرنالے کو اکھاڑنے کا حکم دیا۔

اس کے بعد آپ اپنے گھر تشریف لے گئے اور کپڑوں کو دھو کر ان پر سے نجاست کو صاف کر کے مسجد میں تشریف لائے۔ اسی دوران لوگوں نے اس پرنالے کو اکھاڑ دیا۔ مسجد میں جب آپ پہنچے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے قریب آکر دھیرے سے یہ کہا کہ "یا امیر المومنین! اللہ کی قسم اس پرنالے کو جسے آپ نے اکھیڑنے کا حکم دیا تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے دست مبارک سے اسی جگہ لگایا تھا"

جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ ماجرا سنا تو حد درجہ پریشان ہو گئے۔ تھوڑی دیر افسردگی سے بیٹھے رہے پھر رقت آمیز لہجے میں فرمایا کہ "اے عباس! میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ اپنے پیر میرے کندھوں پر رکھ کر اس پرنالے کو اسی طرح لگا دو جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لگایا تھا۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

اللہ اللہ! کیا نظارہ تھا کہ دنیا کا سب سے عظیم الشان فرماں روا۔ جس کے

marfat.com

نام سے کفار تھر تھر کانپتے تھے۔ وہ کھڑا ہے اور ایک شخص اس کے شانوں پر چڑھ کر پرنالا لگا رہا ہے، اہل مدینہ دیکھ رہے ہیں۔ مگر جو شخص امیر المومنین کے شانوں پر چڑھ کر پر نالا لگا رہیں وہ بھی کوئی معمولی شخصیت نہیں بلکہ یہ شخصیت نبی کریم ﷺ کے سگے چچا حضرت عباس بن عبد المطلب تھے۔ بات انا کی نہیں تھی اور نہ ہی جھگڑا پر نالہ لگانے کا تھا۔ بلکہ اب تو معاملہ حب رسول کریم ﷺ کا تھا۔ کہ اصحاب کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دلوں میں حضور ﷺ کی تعظیم پردہ فرمانے کے بعد بھی کس قدر تھی۔

ایک بہت مشہور و معروف روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک یہودی میں کچھ نزاعی معاہدہ ہو گیا۔ چونکہ ان دنوں مسلمان اور یہودی اکٹھے ہی رہتے تھے۔ اور کاروباری معاملات بھی تھے اس کے علاوہ ان سے الگ رہنے کا حکم بھی نہیں نازل ہوا تھا۔ ان دونوں نے یعنی مسلمان اور یہودی نے اپنا معاملہ سرکار دو عالم ﷺ کے پاس پیش کیا وہاں سے مسلمان کے خلاف فیصلہ ہوا۔ یہودی نے کہا کہ اب تو تم کو اطمینان ہو گیا کہ نہیں اس نے کہا کہ نہیں میں تو عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیصلہ کرواؤں گا۔ چنانچہ یہ دونوں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے اور یہودی نے سارا معاملہ سنانے کے بعد بتلایا کہ آپ سے پہلے ہم آپ کے نبی ﷺ کے پاس بھی گئے تھے۔ مگر آپ کے نبی ﷺ کا فیصلہ اس مسلمان کو پسند نہیں۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ذرا ٹھہر میں ابھی فیصلہ کیے دیتا ہوں۔ وہ دونوں وہیں کھڑے رہے اور آپ اپنے گھر کے اندر تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ باہر جب آئے تو آپ کے ہاتھ میں برہنہ تلوار تھی۔ آپ نے ایک ہی تلوار کا وار کیا اور اس منافق کا سر کٹ کر زمین پر آ رہا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس کو آنحضرت ﷺ کا فیصلہ قبول نہیں اس جسم پر اس کا سر نہیں رہنا

marfat.com

چاہیے اور اس کو مسلمان کہلوانے کا کوئی حق نہیں۔

عند ابی نعیم فی الحلیۃ ج ا صفحہ ۵ پر مرقوم ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک نیا کرتا پہنا اور مجھ سے چھری طلب فرمائی اور فرمایا اے میرے بیٹے! میرے اس کرتے کی آستین کھینچ اور اپنے ہاتھ کو میری انگلیوں کے کنارے سے ملا پھر جو بڑھا ہوا حصہ ہو اسے کاٹ دے۔ چنانچہ میں نے دونوں آستینوں کی دونوں جانبین کاٹ دیں۔ کٹنے میں دونوں آستین برابر نہ کٹیں تو میں نے عرض کیا اے ابا جان! اگر میں ان دونوں کو قینچی سے برابر کر دوں تو اچھا ہو۔ آپؓ نے فرمایا اے میرے بیٹے! اسے چھوڑ! میں نے اسی طرح حضور اکرم ﷺ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی طرح یہ کرتا پہنے رہے۔ یہاں تک کہ وہ پارہ پارہ ہوا اور میں نے دیکھا کہ بسا اوقات اس کے تاگے ان کے قدموں میں لٹکے ہوتے۔

بخاری شریف میں روایت ہے کہ حضرت اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حجر اسود کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "سن لے خدا کی قسم" میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ نہ تو کسی نقصان پہنچا سکتا ہے۔ اور نہ نفع دے سکتا ہے۔ اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھا ہوتا کہ تجھے بوسہ دے رہے ہیں۔ تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا" اس کے بعد اس کو بوسہ دیا اور فرمایا "ہمیں رمل (طواف کے تین چکروں میں اکڑ کر چلنے) سے کیا واسطہ؟ یہ تو ہم لوگوں نے مشرکین کو دکھلانے کے لئے کیا تھا۔ اور اللہ پاک نے مشرکین کو ہلاک کر دیا۔ اس کے بعد فرمایا مگر یہ ایسی چیز ہے کہ جس کو سرکار دو عالم ﷺ نے کیا ہے لہٰذا اس کے ترک کرنے کو ہم اچھا نہیں سمجھتے۔

marfat.com

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ

رسول کریم ﷺ نے جب سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اہل قریش کی جانب صلح حدیبیہ کے لئے بھیجا تو اہل قریش نے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو طواف کعبہ کی اجازت دی بلکہ دعوت دی کہ آپ طواف کرلیں۔ مگر آپ نے طواف کرنے سے انکار کر دیا کیونکہ اللہ کریم جل شانہ کا حکم ہے کہ

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ لَا تُقَدِّمُوْ ا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ

''اپنے آقائے نامدار کا ادب و تعظیم مدنظر رکھ کر فرمایا''

مَا کُنْتُ لَا فَعَلُ حَتّٰی یَطُوْفَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم :

''یعنی میں ہرگز طواف نہ کروں گا جب تک میرے مولا رسول اللہ ﷺ طواف نہ کریں گے''

طواف کعبہ شریف دراصل عبادت میں شامل ہے۔ اور اس کو تمام مسلمان سعادت خیال کرتے ہیں لیکن سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے بغیر طواف کعبہ بھی نہ کیا کیونکہ سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے گھر کی پہچان تو نبی کریم ﷺ نے ہی کروائی تھی اب بھلا کیسے ممکن تھا کہ آپ آقائے نامدار ﷺ کے بغیر طواف کعبہ کرلیتے۔ اور یہی حضور ﷺ کے رعایت ادب کو تو افضل جانا۔

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمۃ ''مدارج النبوت'' میں فرماتے ہیں کہ ''کوئی عبادت حضور ﷺ کی رعایت ادب کے برابر نہیں ہے۔ اسی طرح حضور ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین عظام حضور ﷺ کی حدیث اور کلام کے ذکر کے وقت حضور ﷺ کی تعظیم و توقیر فرمایا کرتے اور آپ

marfat.com

بیت کا ادب ملحوظ رکھتے تھے۔

"کنز العمال" میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ "میں اسلام قبول کرنے والوں میں چوتھا شخص ہوں۔ اور میرے نکاح میں رسول اللہ ﷺ نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے دی ہیں۔ اور میں نے جب سے اپنا داہنا ہاتھ حضور ﷺ کے دست مبارک سے ملایا ہے۔ اس دن سے میں نے اس ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو کبھی نہیں چھوا۔ (کیمیائے سعادت)

ادب کا یہ وہ عظیم رتبہ ہے جس پر ہر شخص مکلّف نہیں بلکہ یہ تو صرف سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہی حصہ ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ حدیث مبارکہ میں آیا ہے واذا اتی الخلاء فلا یَمَسُّ ذکرہٗ بِیَمِیْنِہٖ وَلا یَتَمَسَّحْ بِیَمِیْنِہٖ: یعنی جب کوئی پاخانے جائے تو دائیں ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو مت چھوئے۔ نہ اس سے نجاست پونچھے۔ ایک اور حدیث مبارکہ ہے کہ

کَانت یَدُ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْیُمْنٰی لِطُھُوْرِہٖ وطعامه وکَانَتْ یَدَہُ الْیُسْرٰی بخلائِہٖ وَما کَانَ مِنْ اَذًی.

یعنی جناب رسول کریم ﷺ کا دایاں ہاتھ وضو کرنے اور کھانے کے لئے تھا اور آپ کا بایاں ہاتھ پاخانے میں ڈھیلا استعمال کرنے اور ہر مکروہ چیز کے لئے تھا۔

متذکرہ بالا احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر اس قدر برتری حاصل ہے کہ پاخانہ وغیرہ کی حالت میں اسے مکروہ اور نجس چیزوں کے چھونے سے بچایا جائے۔ اور اس کام کے لئے صرف بایاں ہاتھ مخصوص کرلیا جائے۔ اس کے باوجود سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس فضیلت کی بناء پر ان کا بایاں ہاتھ چونکہ سرکار دو عالم ﷺ کے دست مبارک سے مس ہو چکا ہے۔ چنانچہ اس کے شرف کو اس قدر وسیع اور عام کر دیا کہ خلاء وغیر خلا کی حالت میں بھی مدت العمر اس

marfat.com

سے شرم گاہ کو نہیں چھوا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ دائیں ہاتھ کی جو فضیلت حالت خلاء میں ذکر سے مانع تھی وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعظیم رسول کریم ﷺ میں آپ ﷺ کے ہاتھ چھونے کے باعث اس قدر وسیع کر لی کہ غیر خلا کی حالت میں بھی اس سے مس ذکر نہ کیا۔ یا یوں خیال کر لیجئے کہ اگر شرع نے دائیں ہاتھ سے مس ذکر کرنے سے اس لئے منع کیا ہے کہ وہ بائیں سے اشرف ہے تو سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اس کے عدم مس ذکر کی علت بجائے اس کے دایاں ہونے کے اس امر کو قرار فرمایا کہ آپ کا دایاں ہاتھ سرکار دو عالم ﷺ کے دست مبارک سے چھو چکا تھا۔

یہاں یہ ایک اور پہلو بھی تشنہ رہ جاتا ہے یعنی اگر اس ہاتھ میں کسی قسم کی برکت پیدا ہو گئی تھی تو شرمگاہ میں کونسی برائی رکھی گئی تھی جس کو وہ متبرک ہاتھ لگانا مذموم سمجھا گیا۔ حالانکہ احادیث مبارکہ سے مصرح ہے کہ وہ بھی ایک عضو ہے۔ مثل اور اعضاء کے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

عَنْ قَيْسِ بْنِ طَلْقٍ اَنَّ اَبَاهُ حَدَّثَهُ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وآله وسلم عَنْ رَجُلٍ مَسَّ ذَكَرَهُ اَيَتَوَضَّؤُ قَالَ هَلْ هُوَ اِلَّا بَضْعَةٌ مِنْ جَسَدِكَ:

''موطا امام محمد میں قیس بن طلق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ کیا آلہ تناسل کے چھونے سے وضو ٹوٹتا ہے۔ فرمایا وہ تو ایک ٹکڑا ہے تیرے جسم کا''

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِىْ طَالِبٍ قَالَ مَا اُبَالِىْ اِيَّاهُ اَمَسُّ اَوْ اَنْفِىْ اَوْ اُذُنِىْ

''موطا امام محمد میں مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھے پرواہ نہیں کہ ذکر کو مس کروں یا ناک کو یا کان کو یعنی ان تمام اعضا کو چھونے کا ایک ہی حکم ہے۔

marfat.com

عَنْ اِبْرَاھِیْمَ اَنَّ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ سُئِلَ عَنِ الْوُضُوْءِ مَنْ مَسَّ الذَّکَر فَقَالَ اِنْ کَانَ نَجَسًا فَاقْطَعُہٗ:

ترجمہ: موطا امام محمد میں حضرت ابراہیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ کسی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ کیا مس ذکر سے وضو ٹوٹتا ہے یا نہیں۔ فرمایا اگر وہ نجس ہے تو اس کو کاٹ ڈالو۔

حاصل کلام یہ ہے کہ شرعاً بول و براز کی حالت کے سوا دیگر حالت میں مس ذکر میں کوئی کراہت نہیں۔ البتہ اگر کراہت ہے تو طبعی ہے پھر اس کراہت طبعی کو ادب نے وہاں اس درجہ بڑھایا یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ مشابہ بلکہ زیادہ کراہت شرعی سے کر دیا۔ جس کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہاں عمر بھر اس فعل سے بچتے رہے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ادب ایک ایسی چیز ہے کہ اپنا پورا اثر کرنے میں نہ منتظر امر ہے اور نہ محتاج نظیر۔ بلکہ اہل ایمان میں وہ ایک قوت راسخہ ہے۔ جس کو خاص ایمان کے ساتھ تعلق ہے اور اس کا منشا عظمت و قوت اس شخص یا اس چیز کی ہے۔ جس کے آگے ادب کرنے والا اپنے کو کم درجہ اور ذلیل سمجھتا ہے۔

ابھی تک تو بات ہو رہی تھی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی۔ مگر اب ہم بات کریں گے۔ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ کی تعظیم دیارِ مصطفیٰ ﷺ کی۔

مٹھی بھر مفسدین نے مدینۃ الرسول میں ضعیف العمر خلیفہ کے گھر کا گھیراؤ کر رکھا ہے۔ ایک ایسے خلیفہ کا جس کی سلطنت اس وقت دنیا میں سب سے بڑی ہے۔ اس کی افواج سرحدوں پر جہاد میں مصروف ہے۔ اور مدینہ طیبہ بھی مجاہدین اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے خالی نہیں یہ ضعیف خلیفہ سیدنا و مولانا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

marfat.com

مفسدین اعلانیہ مدینہ طیبہ کی جگہوں میں چیختے چلاتے پھرتے تھے اور ان کو منع کرنے والا کوئی نہ تھا۔ جب مفسدین کی کارروائیاں حد درجہ ناقابل برداشت ہو گئیں تو جان نثاروں نے ان سے جنگ کرنے کی سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت طلب کی۔ مگر خلیفہ راشد نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے شہر کو فتنہ وفساد میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا اور ایک مرتبہ یہ حکم فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے مدینۃ الرسول میں خون ریزی ہو۔

یہ ہے تعظیم مصطفیٰ ﷺ کہ آقائے نامدار کے شہر اقدس کا بھی ادب اور احترام ملحوظ رکھا جا رہا ہے۔ اگر مدینہ طیبہ کی یہ تعظیم سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پیش نظر نہ ہوتی تو ان مٹھی بھر مفسدین کا چند گھنٹوں میں ہی صفایا ہو جاتا۔ مگر عاشق صادق سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی جان دینا گوارا فرما لیا۔ مگر شہر مدینہ کی تعظیم برقرار رکھی۔

marfat.com

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

صحیح مسلم میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم نے جب وہ صلح نامہ تحریر فرمایا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار کے درمیان حدیبیہ کے مقام پر ہوا تھا اور تاریخ اس کو صلح حدیبیہ کے نام سے یاد کرتی ہے اس معاہدے کی عبارت یہ تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم نے یہ تحریر فرمایا۔

هٰذَا مَا کَاتَبَ عَلَیْهِ مُحَمَّدٌ'' رَسُوْلُ اللّٰهِ

تو مشرکین نے کہا کہ لفظ ''رسول اللہ'' مت لکھا جائے۔ اور حقیقت یہی ہے کہ وہ لوگ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا رسول تسلیم کر لیتے تو پھر لڑائی اور صلح کی ضرورت ہی کیا تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو تسلیم فرمایا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ارشاد فرمایا کہ ''اے علی! تم ایسا کرو کہ یہ کاٹ دو اور باقی عبارت لکھو'' حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم نے عرض کیا ''میری یہ مجال نہیں اور یہ غلط بھی نہیں لہٰذا میں تو اس لفظ کو جو کہ مبنی بر حقیقت ہے نہیں کاٹوں گا۔

بات فقط لفظوں کو کاٹنے کی نہ تھی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اگر طویل عبارت لکھنے سے انکار نہ تھا۔ تو بھلا وہ دو لفظوں کے کاٹنے سے کیوں معذوری فرما رہے تھے۔ بات دراصل رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور عقیدت کی تھی۔ کہ مشرکین تو یہ بات نہیں مانتے مگر ہم تو مانتے ہیں۔ چنانچہ آپؓ نے ایک لحظہ توقف کیئے بغیر انکار فرما دیا بات تو صلح صفائی کی ہو رہی تھی مگر اب صورت حال ایک مرتبہ پھر بگڑنے لگی چنانچہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی مذکورہ الفاظ کو اپنے دست مبارک سے کاٹ دیا۔ اگر دیکھا جائے تو یہ ایک طرح سے حکم عدولی ٹھہری۔ مگر چونکہ آقائے نامدار

marfat.com

ﷺ کو معلوم ہوا کہ میرے یہ فدا کار اپنا سر تو بخوشی کٹوا سکتے ہیں مگر میری شان میں کمی برداشت نہیں کر سکتے۔ چنانچہ آپ نے کسی بھی ناخوشی کا مظاہرہ کئے بغیر وہ الفاظ کاٹ دیئے۔

اب دوسری جانب دیکھا جائے تو یہ آیات کریمہ بھی کلام اللہ شریف میں ملتی ہیں کہ

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا

''اور جو حکم تمہیں رسول اللہ ﷺ دیں تو اس کو قبول کرو اور جس امر سے تم کو منع فرمائیں تم وہ مت کرو'' (الحشر رکوع ۱)

وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَۃٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ مِنْ اَمْرِھِمْ وَمَنْ یَّعْصِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِیْنًا

''اور یہ حق نہیں کسی ایماندار مومن کا نہ مومن عورت کا۔ جب فیصلہ کر دے اللہ اور اس کا رسول کسی امر کا کہ ان کا اختیار اپنے معاملے میں اور جس نے نافرمانی کی اللہ اور اس کے رسول کی۔ سو وہ بھولا صریح چوک کر'' (احزاب رکوع ۵)

کیا کوئی شخص اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ ان آیات کا حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کریم کو علم تھا۔ جی ہاں علم تھا اور ہم سب سے بلا شک وشبہ کروڑ درجہ بڑھ کر تھا۔ لیکن آپ نے اس عشق کا مظاہرہ کیا جو صرف انہیں کا خاصہ تھا۔ یہ جرات اور ہمت کی عمدہ مثال تھی کہ ہم تو آپ کے غلام ہیں اور آپ ﷺ کی عزت ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے پھر کیوں آپ اس سعادت کو ضائع کر دیتے ہیں لیکن یہ بھی تو ایک طرح سے تعظیم اور عشق ہی کا مقام تھا کہ باوجود اس بات کے کہ سب کو معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ کے حکم سے سرتابی کا مطلب گناہ ہے۔ مگر یہاں اصل میں دیکھنا یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ایسا تھا کہ اس کی تعمیل حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کریم سے نہیں ہو سکتی تھی کہ یہ بھی تو ادب کا تقاضا تھا کیونکہ رسول اللہ کے الفاظ کاٹنا

marfat.com

بھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم کے لئے تعظیم مصطفی ﷺ کی وجہ سے ممکن نہ تھا۔

اس واقعہ کو حکم عدولی سے تعبیر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس بات کا احتمال تو ہو ہی نہیں سکتا کہ اصحاب کرام سے آنحضرت ﷺ کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکے۔ اور وہ بھی کس موقع پر جب کہ آقائے نامدار ﷺ بنفس نفیس خود حکم فرما رہے ہیں اور اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ان مقدس حضرات میں گویا کہ سرتابی کا مادہ تھا ہی نہیں اس سے بڑھ کر انقیاد بھلا کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے ایک اشارہ پر جان دے دینا ان کے لئے ایک نہایت معمولی سی بات تھی یہ بھی نہیں کہا جا سکتا ہے کہ یہ عدول حکمی خلاف مرضی اللہ اور رسول کریم ﷺ تھی کیونکہ اگر یہ بات واقعتاً ہوتی تو نبی کریم ﷺ خود ہی سرزنش فرما دیتے یا پھر آیت نازل ہوئی

اس لئے کہ ان حضرات مقدسہ کی تادیب کا لحاظ بیش از پیش مرعی تھا۔ اس وجہ سے کہ وہ حضرات مقدسہ ایک عالم کے مقتداء ہونے اور دنیا کے لئے نمونہ بننے والے تھے۔ غرض ان تمام امور پر نظر ڈالنے سے پریشانی ہوتی ہے۔ مگر یہ خلجان اس طرح دور ہو جاتا ہے کہ ان حضرات مقدسہ کا پاس ادب جو کہ سچے دل سے تھا وہ کچھ ایسا بافروغ تھا کہ اس کے مقابلے میں وہ عدولی حکمی التفات نہ ہوئی۔ اگر اس حالت کو خیال فرمائیے بشرطیکہ دلوں میں وقعت وعظمت رسول کریم ﷺ کی کامل طور پر ہو تو معلوم ہوگا کہ ان حضرات مقدسہ کے دلوں کا اس وقت کیا حال ہوگا۔ ادھر بنفس نفیس سید المرسلین ﷺ حکم فرما رہے ہیں اور ایک طرف آیات واحادیث مبارکہ بآواز بلند کہہ رہی ہیں کہ خبردار امر واجب الانقیاد سے سرمو انحراف نہ ہونے پائے اور ادھر ادب کا دل پر اس قدر تسلط ہے کہ امتثال کے لئے نہ ہاتھ ہی یاری دیتے ہیں اور نہ ہی پاؤں۔

آخر ان حضرات مقدسہ کو تعظیم مصطفی ﷺ نے اس قدر مجبور کر دیا کہ امتثال امر ہو ہی نہ سکا۔ اور انہوں نے وہی کیا جو مقتضائے ادب تھا اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ

marfat.com

جب نص قطعی کے مقابلہ میں آخر ادب ہی کی ترجیح ہوئی تو دین میں اس کو کس قدر با وقعت اور ضروری چیز خیال کرنا چاہیے۔

تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں نماز عصر قضا ہو جانا

شفا قاضی عیاض میں مروی ہے کہ جنگ خیبر کی واپسی میں منزل صہبا پر رسول کریم ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی ۔ اور حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کریم جماعت میں شامل نہ ہو سکے۔ نماز کے بعد حضرت علی کے زانوؤں پر سر رکھ کر آنحضور ﷺ آرام فرمانے لگے چونکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر ادا نہیں کی تھی چنانچہ دیکھتے رہے کہ نماز عصر کا وقت جو کہ سب نمازوں میں افضل ہے نکلتا جا رہا ہے۔ اور اس کی تاکید کلام اللہ شریف میں فرمائی گئی ہے۔ حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى (البقرہ رکوع ۳۱)

''حفاظت کرو اور نگاہ رکھو نمازوں پر اور نماز وسطی (یعنی نماز عصر) پر''

غزوہ خندق کے روز خود نبی کریم ﷺ نے نماز عصر فوت ہو جانے پر کفار کے لئے بد دعا فرمائی۔

حَبَسُوْنَا عَنْ صَلٰوةِ الْوُسْطٰى صَلٰوةِ الْعَصْرِ مَلَأَ اللّٰهُ بُيُوْتَهُمْ وَقُبُوْرَهُمْ نَارًا

''ان کفار نے ہمیں نماز وسطی یعنی نماز کی ادائیگی سے روکا۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں اور گھروں کو آگ سے بھر دے''

باوجود اس قدر تاکید کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کریم نے عمداً نماز عصر قضا فرما دی۔ وجہ وہی تھی یعنی یہاں بھی تعظیم مصطفیٰ ﷺ ہی کارفرما تھی۔ آپ کا خیال فقط یہی تھا کہ اگر آپ کا زانو تھوڑا سا بھی جنبش کرے گا تو آنحضرت ﷺ کی نیند میں خلل

marfat.com

واقع ہو جائے گا۔ اور آپ آرام نہ فرما پائیں گے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقط تعظیم مصطفیٰ ﷺ اور اطاعت رسول کریم ﷺ کے باعث خود کو اسی جگہ ساکت رہنے دیا یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔

غروب آفتاب کے ساتھ سرکار دو عالم ﷺ نیند سے بیدار ہوئے۔ اب حضرت علی نے اپنی عصر کی نماز کے فوت ہو جانے کا سوال آپ کے گوش گزار کیا۔ آنحضور ﷺ نے دعا فرمائی اے اللہ کریم غفور الرحیم! اگر علی تیری اطاعت میں تھا تو پھر آفتاب کو طلوع کر دے۔ پس اسی وقت ڈوبا ہوا سورج ہٹ آیا اور حضرت علی المرتضیٰ نے نہایت سکون اور راحت کے ساتھ نماز عصر ادا فرمائی۔ اس کے ساتھ آفتاب بھی غروب ہو گیا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اطاعت اور فرماں برداری رسول کریم ﷺ ہر حال میں اور ہر امر میں واجب و لازم ہے اور جس نے تصدیق رسالت تو کی۔ مگر اتباع اور اطاعت رسول کریم ﷺ نہیں کی تو بلاشبہ وہ گمراہ ہے۔

اس حدیث کو دو طریقوں سے طحاوی نے ''مشکل الا ثار'' میں ایک روایت اسماء بنت عمیس نے ایک فاطمہ بنت حسین نے ایک، قاضی عیاض نے ''شفا'' میں، سیوطی نے ''الدر منتشرہ، فی الا حادیث المشتھرہ ''میں، حافظ ابن سیدنا نے :: بشری اللبیب'' میں اور اس حدیث کے دونوں طریق شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ۱۱۴۴ ہجری میں مدینہ طیبہ میں اپنے استاد شیخ ابو طاہر سے مسلسل فاطمہ بنت حسین تک اور اسماء بنت عمیس تک ازالتہ الخفا میں نقل کئے ہیں۔

''ازالتہ الخفاء'' میں ہے کہ ابن جوزی نے اس حدیث مبارکہ کو موضوع کہا ہے لیکن اس کے جواب میں شیخ محمد عبد الحق محدث دہلوی نے ''مدارج النبوت'' میں لکھا ہے کہ ابن جوزی حدیثوں کو موضوع کہنے میں بہت عجلت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

marfat.com

بہرکیف یہ حدیث صحیح ہے۔

''صواعق'' میں ہے کہ عراق کی ایک جماعت مشائخ ابوالمنصور مظفر بن اردشیر قناوی رحمتہ اللہ علیہ کے وعظ میں حاضر تھی۔ جب کہ وہ نماز عصر کے بعد وعظ فرما رہے تھے۔ اور یہی حدیث اہل بیت کے فضائل بیان فرما رہے تھے کہ یکا یک ابر آیا اور آفتاب چھپ گیا۔ لوگوں نے گمان کیا کہ آفتاب غروب ہو گیا۔ آپ نے منبر پر کھڑے ہو کر آفتاب کو اشارہ کیا اور تین اشعار پڑھے۔ مذکورہ جماعت کا کہنا ہے کہ اسی وقت ڈوبا ہوا سورج پھر نکل آیا۔

حضرت قباث اور عباس رضوان اللہ کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ

بیہقی نے ''دلائل النبوت'' میں ابی الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ عبدالملک بن مروان نے قباث بن اشیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو کہ آنحضرت ﷺ سے عمر میں بڑے تھے سوال کیا کہ ''کیا آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ ﷺ بڑے تھے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَکْبَرُ مِنِّیْ وَاَنَا اَسَنُّ مِنْہُ

''انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ بڑے تھے مجھ سے اور میں عمر میں ان سے زیادہ ہوں''

وضاحت انہوں نے اس طرح کی کہ ''رسول کریم ﷺ کی ولادت شریف عام الفیل میں ہے اور مجھے یاد پڑتا ہے کہ میری والدہ صاحبہ اسی ہاتھی کی لید کے پاس لیکر کھڑی تھیں۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ آنحضرت ﷺ کے حقیقی چچا تھے ایک مرتبہ ان سے اس قسم کا سوال کیا گیا تو انہوں نے بھی تقریباً یہی جواب دیا کہ رسول اللہ

marfat.com

ﷺ اکبر تھے اور میری ولادت پیشتر ہے (کنز العمال)

''کنز العمال'' میں حضرت یزید بن الاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت فرمایا کہ ''اے ابو بکر! میں تم سے بڑا ہوں یا تم'' حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا ''آپ اکبر ہیں اور اکرم ہیں جب کہ میری عمر زیادہ ہے''۔

یہ سوال و جواب ہمیں دراصل تعظیم مصطفیٰ ﷺ سے آگاہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے ان لوگوں سے جن کی عمر آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھی سوال کو الجھا کر کیا کہ دیکھیں یہ جواب کیا دیتے ہیں۔ حالانکہ عام طور پر یہی سوال کیا جاتا ہے کہ تم فلاں سے بڑے ہو یا وہ تم سے بڑا ہے۔ تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ کیا تمہاری عمر اس سے زیادہ ہے یا یوں کہہ لیں کہ کیا تم عمر میں اس سے بڑے ہو۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی کوئی اور تھا اب اگر کسی صحابی سے یہ سوال کیا جاتا کہ تم اکبر ہو رسول اللہ ﷺ سے تو وہ بھلا کس طرح کہہ دیتے کہ ہاں ہم اکبر ہیں بلکہ وہ عقل و دانش کے موتی بکھیرنے والے فوراً یہ جواب دیتے کہ اکبر تو نبی کریم ﷺ ہی ہیں مگر ہماری عمر زیادہ ہے۔

عربی زبان میں لفظ اکبر اور سن دونوں کے ایک ہی طرح کے مطلب ہیں۔ مگر اکبر کو مطلق بزرگی کے معنوں میں بھی چونکہ استعمال ہوتا ہے۔ اس لئے ان بزرگوں نے ''اکبر'' کی صراحتہً نفی کر دی اور مجبوراً لفظ ''سن'' کو ذکر کیا۔ کیونکہ صراحتہ مقصود پر دلالت کرنے والا سوائے اس کے کوئی اور لفظ نہ تھا۔ اور یہی اصل میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ تھی۔ کہ حقیقی چچا بھی آپ ﷺ کو میرے بھتیجے یا بیٹے کہہ کر نہیں مخاطب کرتے ہیں بلکہ آپ کو سیدی یا رسول اللہ ﷺ کہہ کر مخاطب کرتے تھے۔

marfat.com

صحابہ کرام کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو داؤد میں عبد بن فیروز رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ”حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں نے پوچھا کہ کن جانوروں کی قربانی درست نہیں ۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ چار قسم کے جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں ایک وہ جس کی آنکھ پھوٹی ہو۔دوسرا وہ جو سخت بیمار ہو۔تیسرا وہ جن میں لنگ ظاہر ہو اور چوتھا وہ جو نہایت دبلا ہو۔اس کی آپ نے اپنی انگلیوں کے اشارے سے تشریح فرمائی۔لیکن میری انگلیاں آنحضرت ﷺ کی انگلیوں سے چھوٹی ہیں“ مطلب یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ میں پہلے دست مبارک کے اشارے سے تعین فرمایا۔کہ چار جانور ہیں جن کی قربانی درست نہیں۔ پھر ان کی تفصیل بیان فرمائی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اس واقعہ کو بیان فرمایا تو ادب نے اجازت نہ دی کہ رسول کریم ﷺ کے دست مبارک کی حکایت اپنے ہاتھ سے کی جائے ۔لہٰذا ظاہر کیا کہ ”میری انگلیاں آنحضرت ﷺ سے چھوٹی ہیں“ یعنی مطلب یہ ہوا کہ میری انگلیوں کو سرکار دو عالم ﷺ کی انگلیوں کے ساتھ کچھ بھی نسبت نہیں ۔یعنی صرف اور صرف تعظیم مصطفیٰ ﷺ نے اس بات کی اجازت نہ دی۔

ہر شخص جانتا ہے کہ چار کا اشارہ ہاتھ سے کرنے میں مقصود محض عدد کا تعین ہے جب کہ ظاہری طور پر اس میں کوئی مساوات کا شائبہ بھی نہیں ہے ۔ اور نہ ہی سوء ادب کا۔ باوجود اس کے ادب صحابیت نے دست مبارک کی حکایت بھی گوارا نہ فرمائی

marfat.com

۔جس سے تشبیہ لازم آجاتی ہے اب آپ ان کے دوسرے آداب کواسی پر قیاس فرما سکتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

صحیح بخاری میں حضرت ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ایک روز میں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ منورہ کے کسی راستے میں دیکھا۔ چونکہ میں جنبی تھا۔اس لئے میں چھپ گیا۔پھر غسل کر کے حاضر خدمت ہو۔آپ نے فرمایااے ابو ہریرہ تم کہاں تھے۔عرض کیا کہ مجھے نہانے کی ضرورت تھی۔اس لئے میں نے آپ کے ساتھ بغیر طہارت کے بیٹھنے کو مکروہ سمجھا۔آنحضرت ﷺ نے ارشادفرمایا۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ اَنَّ الْمُؤْمِنَ لَا یَنْجَسُ

''اللہ تعالیٰ پاک ہے مسلمان نجس نہیں ہوتا''

آپ غور فرمائیے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی خاطر آنحضرت ﷺ سے قربت بھی مناسب نہ سمجھی حالانکہ اس سے بڑی بھلا اور کیا سعادت کسی بھی مسلمان کے لئے ہوسکتی ہے۔لیکن یہاں ہر بات حصول قربت کی نہ تھی بلکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کائنات کی مطہر ہستی کے سامنے پلید حالت میں جانا ہی قبول نہ کیا۔اس سے صاف ظاہر ہے کہ ان اصحاب مقدسہ کے دلوں میں عظمت رسول کریم ﷺ درجہ کمال تک پہنچی ہوئی تھی جس نے ان کی عقل مقہور کر کے ان کے دلوں کواس ادب پر مجبور کر دیا تھا۔ورنہ وہ جانتے تھے کہ جنابت کا جسم میں سرایت کرنا ایک امر حکمی ہے۔حسی نہیں۔جس سے دوسرے کو کراہت ہو۔اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس کا اثر دوسرے تک متعدی نہیں ہوسکتا۔

marfat.com

دوسری جانب بھی دیکھئے کہ ہر چند رسول مقبول ﷺ نے شرعی مسئلہ بیان فرما دیا کہ مسلمان نجس نہیں ہوتا۔ مگر کلام اس میں ہے کہ اس حالت میں حاضر دربار نبوی ﷺ ہونے میں انہیں کون سی چیز مانع تھی۔ اگر نعوذ باللہ طبیعت میں بے باکی ہوتی تو خیال کرتے کہ اس حالت میں مجالست سے کوئی ممانعت نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی خیال آ سکتا تھا کہ چل کر دیکھئے کہ اگر حضور ﷺ منع فرمائیں گے تو ایک مسئلہ معلوم ہو جائے گا خصوصاً اس زمانے میں تو روزانہ ہی نئے نئے مسائل معلوم ہونے کی ضرورت سمجھی جاتی تھی۔ بلکہ دراصل بات یہ ہے کہ ادب نے ان کو جرات کرنے ہی نہ دی۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو مسئلہ بیان فرمایا اس سے تو یہی مقصود معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ شرعیہ معلوم ہو جائے۔ اس کے علاوہ ان کی یہ حرکت اگر آنحضرت ﷺ کو ناگوار گزرتی تو صاف طور پر منع فرما دیتے۔ مگر آنحضرت ﷺ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقط تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے حاضر نہ ہوئے تھے۔

حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

زرقانی نے شرح ''مواہب اللدنیہ'' میں اس حدیث شریف کو نقل کیا ہے کہ حضرت اسلع بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی اونٹنی پر میں کجاوہ باندھا کرتا تھا۔ ایک رات مجھے نہانے کی حاجت ہوئی اور آنحضور نے کوچ کا ارادہ فرمایا اس وقت مجھے نہایت تردد ہوا۔ کہ ٹھنڈے پانی سے نہاؤں گا تو مارے سردی کے مر جانے یا بیمار ہو جانے کا خوف ہے اور یہ بھی گوارا نہیں کہ ایسی حالت میں خاص سواری مبارک کا کجاوہ اونٹنی پر باندھوں۔ مجبوراً ایک انصاری صاحب سے کہہ دیا کہ اونٹنی پر کجاوہ باندھ دے۔ اس کے بعد میں نے چند پتھر گرم کر کے پانی کو گرم کیا اور

marfat.com

غسل کر کے رسول کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔

رسول کریم ﷺ نے فرمایا

''اے اسلع ! کیا سبب ہے کہ میں تمہارے کجاوہ کو متغیر پاتا ہوں''

میں نے عرض کیا

''یارسول اللہ ﷺ ! میں نے نہیں باندھا تھا''

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا

''کیوں تم نے آج کجاوہ کیوں نہیں باندھا تھا''

میں نے عرض کیا

''اس وقت مجھے نہانے کی حاجت تھی۔ پانی ٹھنڈا تھا اور ٹھنڈے پانی سے نہانے میں جان کا خوف تھا۔ اس لئے کسی اور کو باندھنے کے لئے کہہ دیا تھا۔''

حضرت اسلع رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ (المائدہ رکوع ۲) جس سے سفر میں تمیم کی اجازت ملی'' (درمنثور وطبرانی)

اب آپ سارے واقعہ پر غور فرمایئے کہ اصل میں یہ واقعہ متعدد نصائح اپنے اندر پاتا ہے یعنی حضرت اسلع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انداز گفتگو کہ آقائے نامدار ﷺ سے عرض کیا جارہا ہے کہ مجھے نہانے کی حاجت تھی۔ یعنی اپنی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جارہی کہ وہ کیوں نہانے کے لئے مجبور ہیں اس کے علاوہ دوسری بات یہ دیکھنے میں آئی ہے کہ کجاوہ تو اونٹنی پر کوئی بھی باندھ سکتا ہے مگر محسن انسانیت کا یہ پوچھنا کہ ''اے اسلع ! آج میں کجاوے کو متغیر پاتا ہوں۔'' ایک خادم کے لئے کس قدر تقویت اور حوصلہ کا باعث ہے کہ اس کی ہر ہر ادا پر آقائے نامدار ﷺ کی نظر خاص ہے۔

حضرت اسلع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صرف تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں کجاوے کی

marfat.com

لکڑیوں کو اس لئے جنابت کی حالت میں ہاتھ نہ لگایا کہ اس کجاوے پر نبی کریم ﷺ تشریف رکھیں گے۔ تو پھر غسل کرنے سے پہلے اگر ان لکڑیوں کو چھولیا تو کہیں بے ادبی نہ ہو جائے یہ محض ایمانی نشانی ہے اور کمال درجہ کی تعظیم وگرنہ دین متین میں حالت جنابت میں آسانی بھی ہے اور کسی چیز سے ماسوائے عبادات کو روکا بھی نہیں گیا تو ثابت ہوا کہ اصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نبی کریم ﷺ کی زیارت اور آپ ﷺ کے احکامات کی بجا آوری بھی عین عبادت سمجھ کر کیا کرتے تھے۔

یعنی اگر کوئی صاحب غسل کے حاجت مند ہیں تو وہ آنحضور ﷺ کے پاس نہیں بیٹھ رہے کہ کہیں بے ادبی نہ ہو جائے اور دوسرے صاحب اس حالت میں کجاوے کو اونٹ پر نہیں رکھ رہے، عظیم پاکیزہ خیالات کی وجہ سے ان حضرات مقدسہ کے دلوں میں یہ تعظیم پیدا ہو چکی ہے کہ وہ کوئی بھی کام ایسا نہ کرتے کہ ان کو اس کام میں ادب کی کمی دکھائی دیتی ہو۔ وگرنہ ظاہر ہے کہ نہ عموماً اس قسم کے امور کی تعلیم کی اور نہ صراحتہً ترغیب وتحریص۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

علامہ سیوطی علیہ الرحمتہ نے تاریخ الخلفاء میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے حال میں رقم کیا ہے کہ

وَكَانَ عَبْدَهٗ شَیْءٌ'' مِّنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُلَامَتِهٖ اَظْفَارِهٖ فائوطی اَنْ تُجْعَلَ فِیْ فَمِهٖ وَعَيْنِهٖ وَقَالَ افْعَلُوْا ذٰلِكَ وَخَلُّوْا بَيْنِیْ وَبَيْنَ اَرْحَمِ الرَّاحِمِيْنَ.

'' حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ کے پاس جناب رسول اللہ ﷺ کے کچھ موئے مبارک اور تراشہ ناخن محفوظ تھے۔ جب وہ مرنے لگے تو وصیت فرمائی کہ یہ چیزیں

marfat.com

میرے منہ اور آنکھوں میں رکھ دی جائیں ۔ اور پھر معاملہ ارحم الراحمین کے سپرد کر دینا'' ان چیزوں کی قدر و قیمت کا اندازہ تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ہی بہتر فرما سکتے تھے ۔ کہ لازمی بات ہے یہ چیزیں دنیا کی تمام دولت و رفعت سے اعلیٰ و ارفع تھیں ۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی میں تو سرکار دو عالم ﷺ کی اطاعت کرتے ہی رہے ہیں مگر یہ انداز اطاعت و تعظیم نہایت ہی اعلیٰ درجہ کا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین کامل تھا کہ ان متبرک اشیاء کی بدولت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالیہ میں لازمی معافی حاصل ہو جائے گی اور ان کی مغفرت لازمی طور پر ہو جائے گی ۔ حالانکہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کاتب وحی تھے ۔ اور معروف صحابی رسول مقبول ﷺ بھی تھے ۔ مگر ان کو بھی اپنی مغفرت کا حد درجہ احساس تھا مگر آج ہم جیسے گناہگار مغفرت کی فکر ہی نہیں کرتے ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما

روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو کسی نے دیکھا کہ انہوں نے اپنے ہاتھ کو اس جگہ پر رکھا جہاں آنحضرت ﷺ تشریف فرما رہے ہوتے تھے پھر تعظیماً اس ہاتھ کو اپنے چہرے پر پھیرتے رہے ۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ

مستدرک حاکم میں حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم لوگ رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تھے تو آپ ﷺ کی عظمت کے لحاظ سے کوئی شخص بھی آپ ﷺ کی طرف سر نہ اٹھاتا یعنی آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی بھی جرات نہ ہوتی ۔

marfat.com

حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آنحضرت ﷺ کے روبرو تو اس قسم کا ادب ہوتا ہی تھا مگر وہ حضرات جب حدیث شریف کے حلقوں میں بیٹھتے تھے تو اس خشوع وخضوع کے ساتھ سر جھکائے بیٹھے رہتے تھے گویا کہ گردنوں پر سر ہی نہیں۔ مستدرک میں مرقوم ہے کہ عبدالرحمٰن بن قرط رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں مسجد میں گیا تو دیکھا کہ لوگ حلقہ بنائے بیٹھے ہیں۔ اور گردنیں ان کی حد درجہ جھکی ہوئی ہیں یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا ان کی گردنوں پر سر ہی نہیں یعنی سب لوگ حدیث نبوی ﷺ سننے میں کچھ ایسے مودبانہ سر جھکائے ہوئے بیٹھے تھے کہ گویا ان کی گردنوں پر سر ہی نہیں دکھائی دیتے تھے۔ جب کہ ایک صاحب پر اثر انداز میں حدیث شریف بیان فرما رہے تھے۔ جب غور سے ان کو قریب جا کر دیکھا تو وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

حضرات عاصم، زید اور خبیب رضوان اللہ علیہم اجمعین

اخرج ابن اسحاق میں رقم ہے کہ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے بعد آنحضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک چھوٹی سی جماعت قبیلہ عضل اور قارہ کی آئی ان لوگوں نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگوں میں اسلام آچکا ہے آپ ہم لوگوں کے ہمراہ صحابہ میں سے کچھ لوگ بھیج دیں جو ہم کو دین کی باتیں سمجھایا کریں۔ اور ہمیں قرآن پاک پڑھائیں اور اسلامی احکامات کی تعلیم دیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ان کے ہمراہ اپنے صحابہ میں سے چھ اصحاب روانہ فرمائے۔ یہ حضرات ان لوگوں کے ساتھ چلے۔ جب رجیع کے مقام پر پہنچے (یہ ہذیل کے ایک چشمہ کا نام ہے جو حجاز کے لئے ایک کنارے موضع ہداۃ کے شروع پر ہے) تو ان لوگوں نے صحابہ کرام کے ساتھ غداری کی۔

marfat.com

ان حضرات کے خلاف ہذیل سے فریاد رسی کی گئی اور مسلمانوں کو جو اپنے کجاودوں میں تھے اس چیز نے گھبراہٹ میں ڈال دیا کہ ہذیل کے لوگ اپنے ہاتھوں میں تلواریں لئے ہوئے اوپر چڑھ آئے اور ان کو گھیر لیا۔ ان حضرات نے بھی اپنی تلواریں ہاتھوں میں پکڑلیں تا کہ ان سے لڑیں ہذیلیوں نے ان سے کہا خدا کی قسم ہم لوگوں کا ارادہ تمہارے قتل کا ہرگز نہیں، لیکن ہم لوگوں کا ارادہ ہے کہ تمہارے ذریعہ ہم اہل مکہ سے کچھ حاصل کرلیں۔ اور ہم تم سے اللہ کا عہد و پیمان اٹھاتے ہیں۔ کہ تم کو قتل نہ کریں گے۔ حضرت زید اور خالد بن بکیر اور عاصم بن ثابت نے فرمایا کہ خدا کی قسم ہم مشرکوں سے کبھی بھی عہد و پیمان قبول نہ کریں گے۔ پھر یہ لڑے اور حضرت عاصم شہید کردیئے گئے۔ اور دیگر دو ساتھیوں کو بھی شہید کردیا گیا۔ جب کہ حضرت زید حضرت خبیب اور حضرت عبداللہ بن طارق نے ان کی امان قبول کی۔

جب حضرت عاصم شہید کردیئے گئے تو ہذیل نے ان کے سر لینے کا ارادہ کیا تھا تا کہ ان کے سر کو سعد بن سہیل کی بیٹی سلافہ کے ہاتھ بیچ دیں کیونکہ اس نے نذر مان رکھی تھی کہ اگر مجھے عاصم کا سر مل جائے گا تو میں اس کی کھوپڑی میں شراب پیئوں گی۔ کیونکہ حضرت عاصم نے جنگ احد میں اس کے بیٹے کو واصل جہنم کیا تھا۔ جب مشرکین نے اس بات کا ارادہ کیا تو آپ کا سر حاصل کرلیں تو یکا یک شہد کی مکھیاں آپ کے جسم پر آ گئیں اب بھلا کس کی مجال تھی کہ آپ کے جسم کو ہاتھ لگائے۔ اب ہذیل کے ساتھیوں نے کہا کہ چلو اس وقت واپس چلتے ہیں شام کو آئیں گے تا کہ مکھیاں چلی جائیں۔ اللہ پاک نے پانی کی ایک سل بھیجی جو ان کی نعش کو بہا کر لے گئی۔

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ اطلاع ملی کہ شہد کی مکھیوں نے ان کی محافظت کی ہے تو فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ مومن بندے کی اس طرح حفاظت فرماتا ہے۔ عاصمؓ نے نذر مانی تھی کسی مشرک کو ہاتھ نہ لگائیں گے اور نہ کوئی مشرک ان کو

marfat.com

ہاتھ لگائے گا۔ اللہ پاک عزوجل نے ان کی وفات کے بعد بھی ان کو اس چیز سے محفوظ رکھا جیسا کہ وہ اپنی حیات میں اس چیز سے بچتے رہے۔ لیکن خبیث، زید اور عبداللہ طارق نے نرم معاملگی کی اور رقت برتی اور زندگی کی طرف مائل ہوئے۔ ان تینوں نے خود کو مشرکین کے حوالے کر دیا۔ مشرکین نے ان تینوں کو گرفتار کر لیا پھر انہیں لیکر مکہ کی طرف چل دیئے۔ جب یہ لوگ مقام ''مرالظہر ان'' پر پہنچے تو حضرت عبداللہ بن طارق نے اپنا ہاتھ قید کی رسی سے نکال لیا اور تلوار سونت لی یہ دیکھ کر مشرکین ان سے پیچھے ہٹ گئے اور ان پر دور کھڑے ہو کر پتھروں کی بارش کر دی جس کی وجہ سے یہ شہید ہو گئے۔ آپ کا مزار اقدس ''مرالظہر ان'' میں واقع ہے۔

حضرت زید اور حضرت خبیب کو ان مشرکوں نے مکہ میں لا کر قریش ہذیل کے دو ساتھیوں کے بدلے جو مکہ میں گرفتار تھے بیچ دیا۔ حضرت خبیب کو حجر بن ابی ایوب تمیمی نے خریدا اور حضرت زید بن دشنہ کو صفوان بن امیہ نے خریدا تا کہ اپنے باپ کے بدلے ان کو قتل کر دے اور ان کو اپنے غلام کے نسطاس کے ساتھ، تنعیم کی طرف روانہ کر دیا تا کہ آپ کو حرم کے باہر قتل کر دے۔ وہاں پر قریش کے کچھ لوگ بھی جمع کر لئے گئے جن میں ابوسفیان بن حرب بھی تھے انہوں نے بطور آزمائش پوچھا کہ اے زید میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تجھے یہ بات محبوب نہیں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ اس وقت ہمارے پاس تیری جگہ ہوتے اور ہم لوگ ان کی گردن مارتے اور تو اپنے بال بچوں میں آرام سے رہتا؟

حضرت زید نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی قسم! میں ہرگز نہیں پسند کرتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ اس وقت اپنی جگہ پر کہ آپ ﷺ ہیں۔ یا آپ کو کوئی کانٹا بھی لگ کر تکلیف پہنچے اور میں اپنے اہل میں بیٹھا ہوا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر ابوسفیان بولے میں نے انسانوں میں سے کسی کو ایسا نہیں دیکھا کہ وہ کسی کو اس سے محبوب سمجھتا

marfat.com

ہو۔ جس طرح کہ اصحاب محمد ﷺ، محمد ﷺ کو محبوب سمجھتے اس کے بعد نسطاس نے ان کو قتل کر دیا۔

راوی کہتے ہیں لیکن خبیب بن عدی کا واقعہ مجھ سے عبد اللہ بن ابی تجیع نے ماویہ سے جو حجیر بن ابی وہاب کی باندی ہیں اس طرح بیان کیا ہے اور یہ ماویہ اسلام لے آئی تھیں۔ ماویہ کہتی ہیں کہ حضرت خبیب میرے گھر میں میرے پاس قید تھے۔ میں نے ایک روز ان کی طرف جھانکا۔ تو کیا دیکھتی ہوں کہ ان کے ہاتھ میں انگوروں کا ایک خوشہ تھا۔ جو آدمی کے سر کے برابر تھا یہ اس میں سے کھا رہے تھے اور جہاں تک مجھے علم ہے اس وقت انگور کا کہیں بھی نام ونشان تک نہ تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ مجھ سے عاصم بن عمر بن قتادہ اور عبد اللہ بن ابی تجیح نے اس طرح بیان کیا کہ ماویہ نے کہا کہ حضرت نے جب ان کی شہادت کا وقت قریب آ گیا تو مجھے کہا کہ میرے پاس استرا بھیج دو تا کہ میں قتل کے لئے پاکی حاصل کروں۔ ماویہ کہتی ہے کہ میں نے اپنے بیٹے کے ہاتھ ایک استرا بھیج دیا۔ مگر اس کے بعد خوف کھا گئی کہ کہیں یہ میرے بیٹے کو ہی قتل نہ کر دے۔ مگر انہوں نے اس لڑکے سے کچھ نہ کہا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عاصم نے بیان کیا کہ اس کے بعد لوگ حضرت خبیب کو لے کر چلے اور تنعیم میں ان کو لائے تا کہ انہیں سولی دیں حضرت خبیب نے مشرکین سے کہا کہ اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو مجھے اتنی دیر کے لئے چھوڑ دو کہ میں دو رکعتیں ادا کر لوں تو ایسا کر لو۔ مشرکین نے کہا ہاں رکعتیں پڑھ لو۔ انہوں نے دو رکعتیں نہایت حسن وخوبی کے ساتھ پوری کیں۔ پھر مشرکین کے پاس آ کر کہا اللہ عزوجل کی قسم اگر تم لوگ یہ گمان نہ کرتے کہ قتل کے ڈر سے اس نے نماز لمبی کر دی ہے تو میں اور بھی نماز پڑھتا۔

marfat.com

راوی کہتے ہیں کہ حضرت خبیب وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے قتل سے پہلے دو رکعت پڑھنے کا طریقہ مسلمانوں میں رائج کیا۔ اب مشرکین نے ان کو سولی پر اٹھایا اور ان کو سولی کے تختے پر باندھا۔ انہوں نے کہا۔ اے میرے اللہ! ہم نے تیرے رسول ﷺ کی رسالت کی تبلیغ کی تو رسول اللہ ﷺ کو جو کچھ ہمارے ساتھ کیا جائے گا کل (تمام) پہنچا دے۔ اور ان کفار کے عدد شمار کر کے اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے قتل کر دے اور ان میں سے کسی کو بھی نہ چھوڑ۔

اس کے بعد کفار نے آپ کو شہید کر دیا۔ حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ''میں بھی اپنے والد محترم ابوسفیان کے ہمراہ ان لوگوں کے درمیان حاضر تھا میں نے اپنے والد کو دیکھا کہ وہ مجھے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بددعا کے ڈر سے زمین پر ڈال رہے تھے۔ اور لوگ کہا کرتے تھے کہ ہر وہ آدمی جن پر بددعا کی جائے وہ اپنے پہلو کے بل زمین پر لیٹ جائے تو بددعا کا اثر اس پر نہیں پڑتا''

مغازی موسیٰ بن عقبہ میں ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں حضرات ایک ہی روز شہید کئے گئے آپ فرما رہے تھے کہ اسی روز آنحضرت ﷺ کو اطلاع منجانب اللہ مل گئی کہ یہ دونوں حضرات گرامی شہید کر دیئے گئے ہیں آپ فرما رہے تھے۔

'' علیکما السلام یا علیک السلام !خبیب کو قریش نے شہید کر دیا''

حضرت عروہ اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ مشرکین نے جب حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی کے تختہ پر لٹکایا تو بلند آواز سے ان کو قسم دے کر پوچھا کہ کہیں تمہیں یہ پسند نہیں ہے کہ محمد ﷺ تمہاری جگہ سولی پر ہوتے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہرگز پسند نہیں اور اللہ عظیم کی قسم میں پسند نہیں کرتا کہ ایک کانٹا آپ

marfat.com

ﷺ کے قدم مبارک میں میرے فدیہ کے عوض چبھ جائے مشرکین اس بات کو سن کر ہنس دیئے۔ (کذافی الہدایہ جلد۴ صفحہ ۶۴)

حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اخرج ابو نعیم فی الحلیۃ جلد اول صفحہ نمبر ۱۰۱ پر درج ہے کہ حضرت ابن شوذب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح کا باپ اپنے بیٹے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی گھات میں یوم بدر میں لگا رہا۔ ہر مرتبہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ہٹ جاتے اور اعراض فرماتے: جب بار بار آپ کا باپ ان کے سامنے آیا تو حضرت ابو عبیدہ نے بالآخر اسے قتل کر دیا۔ اللہ پاک نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی۔

''جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخص سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور رسول کے برخلاف ہیں خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ کے ہی کیوں نہ ہوں۔ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان کے (دلوں) کو اپنے فیض سے قوت عطا فرمائی ہے۔ (فیض سے مراد نور ہے) اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کی جماعت ہے خوب سن لو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پائے گی۔

حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمیر

جنہوں نے زمانہ جاہلیت بھی پایا تھا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں دشمن کی جماعت سے ملا اور ان

marfat.com

میں اپنے باپ کو بھی پایا۔ میں نے اپنے باپ سے آپ ﷺ کے بارے میں کچھ نا مناسب بات سنی۔ مجھ سے صبر نہ ہو سکا میں نے اسے نیزہ مارا یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا۔ (اخرج البیہقی جلد ۹ صفحہ ۲۷)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن عبداللہ بن ابی

ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہ بن قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول نے آنخضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ (میرے باپ) عبداللہ بن ابی کے قتل کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ مجھے آپ کی جانب سے یہی خبر معلوم ہوئی ہے۔ اگر آپ کا ارادہ اس کام کا ہو تو آپ مجھے اس کام کا حکم دیجئے۔ میں آپ کے پاس اس کا سر اٹھا کر لاؤں گا۔ پس خدا کی قسم آپ کو قبیلہ خزرج کا علم ہے کہ اس قبیلہ میں کوئی آدمی اپنے باپ کے لئے زیادہ بھلا بہ نسبت میرے نہیں اور مجھے خطرہ یہ ہے کہ اگر آپ میرے علاوہ کسی اور کو اس کام کا حکم دیں گے اور وہ میرے باپ کو قتل کر دے تو ایسا نہ ہو کہ میرا نفس اس کام سے مجھے نہ چھوڑے کہ میں عبد اللہ بن ابی (اپنے باپ) کے قاتل کی طرف جب کہ اس کو لوگوں میں چلتا پھرتا دیکھوں تو اسے قتل کر دوں تو اس صورت میں، میں ایک مومن کو کافر کے بدلہ میں مارنے والا ہوں گا۔ اور جہنم میں جاؤں" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہم اس کے ساتھ نرمی برتیں گے اور اس کی صحت کو اچھا رکھیں گے۔ جب تک وہ ہمارے ساتھ لگا ہوا ہے (کذا فی البدانیہ جلد ۴ صفحہ ۱۵۸)

طبرانی میں رقم ہے کہ حضرت اسامہ بن زید فرماتے ہیں کہ جب آنخضور ﷺ بنی مصطلق سے واپس ہوئے تو عبداللہ بن ابی منافق کے صاحبزادے کھڑے ہوئے

marfat.com

اور اپنے باپ پر تلوار سونت لی اور کہنے لگے میں نے اللہ کے لئے اپنے اوپر عہد کر لیا ہے کہ میں اس تلوار کو میان میں نہیں رکھوں گا۔ جب تک کہ تو یہ نہ کہہ دے کہ محمد ﷺ سب میں عزت والے ہیں اور میں ذلیل ہوں۔ عبداللہ بن ابی نے کہا تیری خرابی ہو۔ محمد ﷺ بڑے باعزت اور میں بہت ذلیل ہوں۔ جب آنحضور ﷺ کو اس بات کی اطلاع ملی تو آپ نے بڑا تعجب فرمایا اور ان کو اس بات پر انہیں دعاؤں سے نوازا یا ان کی اس بات پر ان کا بڑا شکریہ ادا کیا

حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن العاص

ایک روایت ہے کہ حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضرت سعید العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عاصی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گزر ہوا تو ان سے فرمایا کہ اے سعید! میں تمہیں دیکھتا ہوں گویا کہ تمہارے جی میں کچھ ہے۔ میرا خیال ہے تم گمان کرتے ہو گے کہ میں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے؟ اگر میں اس کو قتل کرتا تو تمہاری طرف اس کے قتل کی عذر خواہی نہ کرتا لیکن میں نے تو اپنے ماموں عاص ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا۔ مگر میں تمہارے باپ کے پاس سے گزرا تو دیکھا کہ وہ مٹی کرید رہا تھا جس طرح کہ بیل اپنے سینگ سے مٹی کریدتا ہے میں اس سے ہٹ گیا اور اس کے قتل کا ارادہ اس کے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک وار سے قتل کر دیا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ حضرت سعید بن عاص نے حضرت عمر سے جواب میں کہا کہ اگر تم اسے قتل کر دیتے تو تم حق پر ہوتے اور وہ تو باطل پر تھے ہی، حضرت عمر فاروق کو حضرت سعید کا یہ قول بہت پسند آیا (ذکر ابن ہشام عن ابی عبیدہ وغیرہ من اہل العلم بالمغازی، کذا فی البدایۃ جلد ۳ صفحہ ۲۹)

marfat.com

سیدہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

اخرج ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۷۰ پر زہری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب ابو سفیان بن حرب مدینہ طیبہ آئے تو حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ فتح مکہ کا ارادہ فرماتے رہے۔ ابوسفیان نے اس وقت تک اسلام قبول نہ کیا تھا۔ ابوسفیان نے آپ ﷺ سے اس بارے میں گفتگو کی کہ صلح حدیبیہ کی معیاد کی مدت میں اضافہ فرما دیں جب حضور ﷺ نے اس کو قبول نہ فرمایا تو یہ وہاں سے اٹھے اور اپنی بیٹی سیدہ ام المومنین ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ جب وہاں پہنچے اور آنحضور ﷺ کے بستر مبارک پر بیٹھنا چاہا۔ سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اس بستر کو لپیٹ دیا۔ ابو سفیان نے کہا اے میری بیٹی! کیا تو اس بستر کو مجھ پر ترجیح دیتی ہے یا مجھے اس بستر پر؟

سیدہ ام حبیبہؓ نے فرمایا نہیں بلکہ اس بستر کو (ترجیح دیتی ہوں) اس لئے کہ یہ حضور ﷺ کا بستر ہے اور تم ایک پلید اور مشرک آدمی ہو۔ اس لئے میں اچھا نہیں سمجھتی۔ کہ تم اس پاک بستر پر بیٹھو۔ (ذکرابن اسحاق بالاسناد کمافی البدایۃ جلد ۴ صفحہ ۲۸)

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن اسحاق نے سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی ہم آپ کے لئے ایک جھونپڑا کیوں نہ بنا دیں! تا کہ آپ اس میں تشریف فرما ہوں اور آپ کے لئے آپ کی سواریوں کو تیار رکھیں۔ پھر ہم دشمنوں سے لڑیں اگر اللہ پاک ہم کو عزت دے اور دشمنوں پر ہمیں کامیابی عطا فرمائے تو یہ وہ بات ہوگی کہ جس کو ہم پسند کرتے ہیں اور اگر کوئی دوسری بات ہوتی تو آپ اپنی سواریوں پر بیٹھ کر ہمارے پیچھے ہماری قوم سے مل جائیے۔ آپ کے پیچھے کے لوگ وہ

marfat.com

ہیں کہ ہمیں آپ ﷺ سے اتنی محبت نہیں جتنی انہیں ہے اور اگر انہیں یہ گمان ہوتا کہ آپ لڑائی میں جا رہے ہیں تو آپ سے پیچھے نہ رہتے۔ اللہ پاک ان کے ذریعہ آپ ﷺ کی حفاظت فرمائے وہ آپ کی خیر خواہی کریں گے اور آپ کے ساتھ رہ کر جہاد کریں گے۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی اچھی تعریف فرمائی اور ان کو دعائے خیر سے نوازا۔ پھر انہوں نے آنحضور ﷺ کے لئے ایک جھونپڑا تیار کیا جس میں آپ ﷺ تشریف فرما رہے (وکذا فی البدایۃ ج ۳ صفحہ ۲۲۸)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما

فرماتے ہیں کہ ایک صحابی آنحضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں یہاں تک کہ جب میں آپ کو یاد کرتا ہوں۔ اگر آپ کی خدمت میں آ کر دیکھ نہ لوں۔ تو میرا گمان یہ ہے کہ میری جان نکل جائے۔ آپ مجھ سے بیان فرمایئے اگر میں جنت میں داخل ہوا تو میرا مرتبہ آپ کے مرتبہ سے نیچا ہوگا۔ یہ بات تو میرے اوپر شاق گزرے گی میں تو چاہتا ہوں کہ میں آپ کے ساتھ ایک ہی درجہ میں رہوں۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں کوئی جواب نہ دیا۔ یہاں تک کہ اللہ پاک نے آیت نازل فرمائی۔

''اور جو شخص اللہ اور رسول کا کہنا مان لے گا۔ تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں'' (سورۃ نساء، رکوع ۹)

(قال الہیثمی جلد ۷ صفحہ ۷ رواہ الطبرانی فی الصغیر والاوسط درجالہ رجال الصحیح غیر عبداللہ بن عمران العابدی وہو ثقۃ انتہی واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ جلد ۴ صفحہ ۲۴۰ عن عائشۃ لہذا السیاق والاسناد نحوہ وقال ہذا حدیث غریب من حدیث منصور وابراہیم تفرد بہ فضیل وعند

marfat.com

العابدین میں یہی واقعہ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ "ایک صحابی رسول کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ قیامت کب آئے گی؟ آپ نے فرمایا تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کر رکھی ہے۔ انہوں نے عرض کیا اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو جن کو دوست رکھتا ہے انہی کے ساتھ ہوگا۔"

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم کسی چیز سے ایسا خوش نہیں ہوئے جو آنحضرت ﷺ کے اس فرمان سے ہوئی کہ تو اس کے ساتھ ہوگا جس کو تو دوست رکھتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کو اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دوست رکھتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ میں اپنی اس محبت کی وجہ سے جو مجھے ان کے ساتھ ہے بروز قیامت ان کے ساتھ ہی رہوں گا۔"

حضرت عبداللہ بن ذی البجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت اورع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں ایک رات آیا کہ میں رسول کریم ﷺ کی پہرہ داری کروں۔ پس اچانک میں نے سنا کہ ایک آدمی قرآن پاک کی تلاوت کر رہا ہے کہ اس کی قرأت بہت بلند (اور عمدہ) تھی۔ جب (اس کی آواز سن کر) آپ تشریف باہر لائے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو بڑا ریاکار ہے۔ آپ نے فرمایا "یہ عبداللہ بن ذی البجادین ہے۔" (یعنی اس کا مطلب یہ تھا کہ آپ ﷺ اس سے بخوبی واقف تھے۔) جب ان کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا اور لوگ انہیں نہلا اور کفنا کر فارغ ہوئے اور ان کی نعش کو اٹھا کر لے چلے تو (آپ ﷺ بھی

marfat.com

جنازے کے ساتھ چلے) اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ "ان کے ساتھ نرمی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر نرمی کی ہے یہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتے تھے۔ اس بات کا بظاہر کسی کو علم نہ تھا۔ اور عام طور پر لوگ انہیں ریاکار ہی خیال کرتے تھے۔ مگر نبی کریم ﷺ سے یہ بات پوشیدہ نہ تھی۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتے تھے۔ ان کی ریاکاری اگر ہو بھی تو وہ حب رسول میں کمتر درجہ کی ثابت ہوئی کیونکہ آپ ان کی قبر پر ہی تشریف لائے اور فرمایا۔ "ان کے لئے قبر کو وسیع کرو۔ اللہ پاک نے ان پر وسعت کی ہے۔

آپ ﷺ کے بعض اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو ان کی وفات پر بڑا رنج ہوا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں یہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتے تھے (واخرج ابن ماجہ والبغوی و ابن مندہ و ابو نعیم۔ کذا فی المنتخب جلد 5 صفحہ 224 وقال فی سندہ موسیٰ بن عبیدۃ الربذی ضعیف)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی مدینہ طیبہ میں تشریف آوری کے بعد ہم لوگوں میں جب کوئی میت ہونے والی ہوتی تو ہم لوگ آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے۔ آپ ﷺ کو اطلاع دیتے۔ آپ ﷺ تشریف لاتے اور اس کے لئے دعائے مغفرت فرماتے۔ جب اس کی وفات ہو جاتی تو آپ ﷺ اور جو لوگ آپ کے ساتھ ہوتے بعض اوقات واپس چلے جاتے اور بسا اوقات آپ ﷺ دفن تک تشریف فرما رہتے۔ اور بہت سی دفعہ آپ ﷺ کو دیر تک یہاں کھڑا رہنا پڑتا۔

جب ہم لوگوں کو یہ ڈر ہوا کہ آپ پر اس بات سے بڑی مشقت ہوتی ہے تو بعض نے بعض سے کہا کہ اگر ہم اس وقت آپ ﷺ کو اطلاع دیں جب تک کسی کی وفات نہ ہو جائے اور وفات ہو چکنے کے بعد اطلاع دیں اس سے آپ ﷺ پر مشقت

marfat.com

نہ ہوگی اور آپ کو زیادہ دیر تک ٹھہرنا بھی نہیں پڑے گا۔ راوی کہتے ہیں چنانچہ ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ لہٰذا ہم لوگ آپ کو اطلاع تب دیتے وفات ہو جاتی پھر آپ تشریف لاتے اور اس کی نماز جنازہ پڑھتے اور اس کے لیئے استغفار کرتے اور بسا اوقات آپ ﷺ اس وقت تشریف لے جاتے اور بسا اوقات آپ ﷺ دفن میت تک ٹھہرتے۔

ایک زمانہ تک ہم لوگ اسی حالت پر رہے پھر لوگوں نے کہا اگر ہم آپ ﷺ کو اطلاع نہ دیں اور آنے کی زحمت بھی نہ دیں بلکہ جنازہ کو آپ کے مکان تک لے چلیں اور آپ ﷺ کے پاس آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو بلوائیں اور آپ ﷺ اپنے گھر کے پاس ہی اس کی نماز جنازہ پڑھائی تو یہ بات آپ ﷺ کے لیے زیادہ آرام دہ اور آسان ہوگی۔

راوی کہتے ہیں چنانچہ ہم لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ محمد بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وجہ سے اس جگہ کا نام، موضع الجنائز، پڑ گیا کیونکہ یہاں جنازے اٹھا کر لائے جاتے تھے۔ پھر تو لوگوں میں اپنے جنازوں کے لانے میں اور ان پر اس موضع میں نماز پڑھے جانے میں یہ آج تک جاری ہے۔ (اخراج ابن سعد جلد 1 صفحہ نمبر 257)

آپ نے غور فرمایا کہ یہ سب کچھ مسلمانوں نے خود ہی کیا اپنے آرام اور سکون کے لیئے نبی کریم ﷺ نے کوئی بھی حکم کسی کو نہیں دیا۔ بلکہ تعظیما ان مسلمانوں نے یہ سب کچھ کیا۔ کیونکہ کوئی ایک واقعہ بھی ایسا نہیں پیش آیا جس سے یہ معلوم ہوا ہو کہ آپ ﷺ نے کسی کے ساتھ جانے سے انکار کیا ہو یا کبھی ناگواری کا اظہار فرمایا ہو۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مدینہ طیبہ میں تشریف لائے اور ان کے ہاں ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ مکان کے نیچے والے حصہ میں تھے اور حضرت ابوایوب انصاری

marfat.com

رضی اللہ عنہ اوپر چھت پر تھے۔ جب رات ہوئی اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے رات گزاری تو ذکر کیا کہ یہ ایسی چھت پر ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اس سے نیچے ہیں اور یہ آپ ﷺ کے اور وحی کے درمیان حائل ہیں۔

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ اس خطرے سے اس رات نہ سوئے کہ ایسا نہ ہو کہ ان کی کروٹ لینے کی وجہ سے چھت سے مٹی نیچے گرے اور آپ ﷺ کو تکلیف ہو۔ چنانچہ جب صبح ہوئی تو علی الصبح حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آج ساری رات میں نے اور میری بیوی نے آنکھ بند نہیں کی۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اے ابوایوب! کس وجہ سے؟

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، مجھے یہ یاد آیا کہ میں ایسے گھر کی چھت پر ہوں کہ آپ مجھ سے نیچے ہیں اگر میں حرکت کروں گا (یعنی کروٹ لوں گا) تو آپ پر ایسا نہ ہو کہ غبار گرے اور آپ کو میری حرکت کی وجہ سے تکلیف ہو اور نیز یہ گمان بھی گزرا کہ کہیں میں آپ کے اور وحی کے درمیان حائل تو نہیں۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ، اے ابوایوب! تم ایسا گمان مت کرو۔ کیا میں تمہیں وہ کلمات نہ بتادوں کہ جب تم انہیں دس دس مرتبہ صبح اور شام پڑھ لیا کرو تو انکی وجہ سے تمہیں دس حاصل ہوں۔ اور دس گناہوں کا کفارہ ادا ہو جائے۔ اور ان کی وجہ سے دس درجات بلند ہوں۔ اور تمہارے لیے بروز قیامت دس غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ہو۔ تم کہہ لیا کرو۔

لا الہ الا اللہ لہ الملک ولہ الحمد لا شریک لہ

(واخرج الطبرانی کذا فی الکنز جلد صفحہ 294)

marfat.com

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ، میں نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نہایت ہی ہنس مکھ تھے۔ مگر جب نبی کریم ﷺ کا ذکر ان کے سامنے کیا جاتا تو ان کا رنگ مغیر ہو جاتا۔ اور میں نے انہیں کبھی بلا وضو حدیث بیان کرتے نہیں دیکھا۔

امام مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ، حضرت امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ جب رسول کریم ﷺ کا ذکر فرماتے یا ان کے پاس حضور ﷺ کا ذکر کیا جاتا تو ان کے چہرے کا رنگ متغیر ہو جاتا اور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کے باعث وہ جھک جاتے۔ یہاں تک کہ ان کے ہم نشینوں پر گراں گزرتا۔ پس آپ سے ایک روز اس کا باعث دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا

لو رأیتم مارأیت لما انکرتم علی ماترون.

ترجمہ: آنحضور ﷺ کی رفعت شان وعظمت مکان جو میں جانتا ہوں۔ اگر تم اسے جانتے تو ہرگز اپنے دیکھے ہوئے پر انکار نہ کرتے۔

حضرت مصعب بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ جب رسول کریم ﷺ کی کوئی حدیث مبارکہ بیان فرماتے تو پہلے وضو فرماتے پھر کپڑے وغیرہ پہن کر آراستہ ہوتے پھر حدیث شریف بیان فرماتے اور جب کوئی شخص دروازے پر آتا تو لونڈی بھیج کر دریافت فرماتے کہ تم کیوں آئے ہو کوئی حدیث پوچھنے آئے ہو یا مسائل فقہ؟ اگر وہ کہتا کہ مسائل فقہ پوچھنے آیا ہوں تو آپ اسی حالت میں باہر آ کر اس کو مسئلہ بتا دیتے اور اگر وہ کہتا کہ حدیث پوچھنے آیا

marfat.com

ہوں تو آپ غسل خانہ میں جا کر غسل کرتے اور نئے کپڑے پہنتے خوشبو لگاتے عمامہ باندھتے، سبز چادر اوڑھتے اور ان کے واسطے مخصوص کرسی بچھائی جاتی جس پر آپ تشریف فرما ہوتے۔ اس کے بعد نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ حدیث شریف بیان فرماتے۔ اور جب تک حدیث شریف بیان فرماتے خوشبو برابر سلگتی رہتی۔

حضرت عبداللہ مبارک رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں امام مالک کی خدمت عالیہ میں حاضر تھا اور آپ حدیث مبارکہ بیان فرما رہے تھے کہ آپ کو بچھو نے سولہ بار کاٹا۔ اس وجہ سے آپ کا رنگ زرد ہو گیا۔ مگر آپ نے نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ کا بیان کرنا نہ چھوڑا۔ جب آپ حدیث کا بیان ختم کر چکے اور لوگ چلے گئے تو میں نے دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے حدیث بیان کرنے کے دوران بچھو نے سولہ بار کاٹا اور میں نے حدیث شریف کی عظمت و اجلال کے باعث صبر کیا۔

اللہ اللہ! ان پاکباز اور مقدس حضرات کے قلوب اطہر میں حضور نبی کریم ﷺ کا کیسا احترام اور کیسی بلند درجہ کی تعظیم جاگزین تھی کہ سولہ بار بچھو کاٹے اور وہ اف تک نہ کریں۔ جان بھلے چلی جائے مگر رسول کریم ﷺ کی توقیر میں مطلقاً فرق نہ آئے۔ اسی تعظیم نے ان کو اسلامی تاریخ میں اعلیٰ درجہ کا مقام بخشا۔

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث صحیح میں مروی ہے کہ ابو محذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشانی کے بال اس قدر دراز تھے کہ وہ بیٹھتے اور ان بالوں کو کھلا چھوڑ دیتے تو وہ بال زمین کو چھونے لگتے۔ لوگوں نے ان سے دریافت کیا کہ آپ نے ان بالوں کو اس قدر کیوں بڑھا رکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ اس وجہ سے ان کو نہیں کٹواتا کیونکہ ایک مرتبہ ان پر سرکار دو عالم

marfat.com

ﷺ کا دست اقدس لگا تھا۔اس لئے میں تبرک کے طور پران بالوں کو بڑھا رکھا ہے۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حدیث شریف میں آیا ہے کہ سیف اللہ وسیف الرسول ﷺ حضرت سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی ٹوپی میں آنحضرت ﷺ کے چند موئے مبارک تبرکاً تھے۔ ایک جنگ میں آپ کے سر سے وہ ٹوپی گر گئی۔آپ نے اس ٹوپی کے حصول کے واسطے بہت ہی شدید جنگ کی۔ یہاں تک کہ چند مسلمان بھی اس میں شہید ہو گئے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کو الزام دیا کہ ایک ٹوپی کی خاطر اس قدر جنگ کی کیا ضرورت تھی۔آپ نے فرمایا کہ''میں نے یہ فعل محض ٹوپی کے حصول کے واسطے نہیں کیا بلکہ تمہیں معلوم نہیں کہ میری اس ٹوپی میں آنحضرت ﷺ کے موئے مبارک تھے۔میں نے انہیں بطور اپنی حفاظت کے لئے اس ٹوپی میں رکھا ہوا ہے۔تاکہ وہ کسی طرح ضائع نہ ہو جائیں۔اور مجھ سے اس کی برکت نہ جاتی رہے۔

marfat.com

آنحضرت ﷺ کی تعظیم زندگی میں اور بعد از وصال

رسول کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم ویسی ہی کرنی واجب ہے جیسی کہ آپ کی حیات طیبہ میں تھی۔ ویسی ہی تعظیم و تکریم وصال کے بعد بھی واجب الامر ہے۔ چنانچہ حدیث مبارکہ میں ہے۔

عنْ ابی بکر الصدیقِ قَالَ لا ینبغی رَفع الصَّوتِ علی نبِیَ حیّاً ولا مُیتاً

ترجمہ: سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول کریم ﷺ کے حضور میں آواز کو بلند نہیں کرنا چاہیے نہ آپ کی حیات طیبہ میں اور نہ ہی بعد از وصال

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سے مروی ہے کہ

رُوِی عنْ عائشہ انَّھا کانتْ تسمعُ صوْتَ وتدٍ یُو تدُ والمِسْھارُ یُغرِبُ فِی بعْضِ الدُّورِ المُتَّصِلةِ بِمسْجدِ النبی صلَّی اللّٰہُ علیہِ وسلَّم فترسَلُ الیھِمْ لا تؤذُوا رسُوْلَ اللّٰہُ علیہِ وسلَّم.

ترجمہ: سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وہ اس کھونٹی کی آواز جو مسجد نبوی کے اردگرد گھروں میں گاڑھی جاتی تھی۔ اور اس میخ کی آواز جو ٹھونکی جاتی تھی سنتی تھی۔ انہوں نے گھر والوں کے پاس کہلوا دیا کہ رسول اللہ ﷺ کو اس طریقہ سے) اذیت نہ دو۔

رُوِی وما عمِلَ علِیٌّ مصراعی بابہ بِالْمناصِعِ اِلا توقِیاً لِذٰلِک وتاوّباً معۃ

روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کریم نے اپنے دروازے کے کواڑ اس وعید سے بچنے کے لئے اور آنحضرت ﷺ سے پاس ادب کی خاطر کپڑے کے بنائے

marfat.com

ہوئے تھے۔ تا کہ کھلنے اور بند ہونے پر جو آوازیں بلند ہوتی ہیں ان کی وجہ سے رسول کریم ﷺ کی اذیت نہ ہو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مسجد نبوی میں چلا کر بولنے پر تعزیری حکم

مسجد نبوی میں بلند آواز میں بولنا بھی سختی کے ساتھ منع ہے۔ چنانچہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی میں بلند آواز سے بولنے والوں کو تنبیہ کی اور ڈانٹا۔ روایت ہے کہ

عن السائب بن يزيد قال كنت قائماً في المسجد فحصبي رجل فنظرت فاذا عمر بن الخطاب فقال اذهب فائتني بهذين نجيت بهما قال من انتما او من اين انتما قا لا من اهل الطائف قال لو كنتما من اهل البلد وجعتكم ترفعان اصواتكما في مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم (رواه البخاری)

ترجمہ: صحیح بخاری میں حضرت سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک بار مسجد نبوی میں کھڑا تھا کہ کسی نے مجھے کنکری ماری۔ دیکھا۔ تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لیکر آؤ۔ جب ان دونوں کو میں آپ کے پاس لے گیا تو پوچھا۔ تم لوگ کون ہو! یا کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہم طائف کے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم اس شہر سے ہوتے تو میں تم کو ضرور اذیت پہنچاتا۔ اور مارتا اس واسطے کہ تم مسجد نبوی (کے آداب سے ناواقف ہو اور) میں آوازیں بلند کرتے ہو۔

اس روایت سے آپ کو معلوم ہوگا کہ باوجود اس امر کے کہ آپ امیر المومنین

marfat.com

تھے مگر آپ نے بھی حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اونچی آواز میں نہیں پکارا۔ بلکہ ایک کنکری مار کر متوجہ کیا۔ اور اپنے عمل مبارک سے یہ ثابت کر دیا کہ مسجد نبوی میں کوئی شخص آواز بلند نہیں کر سکتا اور اگر کوئی کرتا بھی ہے تو وہ مستحق تعزیر سمجھا جاتا تھا اور سمجھا جاتا ہے۔ باوجود اس بات کے کہ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے چنداں دور نہ تھے مگر فقط تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو پکارا نہیں بلکہ کنکری پھینک کر انہیں اپنی طرف متوجہ فرمایا۔

یہ تمام تر ادب و تعظیم اسی وجہ سے تھی کہ آنحضور ﷺ وہاں بحیات ابدی تشریف رکھتے تھے اور رکھتے ہیں۔ کیونکہ اگر لحاظ صرف مسجد ہونے کا ہوتا تو فی مسجد رسول اللہ ﷺ کہنے کی تو ضرورت بالکل نہ تھی دوسری بات یہ دیکھنے میں آتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تم اسی شہر کے ہوتے۔ یعنی آپ کو معلوم تھا مدینہ طیبہ کے لوگوں کو اس مسجد کے آداب بخوبی معلوم تھے۔ اور اگر بلحاظ صرف مسجد کا ہوتا تو اہل طائف کو بھی معذور نہ خیال کیا جاتا۔ کیونکہ یہ بات تو یقینی ہے کہ آخر وہاں بھی تو مساجد تھیں۔

امام مالک کا خلیفہ ابوجعفر کو مسجد نبوی میں چلانے سے منع فرمانا

امام مالک علیہ الرحمۃ نے خلیفہ ابوجعفر کو مسجد نبوی میں ان کے بلند آواز سے بولنے پر ڈانٹ دیا۔ چنانچہ در منظم میں ابن حجر ہیثمی اور شفا میں قاضی عیاض نے بسند متصل روایت کی ہے۔

ترجمہ: امیر المومنین ابوجعفر منصور نے جو خلفائے عباسیہ سے دوسرے خلیفہ ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مسجد نبوی میں کسی سلسلہ میں مباحثہ کیا۔ جس میں ان کی آواز کچھ بلند ہو گئی اس پر امام مالک رحمۃ اللہ نے فرمایا کہ اے امیر المومنین اس مسجد

marfat.com

میں آواز بلند نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تادیب کی ہے۔ اس آیت شریفہ میں کہ یایھا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ۔یعنی اے مسلمانو! اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند نہ کرو۔ یعنی میرے حبیب کے دربار میں اپنی آوازوں کو بلند نہ کرو۔ اوران لوگوں کی مدح فرمائی ہے جو رسول کریم ﷺ کے حضور اپنی آوازوں کو پست کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا کہ سورۃ حجرات رکوع ا میں انَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَھُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُولٰئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ لِلتَّقْوٰی ط لَھُمْ مَغْفِرَۃٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ o یعنی جو لوگ دبی آواز سے بولا کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جانچ لیا ہے ان کے دلوں کو پرہیز گاری کے لئے ان کے لئے مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ اور مذمت فرمائی کہ اس قوم کی جو حجرہ سے باہر سے حضور ﷺ کو پکارتے تھے۔ چنانچہ اسی سورۃ میں ارشاد فرمایا اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرٰتِ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ o یعنی جو لوگ کہ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں وہ اکثر بے عقل لوگ ہیں اور اگر وہ صبر کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ان کی طرف از خود تشریف لاتے تو ان کے حق میں زیادہ بہتر تھا۔

اور حضور ﷺ کی حرمت وصال کے بعد بھی وہی ہے جو قبل از وصال تھی امیر المومنین یہ سنتے ہی فناذب اور قندیل ہو گئے اور پھر عرض کیا کہ اے ابو عبداللہ! آپ نے ارشاد فرمایا کہ حضور ﷺ کی طرف سے منہ کیوں پھیرتے ہو۔ وہ تو وسیلہ ہیں آپ کے اور آپ کے باپ آدم علیہ السلام کے بروز قیامت۔ آپ آنحضرت ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر شفاعت وسفارش طلب کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی شفاعت قبول فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ

marfat.com

الرسول لوجدوا اللّٰہ توابا○

یعنی اور اگر یہ لوگ جب انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا تو آپ کے پاس آ جاتے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہتے اور رسول ان کے لئے معافی چاہتا تو ضرور وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

جی ہاں یہ بات یقینی ہے کہ جو لوگ مراتب تعظیم اور آداب رسالت کا لحاظ رکھتے ہیں وہی اس وعدے میں داخل و شامل ہیں۔ برخلاف اس کے وہ لوگ جو رسول اللہ ﷺ کے حضور بے ادبی سے بولتے ہیں کیونکہ ان کے تو اس عمل سے نیک اعمال بھی ضائع ہو جاتے ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ امام مالک علیہ الرحمتہ نے مسجد نبوی میں بلند آواز سے بات کرنے کے باب میں ان آیات سے استدلال فرمایا۔ یآ یُّھا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ اور اِنَّ الَّذِیْنَ یُنَادُوْنَکَ مِنْ وَّرَآءِ الْحُجُرَاتِ. اور خلیفہ وقت نے پوچھا تک نہیں کہ فوقَ صوت النبی اور ینادونک کے معنی یہاں بھلا کیوں کر صادق آتے ہیں۔ اور اگر اجتہاد کیا گیا تو اس کا طریقہ کیا ہے۔ پھر یہ بھی نہ تھا کہ خلیفہ موصوف کچھ جاہل تھا۔ بلکہ وہ نہایت کامل العقل، جید عالم اور ادیب بھی تھا۔ مگر معلوم نہیں کہ اس استدلال میں کس درجہ کی قوت تھی۔ جس نے خلیفہ وقت کو عین مباحثہ میں بالکل ساکت کر دیا۔

لیکن فقیر محض یہ کہتا ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان کو بھی شان مصطفیٰ ﷺ کا بخوبی علم ہوتا ہے اور پھر مسجد نبوی کے آداب کا علم خلیفہ وقت کو کیوں نہ ہوگا۔ جب خلیفہ وقت کو امام مالک علیہ الرحمتہ نے تنبیہ فرمائی تو ان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ واقعی میری اونچی آواز خلاف ادب ہے۔ اور یہی ادب و تعظیم کی فضا آج بھی مسجد نبوی میں نظر آتی ہے۔ جو بھی خوش قسمت اصحاب مسجد نبوی کی زیارت سے شرف یاب ہو کر

marfat.com

تشریف لاتے ہیں وہ یہی تعظیم بتلاتے ہیں دعا فرمایئے گا کہ یہ فقیر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے زیارت روضہ رسول کریم ﷺ سے فیض یاب ہو۔

شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ ''جذب القلوب'' میں رقم فرماتے ہیں کہ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ مدینہ طیبہ میں اپنے گھوڑے پر سوار نہ ہوتے جب ان سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ میں اس زمین کو گھوڑے کے سموں سے روندوں جس پر رسول کریم ﷺ کے قدم مبارک لگے ہوئے ہیں۔ فی الحقیقت میں زمین پاک نہایت ہی واجب التعظیم ہے۔

میری التجا ہے دوستو! کبھی تم جو سوئے حرم چلو
تو بنا کے قدموں کو سر چلو! کہ یہ راستہ کوئی اور ہے

امام مالک علیہ الرحمتہ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص مدینہ منورہ کی سرزمین کو عدم طیب سے نسبت کرے اور اس کی ہوا کو ناخوش کہے وہ واجب التعزیر ہے اس کو قید کیا جائے یہاں تک کہ توبہ صحیح کرلے۔

محمد از تو می خواہم خدارا
الٰہی از تو حب مصطفیٰ را

امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ

امام سیوطی علیہ الرحمتہ ''تنزیہ الانبیاء عن تشبیہ الاغیار'' میں امام سبکی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''ترشیح'' سے نقل کیا ہے کہ ''امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ نے بعض تصانیف میں وہ قصہ نقل کیا ہے جو کسی خاتون نے کچھ مال چرایا تھا اور حضور نبی کریم ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم فرمایا تھا۔ اور کسی نے اس عورت کی سفارش کی پھر وہ حدیث نقل کی کہ حضور ﷺ نے اس وقت فرمایا کہ اگر فلاں عورت (جو ایک شریفہ تھیں) بھی

marfat.com

چوری کرتیں تو ان کا بھی ہاتھ قطع کیا جاتا۔

امام سبکی رحمتہ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ دیکھو کہ حدیث مبارکہ میں سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام مصرح ہے اگر بعینہ حدیث پاک نقل فرماتے تو کوئی بے جا اور بے موقع بات نہ تھی۔ لیکن آپ نے از راہ کمال ادب صراحتہ نام مبارک کو ذکر نہ کیا۔

سبحان اللہ! کیا ادب تھا۔ رسول کریم ﷺ کا۔ حالانکہ حدیث مبارکہ کے الفاظ کو بعینہ نقل کرنا از حد ضروری ہے اور وہ نام مبارک جو حدیث مبارکہ میں وارد ہے۔ لفظ لو کے تحت میں ہے۔ جو علی سبیل فرض محال آتا ہے۔ مگر با ایں ہمہ چونکہ حدیث مبارکہ میں یہ نام مبارک تھا مقام توہین میں وارد تھا اس لئے ادب نے اجازت نہ دی کہ اس مبارک نام کو صراحتہ ذکر فرماتے۔ گو حدیث شریف میں وارد ہے۔

جیسا کہ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمتہ اللہ علیہ کی نعت شریف کا ایک شعر ہے کہ

کون پوچھے تیری بات رضا
تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں

مگر نعت خواں حضرات کمال ادب سے اس شعر کے دوسرے مصرے کو یوں پڑھتے ہیں کہ

تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں

یہی ادب ہے یہی اعلیٰ درجہ کی تعظیم ہے کہ اعلیٰ حضرت تو خود کو کچھ بھی عشق مصطفیٰ ﷺ اور وارفتگی میں فرما سکتے ہیں مگر عام آدمی تو اعلیٰ حضرت کے مقام و مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اس لئے ادب کا تقاضا یہی ہے کہ اس جگہ یہی لکھا اور بڑھا جائے کہ ''تجھ سے شیدا ہزار پھرتے ہیں'' اس سے اعلیٰ حضرت کے شعر کا مفہوم بھی نہیں بدلتا اور پڑھنے والا بھی بے ادبی کا مرتکب نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اب یہ نعتیہ اشعار تو اعلیٰ حضرت

marfat.com

نہیں پڑھ رہے۔ اب اگر کوئی دوسرا یہ نعتیہ اشعار پڑھے گا تو ایک طرح سے یہ اعلیٰ حضرت کی شان میں نادانستگی میں بے ادبی ہو جائے گی۔

آپ ملاحظہ فرمائیں کہ جب اعلیٰ حضرت کی یہ تعظیم ہے تو آقا و مولا کی تعظیم کا عالم کیا ہونا چاہیے۔ یہ عالم ہمیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگیوں کے مطالعہ سے صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین حضور نبی کریم ﷺ کے سچے جانثار، عشاق اور عظیم الشان محب تھے چونکہ ان کی تعلیم و تربیت معلم انسانیت ﷺ نے بذات خود فرمائی تھی چنانچہ اس امر کی مثال تاریخ عالم میں کہیں اور نہیں ملتی۔ اور نہ ہی کوئی بھی اس بات کا تصور کر سکتا ہے۔ کہ کفر اور شرک کے اندھیروں میں بھٹکنے والے غیر متمدن عرب اپنے وقت کی دو عظیم سپر پاور یعنی قیصر و کسریٰ کو ہمیشہ کے لیے نیست و نابود کر دیں گے۔

لیکن یہ اسی وقت ممکن ہو سکا جب اصحاب کبار کے اندر ایسے اوصاف حمیدہ نے جنم لیا جو تا قیامت ضرب المثل کی حیثیت اختیار کر گئے۔ ان کی عام زندگیاں اور جہانبانی کے ہر میدان میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ یہ پاکباز ہستیاں حرب و ضرب، اخلاق و کردار میں عام معاملات اور مذہبی اعتقادات میں، حلم و بردباری میں جرات و عزیمت میں ایثار و قربانی میں عشق مصطفیٰ و تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں محبت الٰہی میں شجاعت و انصاف میں، کمزوروں کی دادرسی میں، غاصبوں سے مظلوموں کا حق دلانے میں، تقویٰ و پرہیزگاری میں، ایمان و اصابت رائے میں علم و معرفت و برہان میں اور اپنے بعد آنے والے اہل اسلام کے لئے سرخیل اور راہنما ثابت ہوئیں۔ چنانچہ اہل اسلام کے لئے قطعاً جائز نہیں کہ ان پاکیزہ ہستیوں کے اندر نقائص کو تلاش کریں۔ یا بے ادبی کا مظاہرہ کریں۔

یہ مقدس ہستیاں دراصل پیکر وفائے مصطفیٰ ﷺ تھے۔ دین اسلام اور کلام

marfat.com

اللہ شریف انہی پاکباز ہستیوں کے توسط سے آنے والی نسلوں تک پہنچا ان پر انگشت نمائی سے دین متین میں خلل ونقائص واقع ہونے کا احتمال یقینی ہے۔ دین کی صداقت وحقانیت داؤ پر لگ جاتی ہے۔ کیونکہ کلام اللہ شریف میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''محمد اللہ کے رسول ہیں۔ اوران کے ساتھی آپس میں رحمدل جب کہ دشمنوں کے مقابلے میں سخت ہیں'' تو اگر محمد رسول اللہ ﷺ کے انہیں ساتھیوں کے بارے میں غلط روش اختیار کی جائے تو ایک طرح سے آیات قرآنی کا انکار ہوگا۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارے میں فقط اس لئے اپنا رویہ تعظیم والا رکھیں کیونکہ یہ ہمارے آقا ومولا کے ساتھی تھے۔ ان لوگوں نے براہ راست رحمت دو عالم ﷺ سے اکتساب فیض حاصل کیا۔ ان جیسی سعادت پھر کسی کو حاصل نہ ہوئی۔

آپ اندازہ فرمائیں کہ جن لوگوں کو حضور نبی کریم ﷺ خواب میں زیارت سے سرفراز فرماتے ہیں ان کا فخر اور انبساط بھی بہت بلند درجہ کا ہوتا ہے اور وہ لوگ والہانہ اس کا ذکر دیگر لوگوں سے کرتے دکھائی دیتے ہیں اور دوسرے لوگ بھی ان لوگوں کو بہت ہی خوش قسمت تصور کرتے ہیں۔ پھر ان لوگوں کا مقام کیا ہوگا جنہوں نے صبح شام حضور نبی کریم ﷺ کا دیدار کیا ہوگا اور آپ ﷺ سے باتیں کی ہوں گی۔ ان کی عظمت کا تو کوئی اندازہ ہو ہی نہیں سکتا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کمال ادب

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نظر اقدس میں اپنے محبوب وآقا مولا حضور نبی کریم ﷺ کے مقابلے میں اب اپنے اور پرائے پر کاہ کی بھی حیثیت نہیں رکھتے تھے۔ جنگ بدر میں آپ نے اپنی تلوار سے گویا تاریخ رقم کردی۔ جب آپ کا سگا ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ اپنی شجاعت اور دلیری پر ناز کرتا ہوا میدان جنگ

marfat.com

میں اترا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس وقت عاص بن ہشام کو صرف ایک مشرک ہی خیال فرمایا۔ اپنا ماموں نہیں جانا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بذات خود پیش قدمی کر کے اس کو قتل کر دیا۔ یعنی ایک بھانجے نے اپنے سگے ماموں کو اپنے آقا کی مخالفت کرنے والے سگے ماموں کے سر پر ایسی تلوار ماری حلق تک اترتی چلی گئی۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ سگا ماموں آقائے دو جہاں کے مقابلے میں قطعاً کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ یعنی سب سے زیادہ قابل تعظیم وادب ہستی اللہ کے بعد صرف حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور نبی کریم ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ جب رسول کریم ﷺ نے ناراض ہو کر ازواج مطہرات سے چند ایام کے لئے علیحدگی اختیار فرمائی تو آپ نے ان دنوں اپنی رہائش بالا خانے میں اختیار کئے رکھی اور حضرت رباح رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازے کے باہر بیٹھے رہتے تھے کہ کوئی بھی اندر نہ جا سکے حضرت رباح رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے غلام تھے۔ مگر غلام کی بھی یہ شان تھی کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جیسی ہستی بھی ان سے اجازت طلب کرتی ہوئی نظر آتی کہ اس غلام سے اجازت طلب کرنے میں باادب نظر آتے تھے۔ اور ان کا ادب کیوں نہ ہوتا۔ آخر وہ غلام کن کے تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھجور کے تنے کے سہارے بالا خانے پر آتے جاتے تھے۔ یہ بڑا دشوار مرحلہ۔

جب ان واقعات کا علم سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہوا تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔ آپ فوری طور پر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ وہاں آپ کو حضرت رباح رضی اللہ عنہ نظر آئے آپ نے حضرت رباح سے اجازت طلب فرمائی کہ میں حضور نبی کریم سے مل سکتا ہوں مگر حضرت رباح نے کوئی جواب نہ دیا اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ حضور ﷺ نے کسی کو بھی اجازت نہیں دی تھی۔

marfat.com

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو تین مرتبہ اجازت طلب فرمائی اور آخری بار یوں گویا ہوئے۔

''اے رباح رضی اللہ عنہ! میرے لئے رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کرو۔ حضور ﷺ کو شائد یہ خیال ہو کہ میں اپنی بیٹی کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں، واللہ! اگر آپ ﷺ مجھے اجازت دیں تو میں اپنی بیٹی کی خود گردن اتار دینے کے لئے تیار ہوں۔''

اس کے بعد آپ کو شرف ملاقات حاصل ہوا۔ مگر ایسی تعظیم وادب صرف اور صرف سیدنا عمر فاروق کا ہی حصہ تھا یعنی اپنی بیٹی سے محبت والفت بھی حضور نبی کریم ﷺ کے بعد ہی تھی۔

جس وقت سیدنا فاروق اعظم بالا خانے پر تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ سید دو عالم ﷺ ایک کھری چٹائی پر دراز ہیں جو کہ برگ خرمہ سے بنی ہوئی تھی اس کے نشانات سرکار دو عالم جہاں کے جسم اطہر پر نمایاں تھے۔ کیونکہ بدن مطہر پر صاف ایک مرتبہ ہی موجود تھا۔ سرہانے جو تکیہ رکھا ہوا تھا اس میں خرفہ کی چھال بھری ہوئی تھی۔ یعنی قطعی طور آرام دہ بستر نہ تھا سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ ایک کونے میں تھوڑے سے جو رکھے ہیں۔ یعنی یہ تھا رسول کریم ﷺ کا کھانے کا انتظام جب کہ سر مبارک کی جانب ایک میخ پر تین کھالیں لٹک رہی تھیں۔ یہ سب کچھ دیکھ کر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا پیمانہ صبر لبریز ہو گیا اور آپؓ کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''اے فاروق! تم کیوں رو دیئے؟''

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ میں کیوں نہ روؤں۔ کھردری چٹائی کے نشان آپ ﷺ کے جسم

marfat.com

اطہر پر نمایاں ہیں۔ آپ ﷺ کے خزانے میں جو کچھ ہے وہ صاف نظر آ رہا ہے۔ جب کہ قیصر و کسریٰ تو عیش و عشرت کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ اور آپ کے خزانے کا یہ حال ہے''۔

آقائے دو جہاں نے ارشاد فرمایا۔

''اے عمر بن الخطاب! کیا تم یہ نہیں پسند کرتے کہ آخرت ہمارے لئے اور دنیا ان کے لئے ہو۔

یہ الفاظ مستقبل کے عظیم الشان خلیفہ رسول کے لئے کافی تھے۔ ان الفاظ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سکون بہم پہنچایا۔ اور آپ ﷺ کی پریشانی خاص حد تک کم ہوگئی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو عالم ﷺ سے عرض کیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ! آپ کیوں اپنی ازواج کے بارے میں متردد ہیں (حالانکہ انہی ازواج مطہرات میں فاروق اعظم کی صاحبزادی سیدہ حفصہ بھی شامل تھیں) اگر ان کو طلاق دے دی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے۔ جبرائیل و میکائیل، یہ ناچیز، ابوبکر اور تمام اہل اسلام آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔''

اسی طرح آپ ﷺ کافی دیر تک بارگاہ نبوی میں عرض کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ کے رخ انور پر تبسم چھا گیا۔ اس عالم میں دیکھا تو سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خوشی دیدنی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی گئی۔ تو سیدنا فاروق اعظم نے نیچے کھڑے ہوئے پریشان حال مسلمانوں کو یہ مژدہ جانفزا سنایا کہ آنحضرت ﷺ نے ازواج مطہرات کو طلاق نہیں دی ہے۔ اہل اسلام نے فرط جذبات سے مغلوب ہو کر نعرہ تکبیر بلند کیا اور مدینہ طیبہ کی فضا جو کچھ ہی دیر پہلے از حد سوگوار تھی۔ اب خوشگوار ہوگئی۔

marfat.com

سیدنا فاروق اعظم کے بھائی زید کے پوتے کا نام محمد تھا۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ کسی نے ان کو اسی نام سے پکارا۔ آپ کو جب معلوم ہوا تو آپ تڑپ گئے۔ فوری طور پر ان کو اپنے پاس بلایا۔ بھلا عاشق صادق کو اس نام کی توہین کس طرح گوارا تھی۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے نام کی وجہ سے محمد رسول اللہ کے اسم پاک کی بے حرمتی ہو رہی ہے۔ چنانچہ تمہارا نام آج سے عبدالرحمٰن ہے حیات نبوی ﷺ میں تو ایک عظیم الشان ادب تھا ہی مگر بعد از وصال یہ تعظیم کا انداز تواریخ عالم میں دکھائی نہیں دے گا۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کو دوڑایا کہ آپ کے جس بیٹے کا نام محمد ہے اس کو بدل دیا جائے۔ آپ کے ایک بیٹے کا نام محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ تھا۔ وہ خود امیر المومنین کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا۔

''یا امیر المومنین! میرا نام تو حضور ﷺ کا تجویز کردہ ہے۔''

یہ سن کر سیدنا و مولانا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ کا سر فرط عقیدت سے جھک گیا آپ کچھ دیر تک ان کی قسمت پر رشک فرماتے رہے۔ کہ یہ کس قدر خوش قسمت ہے کہ اس کا نام آقائے نامدار نے خود تجویز فرمایا ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ نے سر مبارک اٹھایا اور فرمایا۔

''اگر تم سچ کہتے ہو تو پھر جاؤ۔ رسول کریم ﷺ کا تجویز کردہ نام بھلا کر کیسے تبدیل کر سکتا ہوں۔''

اسی طرح ایک اور بھی روایت بہت معروف ہے کہ جب ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو حجر اسود کو چومنے سے قبل فرمایا کہ ''اے حجر اسود میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے۔ میں کبھی تجھے نہ چومتا اگر میں نے رسول کریم ﷺ کو چومتے نہ دیکھا ہوتا۔''

marfat.com

حضرت سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ

کا لقب اطہر منجانب رسول کریم ﷺ امین الامت تھا آپ کی نبی کریم ﷺ سے محبت و الفت دیوانگی کی حد تک تھی۔ آپ ہروقت محبت و عشق و تعظیم رسول کریم ﷺ میں ہی سرشار دکھائی دیتے تھے۔ آپ ہروقت آنحضرت ﷺ کی خدمت کے لئے سبقت لانے کے منتظر رہا کرتے تھے۔

غزوہ احد میں جب عقبہ بن ابی الوقاص کے حملے کی وجہ سے نبی کریم ﷺ کے رخسار مبارک میں خود کی دو کڑیاں کھب گئیں تو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آنحضرت ﷺ کی طرف لپکے کہ ان کڑیوں کو جلدی سے نکالیں۔ دوسری جانب سے امین الامت سیدنا ابوعبیدہ بن جراح بھی پہنچ گئے۔ جلیل القدر صحابہ کرام کو تیزی سے آنحضرت ﷺ کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر دیگر صحابہ کرام رک گئے۔ سیدنا ابوعبیدہ جراح رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا۔

''اے ابوبکر الصدیق اکبر رضی اللہ عنہ ! میں آپ سے اللہ کے لئے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے رسول کریم ﷺ کے رخسار اطہر کی کڑیاں نکالنے دیجئے''

آپ نے کمال ایثار کا مظاہرہ کیا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح کو یہ سعادت حاصل کرنے کا موقع دیا۔ سیدنا ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے یہ کڑیاں جس عظیم الشان جذبہ سے نکالیں وہ بھی ایک عظیم بات ہے۔ آپ نے ان کڑیوں کو کسی اوزار سے نہیں نکالا بلکہ اپنے دانتوں سے ان کو نکالنے کی کوشش کی۔ آپ بہت خوبصورت چہرے کے انسان تھے مگر آج موقع ایسا تھا کہ سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو اپنے خوبصورت چہرے کا نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کی بڑھتی ہوئی تکلیف کا تھا۔

سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے ان کڑیوں کو یوں نکالا کہ جب ایک کڑی

marfat.com

باہر نکلی تو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا ایک دانت جڑ سے ٹوٹ گیا۔مگر آپ نے کسی قسم کا تاسف یا تکلیف کا احساس نہیں کیا بلکہ دوسری کڑی نکالنے لگے۔اس طرح آپ نے چاروں کڑیوں کو نکال دیا۔اور اپنے چاروں سامنے کے دانت آقائے نامدار پر قربان کر دیئے۔آپ صحابہ کرام میں اپنی خوبصورتی اور وجاہت کے لحاظ سے مشہور تھے۔مگر سامنے کے چاروں دانت ٹوٹ جانے کی وجہ سے آپ کے چہرہ مبارک پر اب پہلے جیسی خوبصورتی نہ رہی لیکن سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس بات کی قطعی پرواہ نہ کی۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ

ایک روز سرکار دو عالم ﷺ کے دیدار کے لئے پورے شہر میں بیتابانہ گھوم رہے تھے کہ ان کو معلوم ہوا کہ آقائے نامدار ایک صحابی کے ہاں مع اصحاب تشریف فرما ہیں۔آپ اس گھر میں چلے گئے۔اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین وہاں تشریف فرما تھے۔دیکھا تو پورا کمرہ بھرا ہوا تھا۔ان سب میں نمایاں رسول کریم ﷺ کی ذات اقدس تھی۔حضرت جریر رضی اللہ عنہ بھی سلام کر کے دروازے کے باہر ہی بیٹھ گئے۔ اور آپ کے چہرہ مبارک کو دیکھنے لگے۔کیونکہ یہ بھی تو عبادت سے کم نہیں تھا۔

آنحضرت ﷺ نے جب دیکھا کہ ایک غلام کمرے میں جگہ نہ ہونے کے باعث دروازے کے باہر ہی ننگی زمین پر بیٹھ گیا ہے تو از راہ شفقت آپ کی طرف اپنی چادر مبارک ایک صحابی کے ذریعہ پہنچائی اور فرمایا کہ اس چادر کو زمین پر بچھا کر بیٹھ جاؤ۔

ارشاد ربانی تو یہ ہے کہ جو حکم تم کو رسول اللہ ﷺ دیں اس کی اطاعت کرو اور جس امر سے منع فرمادیں اس سے باز رہو۔اس حکم کے مطابق تو حضرت جریر رضی اللہ عنہ کو چادر زمین پر بچھا کر بیٹھ جانا چاہیے۔تھا مگر جیسا کہ سب کو معلوم ہے کہ عاشقوں

marfat.com

کے اپنے ہی انداز و اصول ہوا کرتے ہیں۔ سیدنا جریر رضی اللہ عنہ بھی عاشق صادق تھے۔ بھلا آقا کی مقدس چادر پر کس طرح بیٹھ سکتے تھے۔ جن کے لئے آپ کے رخ انور کا ایسا نظارہ ہی ساری دنیا کی نعمتوں سے افضل تھا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی قسمت پر وہاں موجود ہر صحابی اس وقت رشک کر رہا تھا۔ کہ کیا قسمت پائی ہے کہ غلام کو بیٹھنے کے لئے آقا نے اپنی مقدس چادر عطا فرمائی ہے۔ چشم فلک نے اس سے پہلے اور اس کے بعد نہ تو ایسا آقا دیکھا اور نہ ایسے غلام ہی دیکھے۔ اور نہ ہی دیکھے گا۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ نے اس چادر کو والہانہ انداز میں پکڑا، سینے سے لگایا اور آنسوؤں سے تر آنکھوں سے لگائے ہوئے اور چومتے ہوئے یہ کہہ کر واپس کر دی۔

''یا رسول اللہ ﷺ! میں اس مقدس چادر پر بیٹھنے کی جرات کبھی نہیں کر سکتا۔''

یہ تھی تعظیم ایک غلام کی اپنے آقا کے لئے۔ تمام صحابہ کرام نے اس بات کو شدت کے ساتھ محسوس کیا کہ اگر ہمیں یہ چادر عطا ہوتی تو شاید یہ عمل ہم نہ کر سکتے۔ مگر دیکھنے میں یہ آیا کہ ہر صحابی اپنی جگہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے لئے اپنی مثال آپ تھے۔ ہر ایک کا اپنا ہی انداز تھا۔ ان سب کو کسی سے کوئی انعام تو نہیں لینا تھا۔ وہ تو بس تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے لئے ہمیشہ نت نئے انداز ہی تلاش کرتے رہتے تھے۔

حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ

سرکار دو عالم ﷺ کے رخسار مبارک میں جب غزوہ احد میں خود کی کڑیاں کھب گئیں تو ان کو نکالے جانے کے عمل میں خون بہہ نکلا حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اپنے دانتوں سے یہ کڑیاں نکال رہے تھے۔ جب خون نکلا تو حضرت

marfat.com

مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رخسار مبارک سے نکلنے والا خون پی لیا۔ ایک قطرہ خون بھی زمین پر نہ گرنے دیا۔

آپ کا یہ عمل دیکھ کر دیگر اصحاب نے ان سے کہا کہ تم حضور علیہ السلام کا خون پیتے ہو! تو آپ نے فخریہ انداز میں جواب دیا "ہاں رسول کریم ﷺ کا خون مبارک میں مقدس مشروب کی طرح پیتا ہوں۔"

اس موقع پر رحمت عالم شافع عاصیاں ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"جس کسی نے ایسے شخص کو دیکھنا ہو جس کا خون میرے خون سے آمیز ہو تو مالک بن سنان کو دیکھ لو"

حضرت مالک بن سفان رضی اللہ عنہ کا یہ عمل فقط تعظیم ﷺ کی وجہ سے تھا کہ آقا کے خون کا کوئی قطرہ زمین پر نہ گر جائے جو اصحاب باصفا آنحضرت ﷺ کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیتے تھے۔ وہ بھلا آپ ﷺ کے خون اطہر کو کیسے زمین پر گرنے دیتے۔

marfat.com

اولیائے کرام کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ

حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ

خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کو رسول کریم ﷺ سے والہانہ عشق تھا۔ اکثر یہ دیکھا گیا تھا کہ جب بھی آپ سرکار دو عالم ﷺ کا ذکر مبارک فرماتے تو بے اختیار آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی۔ آپ اکثر و بیشتر یہ فرمایا کرتے تھے کہ

''میں کتنا بدنصیب ہوں کہ اپنے آقا و مولا ﷺ کی زیارت نہ کر سکا''

ایک مرتبہ آپ ذکر مصطفیٰ ﷺ کر کے آنسوؤں کو پونچھ رہے تھے تو فرمایا

''لیکن میں اس اعتبار سے بہت خوش قسمت ہوں کہ مجھے بہت ہی برگزیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحبتوں سے فیض یاب ہونے کا موقع حاصل ہوا۔ اور میں ان کی حکمت و فضیلت سے فیض یاب ہوا۔ جنہوں نے رسول کریم ﷺ کی زیارت بابرکات سے اپنی مبارک آنکھوں کو انوار سے بھرا تھا۔ اور آپ ﷺ کی بارگاہ عالیہ سے براہ راست فیوض و برکات سمیٹے تھے''

حضرت عبداللہ مبارک رحمتہ اللہ علیہ

آپ بہت مشہور ولی کامل تھے۔ آپ تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں اپنی مثال آپ تھے۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ ایک شخص بہت دور دراز کے علاقے سے دشوار گزار سفر کر کے آپ کے پاس حاضر ہوا۔ حاضر ہو کر اس نے نہایت ادب سے عرض کیا۔

''اے عبداللہ! میرے شیخ محترم مجھے بھی آقائے دو جہاں ﷺ کی کوئی حدیث شریف سنائیں میں آپ سے حدیث پاک سننے کے لئے بہت دور کا سفر کر کے آپ تک پہنچا ہوں۔

marfat.com

حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ نے نہ معلوم کس وجہ کی بناء پر انکار کر دیا۔ وہ شخص اٹھا اور واپس جانے لگا۔ ابھی وہ شخص اپنی سواری پر بیٹھا ہی تھا کہ آپ نے دوڑ کر اس کی سواری کی رکاب پکڑی۔ یہ دیکھ کر وہ شخص گویا ہوا۔

''آپ نے حدیث شریف کی سماع سے تو مجھے محروم رکھا اور میری سواری کی رکاب کیوں پکڑتے ہیں مجھے جانے دیں۔''

آپ نے فرمایا

''ہاں اے عقل مند شخص میں اپنی ذات کی تذلیل تو برداشت کر سکتا ہوں مگر حدیث نبوی ﷺ کی توہین مجھے قطعاً گوارا نہیں۔''

اب آپ سوچ رہے ہوں گے کہ وہ شخص تو دور دراز کا سفر کر کے فقط سماعت حدیث نبوی ﷺ کے ذوق وشوق میں آپ کے پاس آیا مگر آپ نے انکار فرما دیا۔ اور پھر کیوں اس کی سواری کی رکاب پکڑی اور جانے نہیں دیا۔ تو فقیر کا یہ خیال ہے کہ آپ نے اس شخص کو اور حاضرین کو یہ سبق دیا ہو گا کہ حدیث نبوی ﷺ کی سماعت کے بھی کچھ آداب ہیں۔ یہ کوئی قصہ کہانی تو ہے نہیں کہ جہاں کہیں کوئی قصہ گو مل گیا اس سے قصہ کی فرمائش کر ڈالی۔ بلکہ اطمینان سے بیٹھ کر باوضو ہو کر حدیث شریف سننی چاہیے۔ اب آپ دیکھیں کہ ایک ولی کامل ایک نو وارد شخص کے پاؤں پکڑ رہا ہے اور اس کو تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی کس قدر عمدگی سے تعلیم دے رہا ہے کہ اے نو وارد میں تمہارے پاؤں پکڑ کر خود کو ذلیل تو کر سکتا ہوں۔ مگر جس عامیانہ انداز میں تم نے مجھ سے حدیث شریف سننا چاہی اس طرح تو حدیث شریف کی تعظیم نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس مقصد کے لئے پہلے باادب بیٹھو پھر حدیث مبارکہ کی فرمائش کرو۔

marfat.com

حضرت ایوب بن ابی تمیمہ سختیانی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کو رسالت مآب ﷺ سے اس قدر الفت ومحبت تھی کہ جب بھی آپ سر کار دو جہاں ﷺ کا ذکر مبارک سماعت فرماتے یا حدیث نبوی ﷺ سماعت فرماتے یا خود بیان فرماتے تو اس طرح زاروقطار یہ آنسو بہاتے کہ کافی دیر تک ہچکیوں کی آواز صاف سنائی دیتی اور حاضرین ان کے حال پر رشک کرتے۔ کیونکہ یہ مقام تعظیم سے بڑھ کر عشق کی جانب بڑھ جاتا ہے اور لاکھ کوشش کے باوجود بلا عشق و تعظیم ومحبت آنکھوں سے آنسو نہیں نکل سکتے۔

آپ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے استاد محترم تھے۔ آپ اپنے استادِ گرامی کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ

''میں حضرت ایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کی اسی والہانہ کیفیت کو دیکھ کر ان کے حلقہ تلامذہ میں شامل ہو گیا اور آپ کا نبی کریم ﷺ سے عشق کو دیکھ کر آپ سے احادیث ضبط تحریر میں لانا شروع کر دیں۔ یہی وہ وصف تھا جس کی بناء پر میں آپ کو دوسرے اساتذہ کرام سے افضل سمجھتا تھا۔''

حضرت ایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کے اس وصف سے واقعی امام مالک ہی بخوبی واقف ہو سکتے تھے کیونکہ وہ تو حب رسول کریم ﷺ سے سرشار تھے۔ عام دنیا داروں کو تو یہ نعمت حاصل نہیں ہو سکتی اور فقیر کہتا ہے کہ یہ نعمت جس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ وہ یقیناً درجہ ولایت پر فائز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ تو ممکن نہیں کہ محبت کی کیفیات سے محبوب کو واقفیت نہ ہو اور محبوب بھی کیسا جو اللہ کا محبوب ہے۔ ہر مخلوق کا محبوب، تمام کائنات کا محبوب ہے یعنی محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ، فخر انبیاء، سید الرسل، مولائے کل ﷺ۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے حضرت

marfat.com

ایوب سختیانی کے ساتھ دو مرتبہ فریضہ حج ادا فرمایا۔ دوران سفر جب بھی حضرت ایوب سختیانی رحمتہ اللہ علیہ کسی حدیث مبارکہ کی روایت سماعت فرماتے تو بے اختیار ہو کر رو نے لگتے۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو نبی کریم ﷺ سے تو محبت تھی ہی مگر آپ کو مدینتہ الرسول سے بھی حد درجہ محبت تھی۔ مدینہ طیبہ سے حد درجہ محبت کی وجہ سے ہی آپ نے مدینتہ الرسول کو کبھی نہیں چھوڑا۔ بہت ہی نازک مرحلوں پر بھی جب آپ نے مدینہ طیبہ سے باہر جانا قبول نہ کیا تو لوگوں نے عرض کیا کہ یا حضرت یہ کیا معمہ ہے آپ کیوں نہیں جاتے تو آپ نے برجستہ فرمایا کہ

''میں اس لئے مدینہ طیبہ سے باہر نہیں جاتا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مدینہ طیبہ سے نکل جاؤں اور میری موت آجائے اور میں مدینہ با سکینہ کی خاک پاک میں دفن ہونے کی سعادت سے محروم ہو جاؤں۔

آپ صرف فریضہ حج کے لئے ہی مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے تھے۔ مگر اکثر یہی خیال دامن گیر رہتا کہ کہیں مدینہ طیبہ جانے سے قبل موت ہی نہ آ جائے۔ فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد آپ فوراً ہی مدینہ طیبہ کا رخ کر لیتے ہیں آخر آپ کی تمام زندگی کی حسرت رنگ لائی اور آپ نے مدینہ طیبہ میں ہی وصال فرمایا اور آپ کا مدفن اہل اسلام کا سب سے متبرک قبرستان یعنی جنت البقیع میں ہے۔

حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کے رگ و پے میں تعظیم مصطفیٰ ہی موجزن تھی۔ آپ نے اسی تعظیم کی بناء پر تا حیات مدینہ طیبہ میں کبھی کسی سواری پر سوار ہو کر سفر نہیں کیا۔ یہی عمل سعید آپ کا پیرانہ سالی میں بھی رہا حالانکہ آپ کافی ضعیف ہو چکے تھے امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت امام مالک علیہ الرحمتہ اللہ کے

marfat.com

اصطبل میں خراساں کے بہترین گھوڑے اور مصر کے اعلیٰ ترین خچر تھے۔ میں نے آپ کے پاس جو خچر اور گھوڑے دیکھے وہ کہیں اور نہیں دیکھے تھے۔ ایک روز میں نے از راہ تعجب آپ سے کہا۔

''یہ جانور کیا بھلے لگتے ہیں''

آپ فرمانے لگے۔

''اے شافعی! یہ سب جانور میں نے آپ کو بطور ہدیہ پیش کئے ان کو قبول کیجئے''

میں نے عرض کیا

''کم از کم ایک گھوڑا ہی اپنی سواری کے لئے رکھ لیجئے''

آپ نے فرمایا

''مجھے اللہ تعالیٰ سے شرم آتی ہے کہ جس ارض مقدس میں جسم عنبرین رسالت مآب ﷺ استراحت فرما ہے اس زمین پر میں سوار ہو کر چلوں۔ میری نظر میں تو یہ گستاخی ہے''

تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں ہی آپ نے تاحیات قضائے حاجت کے لئے مدینہ طیبہ کے حرم محترم سے باہر تشریف لے جانے کو معمول بنائے رکھا البتہ شدید بیماری یا کسی زبردست مجبوری کی وجہ سے آپ بیت الخلاء استعمال فرمالیا کرتے تھے آپ تین دن کے بعد صرف ایک مرتبہ بیت الخلاء جایا کرتے تھے۔ اور آپ فرماتے تھے کہ ''بار بار جانے سے مجھے شرم آتی ہے''

ایک مرتبہ خلیفہ منصور مہدی نے تین ہزار طلائی اشرفیاں آپ کی خدمت میں ربیع کے ہاتھ جو کہ خاص مصاحب تھا روانہ کیں۔ ربیع آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یہ اشرفیاں قبول فرمایئے۔ آپ نے نذر قبول فرمائی تو اس نے عرض کیا کہ

marfat.com

"یا شیخ! خلیفہ مہدی کی یہ خواہش ہے کہ آپ ان کے پاس بغداد تشریف لے چلیں"

آپ نے فرمایا نبی کریم ﷺ کے شہر کو چھوڑ کر میں کہیں نہیں جا سکتا۔ کچھ دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ "بغداد جانے کی بات تو دوسری ہے مجھے اگر ایک دن بھی سرور کائنات کا روضہ اطہر نظر نہ آئے تو میرے قلب پر تو جیسے قیامت گزر جاتی ہے۔" ربیع نے کچھ اور منت سماجت کی تو آپ نے فرمایا کہ

"ربیع! تم امیر المومنین سے کہہ دینا کہ مالک مدینہ طیبہ کی خاک پاک کے ایک ذرہ کے عوض میں ساری دنیا کی دولت ٹھکرا دینے کا جذبہ رکھتا ہے۔"

حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

آپ فرماتے ہیں کہ محبت کا مقام، رتبہ ملاحت سے مناسبت رکھتا ہے اور مقام خلت مرتبہ صباحت سے جب میں محبوبیت صرف اور صرف حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حصہ ہے۔

محبت کے لوازمات جو کہ محبوب کی اطاعت اور محبوب کی مراد پر قائم رہنا اور اس کے اخلاق و اوصاف سے متخلق ہوتا ہے ظاہر ہوتا ہے اس وقت محبوب میں فنا حاصل ہوتی ہے کہ پھر اس پر بقا باللہ مرتب ہوتی ہے جو کہ ولایت کا ماحصل ہے۔

خلت سے بالاتر مقام محبت کا ہے۔ دوست اور محبوب اور ہے اور وہ اسرار معاملات جو محب و محبوب کے درمیان گزرتے ہیں یار و ندیم کو اس جگہ کیا دخل ہے۔ ہر چند انس و الفت کے وقت محبت کے مخفی اسرار کو خلیل جلیل القدر سے بھی بیان کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کو حب اور محبوب نہیں بنایا جا سکتا۔ محبوں کے حلقہ کے سردار حضرت کلیم اللہ علیہ السلام اور محبوبوں کی جماعت کے سردار حضرت رسول عربی ﷺ ہیں۔

حضور اکرم ﷺ کی کمال متابعت آپ ﷺ کے ساتھ کمال محبت کی فرع

marfat.com

ہے۔ان المحب لمن هواه مطیع یعنی محب اپنے محبوب کا پورا مطیع ہوتا ہے۔
آپ ﷺ سے کامل محبت کی علامت ونشانی آپ ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ کامل بغض وعداوت رکھنا ہے۔اس کے بغیر محبت ثابت نہیں ہوتی۔محبت میں سستی کی کوئی گنجائش نہیں۔محبّ محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔اس کی مخالفت کی تاب نہیں رکھتا۔اور محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح وآشتی نہیں کرسکتا۔دو محبتیں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔جمع ضدین کو محال ونا ممکن کیا گیا ہے۔ایک کے ساتھ محبت دوسرے کی عداوت کو ملتزم ہے۔

سرور دو عالم ﷺ محبوب رب العالمین ہیں تو آپ ﷺ کی متابعت کرنے والے بھی آپ ﷺ کی متابعت کے واسطے سے مرتبہ محبوبیت تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ محبّ اپنے محبوب کے شمائل وعادات جس جس میں پایا جاتا ہے اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے آنے کی بشارت اسم احمد ﷺ سے دی گئی اور اس اسم مبارک کو ذات اور جل شانہ کے ساتھ بہت تقرب ہے اور دوسرے اسم محمد ﷺ سے ایک منزل اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے زیادہ قریب ہے اور یہ اسم، اسم احمد سے ایک حلقہ میم سے جدا ہوا ہے کہ مبدا محبت ہے جو کہ ظہور واظہار کا سبب ہوا ہے۔

''میں رب تعالیٰ کو اس لئے دوست رکھتا ہوں کہ وہ محمد ﷺ کا رب ہے''

حضرت شیخ عمر نسائی موصلی رحمتہ اللہ علیہ

548ھ بمطابق 1153 میں ایک روز حجرہ پاک میں ایک دھماکہ ہوا۔ لیکن معلوم نہ ہو پایا کہ یہ دھماکہ کس وجہ سے ہوا۔ ہر ممکن طریقہ سے معلوم کرنے کی کوشش کی گئی کہ معلوم ہو جائے کہ یہ دھماکہ کیوں ہوا۔ جب کسی طرح بھی معلوم نہ ہو سکا تو امیر مدینہ طیبہ قاسم بن مھنا الحسینی نے صورت حال کی مکمل آگہی کی خاطر یہ طے

marfat.com

کیا کہ کسی صاحب کو حجرہ مبارک کے اندر اتارا جائے تا کہ اصل صورت حال سامنے آئے۔

اب تردد کی بات یہ تھی کہ ایسا کون سا متقی و پرہیز گار شخص ہو جو حجرہ مبارک کے اندر جائے اور اس خدمت کو سرانجام دے۔ آخر سب کی نظر حضرت شیخ المشائخ امام العارفین عمر نسائی موصلی پر ٹھہری۔ آپ دراصل موصلی کے باشندے تھے مگر ایک عرصہ سے آپ کا قیام مدینہ طیبہ میں ہی تھا۔ امیر مدینہ نے جب آپ کو بلوا کر اس خدمت کے متعلق بتلایا تو آپ نے چند یوم کی مہلت مانگی۔

امیر مدینہ کے پاس سے واپس آ کر آپ نے متواتر چند روزے رکھے اور ہر وقت خود کو یاد الٰہی میں مصروف کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے امیر مدینہ سے فرمایا کہ اب میں ہر طرح سے حاضر ہوں۔ چنانچہ آپ کو مضبوط رسوں کے ذریعہ مسجد کی چھت سے حجرہ شریف میں اتارا گیا۔

حجرہ شریف کے اندر اترتے وقت آپ ایک شمع بھی لے گئے تھے۔ آپ نے اس شمع کی روشنی میں دیکھا کہ حجرہ مبارک کی چھت اور دیوار کا کچھ حصہ قبر مبارک پر گرا ہوا تھا۔ اب آپ نے اس مٹی کو اٹھایا اور ایک طرف رکھتے گئے۔ اس کے بعد آپ نے وہاں پر کئی روز تک اپنی ریش مبارک سے صفائی کی۔ یہاں تک کہ وہاں پر مٹی کا نام تک نہ رہا۔ اس خدمت جلیلہ اور عظیم الشان سعادت کے حصول کے بعد آپ مکہ المکرمہ تشریف لے گئے اور ۵۵۶ھ میں واصل بحق ہو گئے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے متعلق اپنا حال کچھ یوں بیان فرماتے ہیں۔

marfat.com

''میں سولہ برس تک جمال محمدی ﷺ اور اتباع جمال ملت احمدی ﷺ کے لئے اپنے نفس پر سختیاں کرتا رہا۔ میں نے نفس امارہ کو اس مجاہدہ کے طفیل اس طرح کر دیا جس طرح لوہے کی آتشیں بھٹی میں پارہ ہوتا ہے۔ میں ریاضت کی آگ میں تپتا تھا اس طرح میں نے روحانیت کی شمشیر ذوالفقار تیار کی جس سے ماسوااللہ کے تمام رشتے کاٹ کر رکھ دیئے۔

کچھ عرصہ کے بعد مجھے افسوس ہوا کہ میں بارگاہ نبوی ﷺ میں پہنچا ہوں۔ مجھے ایک آواز سنائی دی کہ اے بسطامی! افسوس تم ابھی تک خام ہو تم ابھی تک مقام امید وبیم میں کھڑے ہو۔ تم ابھی تک بزم مرتبہ عالیہ محمد ﷺ تک پہنچنے کے لائق نہیں ہو۔

میں ابھی اس آواز کو سن ہی رہا تھا کہ میرے سامنے ایک بحر بیکراں دکھائی دیا۔ اس کی موجوں سے آتشین شعلے بھڑک رہے تھے۔ وہ ایک لمحہ میں ہزاروں جہانوں کو خاکستر بنا دیتے تھے۔ میں یہ نظارہ دیکھتے ہی دم بخود ہو گیا۔ میری جان پر حیرت طاری ہو گئی۔ میرے دل پر ایک الہام وارد ہوا کہ جب تک اس سمندر سے نہ گزرو گے سرکار دو عالم ﷺ کے دربار عالیہ تک رسائی حاصل نہ کر سکو گے۔ چنانچہ متواتر کئی برس کی محنت و ریاضت کے بعد بہ فضل ایزدی آپ نے اس سمندر کو عبور کر لیا اور منزل مراد پائی۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ جب فریضہ حج کی ادائیگی کے لئے گئے تھے تو آپ مدینہ طیبہ نہیں گئے۔ مریدین نے جب وجہ دریافت کی تو آپ نے فرمایا کہ۔

''یہ ادب نہیں ہے کہ زیارت مدینہ کو زیارت مکہ مکرمہ کے ماتحت رکھ دیا جائے''

لہٰذا آپ اگلے برس خراساں سے مدینہ طیبہ کی جانب حاضری کے لئے چلے۔ آپ نے روضہ رسول مقبول ﷺ پر حاضری دی۔ آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور قلب

marfat.com

وزبان پر درود شریف جاری تھا۔ یہی کیفیت کافی دیر تک رہی اسی دوران آپ پر اونگھ غالب آگئی۔ دیکھا تو سامنے رسول اللہ ﷺ جلوہ افروز ہیں اور ارشاد فرما رہے ہیں۔

''اے بایزید! اٹھو اور اپنی ماں کی خدمت جا کر انجام دو''

آقائے نامدار کے حکم کے مطابق آپ واپس وطن تشریف لے گئے اور والدہ محترمہ کی خدمت سرانجام دینے لگے۔

حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق یہ روایت بھی بہت مشہور ہے کہ آپ نے ساری زندگی کبھی خربوزہ نہیں کھایا تھا۔ جب لوگوں نے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ نے یہ فرمایا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ نے خربوزہ کس طرح کھایا تھا کہیں مجھ سے کوئی غلطی نہ ہو جائے۔

پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ

حضرت پیر سید جماعت علی شاہ لاثانی رحمتہ اللہ علیہ جب مناسک حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے تو آپ کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی حالت درجہ کمال کو پہنچی ہوئی تھی ابھی آپ کی سواری مدینہ منورہ سے بارہ میل دور ہی تھی کہ آپ سواری سے نیچے اتر آئے۔ اور پیدل ہی روضہ رسول مقبول ﷺ کی جانب چلے۔ گنبد خضراء آنکھوں کے سامنے تھا۔ آپ یک ٹک دیکھتے چلے گئے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہی رہے۔ اسی طرح آپ مسجد نبوی میں پہنچے۔

روایت ہے کہ ایک روز یوں ہوا کہ مدینہ طیبہ میں باب الاسلام کے قریب چند کتے بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی ناسمجھ نے ایک کتے کو زور سے لاٹھی ماردی۔ جس کی وجہ سے کتا لنگڑاتا ہوا اور چیختا چلاتا چلا جا رہا تھا۔ حضرت پیر جماعت علی لاثانی رحمتہ اللہ علیہ کو جب یہ ماجرا معلوم ہوا تو آپ نے اس کتے کو اپنے پاس بٹھالیا اور اس شخص سے

marfat.com

فرمایا ''اے ظالم! تم نے یہ بھی نہ دیکھا کہ یہ مدینہ منورہ کا کتا ہے''

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمتہ اللہ علیہ حب رسول مقبول ﷺ سے سرشار تھے۔ آپ نے تمام زندگی تمام امور میں اسوۂ رسول اللہ ﷺ کو ہی پیش نظر رکھا۔ اگر آپ کو کہیں خلاف سنت کوئی حرکت کسی سے بھی سرزد ہوتی دکھائی دیتی تو آپ فوراً اس کو سرزنش فرمادیا کرتے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے۔

''سنت رسول کریم ﷺ کے سوا ہرگز چھٹکارا نہیں۔ درحقیقت مسلمان ہی وہی ہے جو محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع کرتا ہے۔''

آپ جب بھی آنحضور ﷺ کا ذکر فرماتے تو آپ کا انداز ہ بہت والہانہ ہوتا۔ آپ اکثر فرماتے۔

''لوگو! میرے رسول اکرم ﷺ دیاں اچیاں شاناں''

حضرت سلطان العارفین سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ

حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اے محبت وعشق کے طلب گار! حب کی دو اقسام ہیں۔ ایک حب ایمان اور دوسری حب رسول کریم ﷺ ان کے علاوہ حب کی تمام اقسام انہی دو اقسام میں سے ہیں۔ لہٰذا محبت اختیار کرنا فرض ہے۔ یہی فقر کی راہ ہے فرقان حمید میں سورہ کہف پڑھی تو حقیقت روز روشن کی طرح منکشف ہو جاتی ہے۔ کہ اصحاب کہف کا کتا فقرا کی محبت کے سبب ہی دوری سے حضوری میں پہنچا اور آدمی کا مرتبہ پایا۔ اس لیے تمہاری حیثیت کسی بھی نوع محبت الٰہی میں کتے سے کم نہیں ہونی چاہیے وگرنہ انسانیت کے مقام سے گر جاؤ گے۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ، یہ اللہ والے لوگ ہیں اور رب کریم اور اس

marfat.com

کے محبوب ﷺ کو حاضر جانتے ہیں۔ ان کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور جو شخص چاہے کہ اللہ ذوالجلال اور رسول عربی ﷺ کو خوش کرنا ہے تو لازم ہے کہ وہ توحید و محبت میں مشغول ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ساتھ اخلاص تھے۔ دنیا کو ترک کر دے کیونکہ جو شخص دنیا سے رغبت رکھتا ہے وہ محبت الٰہی میں کذاب ہے اور شریعت محمد یہ ﷺ میں اطاعت کرنے میں بھی۔ دوستو! محبت الٰہی بمنزلہ چراغ ہے اور جو کوئی اللہ تعالیٰ کا اسم پاک ایک بار محبت سے بستا ہے تو ستر برس تک اس کے دل میں روشنی رہتی ہے اور جب محشر برپا ہوگا تو اٹھارہ ہزار مخلوق میں سے اہل معرفت سے اہل محبت کا درجہ سے بڑھ کر ہوگا۔

ایک مجلس میں ارشاد فرمایا۔؛ اے عشق عشق پکارنے والو! کبھی غور کیا ہے کہ عشق کیا ہے۔ اگر کبھی اس پر تعمق نہیں کیا تو سنو۔ عشق محبت الٰہی کا مغز اور معرفت الٰہیہ کا خلاصہ ہے عشق ہی سے دائمی معراج ،شرف دیدار حضور ﷺ حاصل ہوتے ہیں۔ عشق وہ آگ ہے جو سوائے محبوب کے سب کو مٹا دیتی ہے اور بجز اللہ تبارک تعالیٰ کے اور کچھ یاد نہیں رہتا۔ کسی مرد عارف نے کیا خوب کہا ہے

در عشق او پروانہ ام۔ از جان خود بیگانہ ام

یعنی میں تو اس کے عشق میں کھویا ہوا ہوں اور اپنی جان سے بیگانہ ہوں یہ عشق حقیقی ہے۔

ایک جگہ آپ فرماتے ہین کہ جب شریعت محمد یہ ﷺ پر عمل پیرا ہو کر انسان قلب کو زندہ کرلیتا ہے تو فنافی الرسول ﷺ کا مرتبہ پاتا ہے اس کا مقام حضوری ہوتا ہے۔ لہذا جس کو آنحضور ﷺ کی دائمی حضوری حاصل ہوتی ہے تو کلمہ طیبہ کو وہاں جا کر پڑھتا ہے جہاں رسول عربی ﷺ کے نور مقدس کے انوار کی جلوہ گری کا جشن کو ہوتا ہے اور وہ اپنے آقا مولا ﷺ پر جان نثار کر دیتا ہے۔

marfat.com

رسالت مآب ﷺ کا ارشاد عالیہ ہے۔

اللہ تبارک تعالیٰ تمہاری صورتوں اور اعمال کونہیں دیکھتا بلکہ تمہاری نیتوں کو دیکھتا ہےاور مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے۔،

یہ مراتب اس شخص کے ہیں جو مخبر صادق ﷺ کا عاشق مقرب حق، معشوق الٰہی، اللہ تعالیٰ کا منظور نظر، حضور علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضراور نور مطلق کی توحید میں غرق ہو۔اس وقت عبادت کا ترک کرنا ہی نیکی ہے۔ کیونکہ اس وقت ہنگام عبادت معرفت الہیہ سے باز رکھتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ

عشاق رسول کریم ﷺ میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک خاص مرتبہ و مقام حاصل ہے۔آپ کے نعتیہ اشعار حب رسول کریم ﷺ کی محبت اور آپ کی زیارت کی تڑپ سے لبریز ہیں ۔آپ سرتاپا عشق رسول کریم ﷺ میں رنگے ہوئے تھے۔رفتہ رفتہ یہ حال ہوگیا کہ تاب جدائی نہ رہی اور ہر وقت روضہ رسول مقبول ﷺ کی زیارت کی تمنا رہنے لگی۔ایک ایک پل سرکار دو عالم ﷺ کی یاد میں بسر ہونے لگا۔درد وفراق میں ڈوبے ہوئے چند اشعار ملاحظہ کیجئے۔

تنم فرسودہ جاں پارہ، ز ہجراں یارسول اللہ
دلم ہر درد آوارہ، ز عصیاں یارسول اللہ

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ آپ کے ہجر کے غم میں میرا تن ناکارہ ہوگیا اور میری جان ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔میرا دل گناہوں کے سبب غم واندوہ میں مبتلا ہو کر ناکارہ ہو گیا۔

چوسوئے من گزر آری، من مسکیں زنا داری
فدائے نقش نعلینت، کنم جاں یارسول اللہ

marfat.com

ترجمہ: یارسول اللہ ﷺ اگر میرا مقدر یاوری کرے اور آپ مجھ نادار اور مسکین کی طرف تشریف لائیں تو میرے پاس آپ کے لائق کوئی چیز نہیں کہ پیش کرسکوں مگر آپ کے نعلین مبارک کے نشان پر اپنی جان نثار کردوں گا۔

زجام حب تو مستم، بہ زنجیر تو پابستم
نمی گویم کہ من ہستم، سخن داں یارسول اللہ

ترجمہ: میں آپ ﷺ کی محبت کی شراب کے جام سے مست ہو اور آپ کی غلامی کی زنجیر میرے پیروں میں ہے۔ یارسول اللہ ﷺ میں یہ نہیں کہتا کہ میں بہت بڑا سخن داں ہوں۔

اس آخری شعر میں حضرت مولانا جامی علیہ الرحمتہ نے تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں اپنی انکساری کا یوں اظہار فرمایا کہ میں تو آقا و مولا ﷺ کی محبت میں مست ہوں اور میرے پیروں میں آپ کی غلامی کی زنجیر ہے۔ اور میں یہ تو نہیں کہتا کہ میں ہت بڑا سخن دان ہوں بلکہ میں نے تو صرف حق غلامی ادا کرنے کی کوشش کی ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمتہ اللہ علیہ کے تعظیم مصطفیٰ ﷺ سے سرشار چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

نسیما جانب بطحا گزر کن
زاحوالم محمد را خبر کن
توئی سلطان عالم یا محمد
زروئے لطف سوئے من نظر کن
مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش
خدا ایں کرم بار دگر کن،

marfat.com

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا شمار نبی کریم ﷺ کے عشاق صادقین میں ہوتا ہے آپ خود خیال فرمایئے کہ کیا یہ اعزاز کسی کے لئے کم ہے۔ کہ ان کا شمار عاشقان محمد رسول اللہ ﷺ میں کیا جائے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کا شمار ان علماء ربانی میں ہوتا ہے جو آسمان معرفت پر آفتاب ہدایت بن چمکے۔ جس طرح آپ بے شمار علوم وفنون میں باکمال تھے۔ اسی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر آپ نعت گوئی میں یکتائے زمانہ تھے۔ بلکہ ہیں۔ آپ کے نعتیہ اشعار میں ایک سچے عاشق رسول اور عشق رسول اور تعظیم رسول ﷺ کے نورانی اور ایمانی جلوے نظر آتے ہیں۔

آپ کا کلام جب کوئی نعت خواں پڑھتا ہے تو ایک طرف تو طرب انگیزی طاری ہو جاتی ہے۔ تو دوسری طرف سامعین خود کو دربار رسالت میں محسوس کرنے لگتے ہیں۔ کیونکہ اعلیٰ حضرت کا کلام تعظیم مصطفیٰ ﷺ، آپ کے عشق وادب، فصاحت و بلاغت، لطافت ونفاست سے مرصع ہے۔ آپ چونکہ شان رسول کریم ﷺ سے بخوبی واقف تھے۔ اس لئے آپ نے نعت گوئی کا پورا حق ادا فرما دیا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ اردو زبان میں آپ کے مقابلے کا نعتیہ کلام آج تک دنیا میں پیش نہیں کیا جا سکا۔ آپ کی شاعری کسی استاد کی مرہون منت نہ تھی بلکہ اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ یہ واردات قلبی تھی۔

اعلیٰ حضرت کے کلام میں خلاف شرع تو بہت دور کی بات ہے، خلاف ادب بھی کوئی بات نہیں پائی جاتی۔ بات اگر ادب کی ہو تو جو ادب اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ اعلیٰ حضرت کی ذات اقدس میں نظر آتا ہے۔ وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ علیہ کے متعلق ایک روایت اکثر مستند حوالوں سے سامنے آتی ہے۔ کہ جب آپ کو

marfat.com

معلوم ہوتا کہ کوئی صاحب حج یا عمرہ کی سعادت حاصل کر کے واپس تشریف لائے ہیں تو آپ ان صاحب کو اپنی چارپائی پر ہی بڑے ادب سے بٹھا لیتے۔ اور اس سے دریافت کرتے۔

''کیا آپ نے روضہ رسول کریم ﷺ پر بھی حاضری دی ہے''

اگر وہ صاحب کہتے کہ جی ہاں ہم نے یہ سعادت حاصل کی ہے تو آپ آگے بڑھ کر اس کے پیروں کو چوم لیا کرتے تھے۔ بھلا کون ہوگا جو یہ چاہے گا کہ اعلیٰ حضرت جیسی مقدس ہستی اس کے پاؤں چومے مگر اس وقت مجبور ہوتے تھے کیوں کہ یہی پیرومرشد کا حکم ہوتا تھا۔ اور اگر کوئی صاحب یہ کہتے کہ نہیں ہم یہ سعادت حاصل نہیں کر پائے تو آپ اس سے منہ پھیر لیا کرتے تھے۔

اعلیٰ حضرت اکثر و بیشتر فرمایا کرتے تھے کہ

''اگر میرے دل کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں تو اللہ کی قسم ایک پر لکھا ہوگا لا الہ الا اللہ اور دوسرے پر محمد رسول اللہ لکھا ہوگا''

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ ایک عظیم الشان عاشق رسول تھے۔ آپ ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں دل بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

جب اعلیٰ حضرت کو روضہ رسول کریم ﷺ کی جدائی تڑپاتی تو آپ بے اختیار ہو جاتے اسی کیفیت کی غمازی اس شعر میں کیا خوب ہوئی ہے۔

جان و دل، ہوش و خرد، سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا، سارا تو سامان گیا

تعظیم مصطفیٰ اور ادب مصطفیٰ ﷺ سے لبریز چند اشعار ملاحظہ فرمایئے۔

marfat.com

ہائے غافل وہ کیا جگہ ہے جہاں پانچ جاتے ہیں چار پھرتے ہیں
کوئی کیوں پوچھے تیری بات رضا تجھ سے کتے ہزار پھرتے ہیں
ان کے حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں گھر کرلیا
خوب ہے سمع خراشی سگ طیبہ کی ورنہ کیا یاد نہیں نالہ و فغان ہم کو
تیرے ٹکڑوں پہ پلیں غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال جھڑکیاں کھائیں کہاں، چھوڑ کے صدقہ تیرا
سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول لب پھول دہن پھول، ذقن پھول، پھول بدن پھول
دندان ولب و زلف و رخ شاہ کے فدائی ہیں در عدن، لعل یمن، مشک ختن پھول
اللہ رے تیرے چشم منور کی تابشیں اے جان جاں میں جان تجلا کہوں تجھے
خورشید تھا کس زور پہ کیا بڑھ کے چمکا تھا قمر بے پردہ جب وہ رخ ہوا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں
جس کے تلوؤں کا دھون ہے آب حیات ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی
تاج والے دیکھ کر عمامہ نور کا سر جھکاتے ہیں الٰہی بول بالا نور کا
پشت پر ڈھلکا سر انور سے سملہ نور کا دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا
میل سے کس درجہ ستھرا ہے وہ پتلا نور کا ہے گلے میں آج تک کورا ہی کرتا نور کا
چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں کیا ہی چلتا تھا اشاروں پہ کھلونا نور کا
آنے دو یا ڈبو دو اب تو تمہاری جانب کشتی تمہی پہ چھوڑی لنگر اٹھا دیئے ہیں
کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے حبیب کا میرا دین پارہ ناں نہیں
بد ہیں تو آپ کے ہیں بھلے ہیں تو آپ کے ٹکڑوں سے تو یہاں کے پلے رخ کدھر کریں
سرکار ہم کمینوں کے اطوار پر نہ جائیں آقا، حضور اپنے کرم پر نظر کریں
سرکار ہم گنواروں میں طرز ادب کہاں ہم کو تو بس تمیز یہی بھیک بھر کی ہے
حسن یوسف پہ کٹیں مصر میں انگشت زناں سر کٹاتے ہیں تیرے نام پہ مرداں عرب

marfat.com

اے عشق ترے صدقے جلنے سے چھٹے سستے | جو آگ بجھا دے گی وہ آگ لگائی ہے
طیبہ نہ سہی افضل ، مکہ ہی بڑا زاہد | ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے
اے رضا خود صاحب قرآن ہے مداح حضور | تجھ سے کب ممکن ہے پھر مدحت رسول اللہ کی
فرش والے تیری شوکت کا علو کیا جانیں | خسروا عرش پر اڑتا ہے پھریرا تیرا
میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب | یعنی محبوب و محبّ میں نہیں تیرا میرا
خلق سے اولیاء ، اولیاء سے رسل | اور رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی
ہے انہی کے دم سے باغ عالم میں بہار | وہ نہ تھے عالم نہ تھا اگر وہ نہ ہوں عالم نہیں
میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا | دریا بہا دیئے ہیں در بے بہا دیئے ہیں
کرے مصطفیٰ کی باتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں | کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی ارے ہاں نہیں آرہا
سرور کہوں کہ مالک و مولیٰ کہوں تجھے | باغ خلیل کا گل زیبا کہوں تجھے
میں نثار تیرے کلام پہ ملی یوں تو کسی کو زبان نہیں | وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیان نہیں

اعلیٰ حضرت کی تعظیم مصطفیٰ ﷺ کو اور عشق مصطفیٰ ﷺ کو آپ کے بدترین دشمن بھی تسلیم کرتے تھے۔ جس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب مولانا اشرف علی تھانوی کو معلوم ہوا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا تو انہوں نے اپنے عقیدت مندوں کو فاتحہ اور دعائے مغفرت کا حکم دیا۔ عقیدت مندوں نے جب یہ کہا کہ حضرت مولانا احمد رضا خان نے تو آپ پر کفر کا فتویٰ لگا رکھا ہے تو مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا:

"دوستو مولانا احمد رضا خان صاحب نے اس بات کو گستاخی رسول خیال کیا جو میں نے کہا۔ وہ عشق مصطفیٰ ﷺ کے اس مقام پر تھے کہ اگر ہمیں کافر قرار نہ دیتے تو خود کافر ہو جاتے"

marfat.com

حضرت پیر سید محمد مہر علی شاہ گولڑوی رحمتہ اللہ علیہ

محمد رسول اللہ ﷺ کے عشاق مطہرین میں سیدنا پیر مہر علی شاہ صاحب کا نام ایک نمایاں مقام رکھتا ہے۔ آپ کی عقیدت، محبت اور وارفتگی جو آپ کو نبی مکرم ﷺ سے تھی وہ میرے قلم کی استطاعت سے قطعاً باہر ہے آپ ایک قابل فخر عالم دین اور معروف پیر طریقت تھے۔ نبی کریم ﷺ سے محبت کرنے والا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں ہوگا جو آپ کے نام مبارک سے آشنا نہ ہو اور جو اسی وجہ سے آپ کے ساتھ قلبی عقیدت نہ رکھتا ہو۔

''مہر منیر'' صفحہ ۱۱۶ پر تحریر ہے کہ ''۱۳۰۷ھ میں ایک روز اچانک حجاز مقدس کے سفر پر روانہ ہو گئے مولانا محبوب عالم فرماتے تھے کہ لاہور کے ایک صاحب ہدایت اللہ نے نبی کریم کی شان میں کچھ شوقیہ اور فراقیہ اشعار شائع کئے تھے۔ جو حضرت کی نظر سے گزرے آپ پر رقت طاری ہوگئی۔ اچانک اٹھ کر ریلوے اسٹیشن کی طرف چلے گئے اور مجھے کہلا بھیجا۔ کہ میرے وظائف اور لوازمات سفر اسٹیشن پر پہنچا دو۔ جب میں سب ضروری چیزیں لے کر پہنچا تو آپ نے لاہور کا ٹکٹ لیا اور مجھ سے فرمایا کہ سفر طویل ہے شام تک کسی سے ذکر نہ کرنا۔ گاڑی چلی تو میں بے اختیار رو دیا۔ گھر میں کسی کو خبر نہ تھی اور نہ کسی درویش یا طالب علم کو ہی پتہ چلا کہ آپ سفر پر جا رہے ہیں چند روز بعد آپ کا خط موصول ہوا کہ بیت اللہ شریف اور مدینہ شریف کا قصداً ہے۔ لاہور پہنچ کر اپنے دیرینہ عقیدت مند اور پیر بھائی حافظ دین محمد سے فرمایا کہ حج کا ارادہ ہے۔

انہوں نے اسی روز اپنی اہلیہ کے زیورات رہن رکھے اور ہمرکابی کا شرف حاصل کیا۔ بمبئی سے جہاز پر سوار ہوئے جو کراچی اور کامران ہوتا ہوا جدہ پہنچا۔ بمبئی

marfat.com

میں ایک پراسرار شخصیت سے چند روز ملاقات رہی۔ وہ آپ کی روانگی اور جہاز میں سوار ہونے کے لئے اس وقت بمبئی میں ہی رہ گئے تھے۔ مگر جب جہاز کراچی پہنچا تو پہلے ہی بندرگاہ پر موجود تھے۔ حافظ دین محمد نے ازراہ تعجب سے اس متعلق دریافت کیا تو آپ نے اس قسم کے سوالات پوچھنے سے منع فرمادیا۔''

حضرت پیر صاحب کی عقیدت اور محبت کا ایک واقعہ بہت ہی نمایاں ہے۔ یہ واقعہ اس قدر اہمیت رکھتا ہے کہ آپ نے خود اس کو قلمبند فرمایا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں کہ (ترجمہ از فارسی۔)

''چنانچہ مدینہ عالیہ کے سفر میں بمقام وادی حمراڈاکوؤں کے حملہ کی پریشانی کی وجہ سے مجبوراً عشاء کی سنتیں مجھ سے رہ گئیں۔ مخلصی فی اللہ مولوی محمد نیاز، مدرسہ صولتیہ میں شغل تعلیم و تدریس چھوڑ کر حسن ظن کی بناء پر بغرض خدمت اس مقدس سفر میں میرے ہمسفر تھے۔ ان رفقاء کی معیت میں میں قافلہ (کے ایک طرف سو گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سرور عالم ﷺ سیاہ عربی جبہ زیب تن فرمائے تشریف لا کر اپنے جمال با کمال سے مجھے نئی زندگی عطا فرماتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوا کہ میں ایک مسجد میں بحالت مراقبہ دوزانو بیٹھا ہوا ہوں۔ آنحضور ﷺ نے قریب تشریف لا کر ارشاد فرمایا کہ آل رسول کو سنت ترک نہیں کرنا چاہیے۔ میں نے اس حالت میں آنجناب ﷺ کی ہر دو پنڈلیوں کو جو ریشم سے بھی زیادہ لطیف تھیں اپنے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑ کر نالہ و فغان کرتے ہوئے الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا شروع کیا اور عالم مدہوشی میں روتے ہوئے عرض کی حضور کون ہیں۔ جواب میں یہی ارشاد ہوا کہ آل رسول کو سنت ترک نہیں کرنا چاہیے۔ تین بار یہی سوال و جواب ہوتے رہے۔ تیسری بار میرے دل میں ڈالا گیا کہ جب آقائے نامدار ندائے یا رسول اللہ کہنے سے منع نہیں فرمارہے تو ظاہر ہے کہ خود آنحضرت ﷺ ہیں۔ اگر کوئی اور بزرگ ہوتے اس کلمہ سے

marfat.com

ضرور منع فرماتے۔ اس حسن و جمال با کمال کے متعلق کیا کہوں۔ اس ذوق و مستی و فیضان کرم کے بیان سے زبان عاجز ہے۔ اور تحریر لنگ۔ البتہ بادہ خواران عشق و محبت کے حلق میں ان ابیات سے ایک جرعہ اور اس ناقہ مشک سے ایک نغمہ ڈالنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

عاشق شوریدہ ام یا عشق یا جانا ام　　من ندانم بادہ ام یاد جادہ را پیمانہ ام
اصطلاع شوق بسیار است و من دیوانہ ام　　مبتلائے حیرتم جاں گوئمت یا جان جاں
در نہاد شمع آتش مے زند ہر وانہ ام　　شوق موسیٰ در ظہور آور نار طور را
چشم او را سرمہ ام یا زلف او را شانہ ام　　با جمال ذاتیش حسن دگر در کار شد

غافل از خود ماند از صورت چو پر آئینہ
تا شر ابشنا ختم جاناں ز خود بیگانہ ام

پیر صاحب کی تحریر اور ابیات یقیناً اس مبارک ساعت اور سعادت عظمیٰ کی کیفیات سے کسی قدر نقاب کشائی کرتے ہیں اور واضح ہوتا ہے کہ آپ وصال کے مراتب علیہ اور فنا و بقا کے مقامات جلیلہ سے مشرف ہو چکے ہیں، جو اہل اللہ کا انتہائے مقصود ہے۔ آپ پر وارد ہونے والی ان کیفیات کا انعکاس آپ کی اس مشہور پنجابی نعت شریف میں بھی کسی حد تک پایا جاتا ہے۔ جو آپ درج بالا سطور میں ملاحظہ فرما چکے ہیں نعت شریف ملاحظہ فرمائیے۔

کیوں دلڑی اداس گھنیری اے　　اج سک متراں دی ودھیری اے
اج نیناں لایاں کیوں جھڑیاں　　لوں لوں وچ شوق چنگیری اے
متھے چمکے لاٹ نورانی اے　　مکھ چند بدر شعشانی اے
مخمور اکھیں ہن مدھریاں　　کالی زلف تے اکھ مستانی ہے
جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن　　دو ابر قوس مثالی دسن

marfat.com

میاں سرخ اکھاں کہ لعل یمن چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں
ایس صورت نوں میں جان آکھاں جان آکھاں کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی میں شان آکھاں جس شان توں شاناں سب بنیاں
ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اس مورت تھیں وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں
ایہاں صورت شالا پیش نظر رہے وقت نزع تے روز حشر
وچ قبر تے پل تھیں جد سے ہوسی گزر سب کھوٹیاں تد کھریاں

وادی حمرا کے مقدس واقع کا ذکر کچھ اس انداز میں آپ اسی نعت کے ان اشعار میں فرماتے ہیں۔

لاہو مکھ توں مخطط برد یمن من بھانوری جھلک دکھاؤ سجن
اوہاں مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن جو حمرا وادی سن کڑیاں
حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن نوری جھات دے کارن سارے سکن
دو جگ اکھیاں راہ فرش کرن سب انس و ملک حوراں پریاں
انہاں سکدیاں تے کرلاندیاں تے لکھ واری صدقے جاندیاں تے
انہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے شالا آون وت وی اوہ گھڑیاں

سبحان اللہ ما اجملک ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

وادی حمرا کے واقعہ کو ایک اور نعت شریف میں کچھ اس وارفتگی سے بیان فرماتے ہیں۔ چند اشعار ملاحظہ فرمائیے۔

دل لگڑا بے پرواہاں نال جتھے دم مارن دی نہیں مجال صلی علیہ ذوالجلال
کراں یاد میں سوہنی جھات نوں اس سفر عرب والی رات نوں

marfat.com

اس حمرا دی وادی دی گھاٹ نوں یا لیتنی یوم الوصال
دل لگڑا ہے پر واہاں نال
سارا دن گزاراں بھوندیاں گھت پلڑا مکھ سے روندیار
ہنجواں نال مکھڑا دھوندیاں ساری دین سولاں تے آہاں نال
دل لگڑا بے پرواہاں نال
مہر علی توں کون بچارا نپٹ لاشے تے اوگن ہار
سر تے چاکے عیباں دا بھارا لاویں ہر یت توں شاہاں نال
دل لگڑا بے ہر واہاں نال
مہر علی کیوں پھریں اداسی اج کل سوہنیا آگل لاسی
سو سن خوشیاں تے غم جاسی ملساں عیاں کر کر باہاں نال
دل لڑا بے پرواہاں نال۔ جتھے دم مارنا وی نہیں مجال صلی اللہ علیہ ذوالجلال

حضرت سید پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ مدینہ طیبہ کی جدائی اور حضور نبی کریم ﷺ کے ہجر میں ایک اور جگہ حضرت جامی رحمتہ اللہ علیہ کی یوسف زلیخا کی طرز میں فرماتے ہیں۔

نسیما قاصدانہ ویس لائیں لو جے اللہ ماہی دے دیس جائیں
ادب لیتی دیویں بوسہ زمین نوں تے اکھیں اس طرح اس نازنیں نوں
مدت ہوئی نہ ملیا یار پیارا کریں منزل کرے سوہنا اتارا
نہانواں کول، اکھاں بولی وے ڈھول ترے بولن اتوں عالم کرایا گھول
کے ہوسی چانوازیں گولڑوی نوں زیادہ نہ کریں گل تھوڑی نوں
وچھوڑا ناں کسے دے پیش آوے کسے دا یار نا پر دیس جاوے
کریں پر دیسیاں نوں یاد کرناں غریب الوطن دا دل شاد کرناں

marfat.com

کوئی ہوئے سیو کشی مہاناں　اساں سر پہ تجن دے دیس جاناں
ہوواں میں سگ مدینے دی گلی دا　ایہو رتبہ ہے ہر کامل ولی دا
دلا سمجھا توں اکھیاں روندیاں نوں　جگر دا خون بھر بھر کھوندیاں نوں
رہی سمجھائے آون باز ناہیں
روون دھوون تے دن راز ناہیں

حضرت داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ

قدوۃ السالکین، حجتہ الکاملین، سلطان العارفین سلطان طریقت حضرت علی بن عثمان المعروف داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ مادرزاد ولی کامل تھے۔ آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے دین کی خدمت کے لئے اوائل عمر سے ہی چن لیا تھا۔ اور آپ کی تربیت کے لئے اپنے وقت کے نامور اور مقبول ترین بندوں کو مقرر فرما دیا تھا۔ آپ کا مزار اقدس بندگان الٰہی کے لئے سکون کی جگہ ہے۔ فقیر بھی آپ کے آستانہ عالیہ سے مرادیں حاصل کر چکا ہے۔ اور کرتا رہے گا۔ میرے وارثوں میں حضور داتا گنج بخش بھی ہیں۔ چنانچہ اگر میں کبھی افتاد زمانہ کا شکار ہوتا ہوں تو آپ کے در اقدس پر حاضر ہو کر بس یہی عرض کرتا ہوں کہ سرکار! کیا میں لاوارث ہو گیا ہوں۔ بس پھر مجھے دوبارہ کوئی مسئلہ بیان کرنے کی حاجت نہیں ہوتی۔ مجھ جیسے کئی دیوانے وہاں جا کر یہی کہا کرتے تھے۔

گنج بخشی ہے تیری مشہور، ہم پہ کر کرم
کر کرم، کروا کرم دونوں جہاں میں رکھ شرم

یقینی بات ہے کہ اس در سے کرم کے طلب گاروں کو کبھی مایوسی نہیں ہوئی۔ وہ کرم بھی کرتے ہیں اور اللہ کریم سے کرم کرواتے بھی ہیں۔ لاہور شہر آپ کے دم قدم کے صدقہ ہی میں مصائب سے بچا ہوا ہے۔ ایسے ایسے خوفناک زلزلے آئے مگر تاریخ

marfat.com

گواہ ہے کہ کبھی بھی کوئی عمارت گرنا تو دور کی بات کبھی کوئی شیشہ تک نہیں ٹوٹا۔ یہ میرے داتا علی ہجویری کے قدموں ہی کے طفیل ہے۔ اور کیوں نہ ہو آپ نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ ہیں آپ نے دین مصطفیٰ ﷺ کے لئے پوری زندگی وقف کر دی۔ پھر بھلا آپ کی بات کیوں بارگاہ الٰہی میں منظور نہ ہو۔

روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک خواب بیان فرمایا جو کہ آپ کو شام کے سفر کے دوران پیش آیا تھا۔ آپ فرماتے ہیں کہ ''میں ایک مرتبہ ملک شام میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ مؤذن رسول کریم ﷺ کے مزار اقدس پر حاضر تھا آپ کے روضہ انور کے سرہانے میں سو گیا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ مکرمہ میں ہوں اور حضور نبی کریم ﷺ باب بنی شیبہ سے اندر تشریف لا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ایک ضعیف شخص کو اپنی گود مبارک میں اٹھایا ہوا ہے جس طرح کہ ایک بچے کو شفقت سے گود میں لیا جاتا ہے۔ میں تیزی سے آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کے پائے اقدس و مطہر کو بوسہ دیا۔ مجھے اس بات پر بڑی حیرانی ہو رہی تھی کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ جن کو آنحضرت ﷺ نے اپنی گود مبارک میں اٹھایا ہوا ہے۔ میرے خیالات سے آنحضور ﷺ آگاہ ہو گئے اور ارشاد فرمایا کہ ''یہ شخص تمہارا اور تمہارے ملک والوں کا امام یعنی ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہے'' اس خواب سے مجھے اپنے آپ سے اور اپنے وطن سے مالوں سے بڑی امیدیں قائم ہو گئیں۔ اور پھر مجھ پر اس خواب سے یہ راز بھی منکشف ہوا کہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا شمار اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں میں ہوتا ہے۔ جو اپنی ذاتی اور طبعی اوصاف سے فانی ہو چکے ہیں۔ اور صرف شریعت مطہرہ کے احکام کے لئے باقی و قائم رہیں۔ اس لئے کہ ان کے حامل اور ہادی اور راہبر خود نبی کریم ﷺ ہیں اور ان کو چلتے ہوئے دیکھتا تو میں یہ سمجھتا کہ وہ باقی الصفت ہیں اور جو باقی الصفت ہوتا ہے اجتہادی امور میں بلا

marfat.com

رادہ غلطی کرنے والا ہوتا ہے یا درستی اور بھلائی پانے والا۔

چونکہ ان کو اٹھا کر لے جانے والے خود سرکار دو عالم ﷺ ہیں اس لئے وہ اپنی ذاتی صفات سے فانی اور آنحضرت ﷺ کی صفات کاملہ سے باقی ہیں۔ جب نبی کریم ﷺ سے کسی خطا کا ہونا ممکن ہی نہیں تو حب رسول اللہ ﷺ میں خود کو فنا کر چکا ہے اس سے بھی خطا کا سرزد ہونا ممکن نہیں۔''

سرکار دو عالم ﷺ کی تعظیم وادب کا ہی نتیجہ تھا کہ علی بن عثمان کو اللہ پاک نے تا قیامت حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ بنا دیا ہے۔ آج ہر خاص و عام آپ کو داتا گنج بخش کے نام سے جانتا ہے۔ جب کہ بہت کم لوگ آپ کے اصلی نام یعنی علی بن عثمان سے واقف ہیں۔

حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ

پیران پیر، محبوب ربانی، قطب صمدانی، غوث الاعظم حضرت محی الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی برگزیدہ ہستی ہیں۔ جنہوں نے فرمایا کہ میرا یہ قدم تمام ولیوں کی گردنوں پر ہے۔ اور آپ کے ارشاد کو تمام اولیاء کرام نے قبول کیا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے آپ کا یہ ارشاد دور دراز کے پہاڑی علاقے میں سنا جہاں آپ ان دنوں عبادت و ریاضت میں مشغول تھے۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے عرض کیا کہ یا شیخ بلکہ آپ کا یہ قدم میری آنکھوں اور سر پر۔

آپ ایسی ہستی تھے کہ تا حیات کبھی خلاف شرع امور کو برداشت نہ کیا اور اپنے عقیدت مندوں کو ہمیشہ پابندی شرع کی تلقین فرماتے رہے۔ روایت ہے کہ حضرت شیخ ابوبکر بن حمامی رحمۃ اللہ علیہ صاحب کشف و کرامات ولی اللہ تھے۔ آپ شریعت کے معاملہ میں کبھی کبھار کوتاہی کر جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یوں ہوا کہ

marfat.com

حضرت غوث اعظم جب جامع مسجد صافہ میں تشریف لائے تو حضرت حمامی بھی وہاں تشریف رکھتے تھے۔

حضرت غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ان کو دیکھ کر قریب بلایا اور ان کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا کہ ابوبکر کے تمام احوال سلب کر لئے جائیں۔ اسی کے ساتھ ہی ان سے تمام معاملات منقطع ہو گئے۔ اس کے بعد وہ بغداد شریف سے دور کہیں چلے گئے۔ ان کے چند عقیدت مند بھی ان کے ساتھ چلے گئے۔ اس کے ساتھ ہی یہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ اگر ان کو مجبور کر کے بغداد لانے کے لئے کہا جاتا اور وہ بغداد میں آنے کے لئے بغداد کی حدود میں داخل ہونا چاہتے تو اوندھے منہ گر پڑتے۔

یعنی صرف اور صرف شریعت پر کوتاہی پر اتنی کڑی سزا دی جا رہی تھی۔ اس کے بعد حضرت حمامی کو ولایت واپس مل گئی۔ مگر ایک طویل عرصہ کے بعد مگر حضرت غوث پاکؒ کے اس عمل سے لوگوں میں تعظیم مصطفیٰ ﷺ کا جذبہ پیدا ہو گیا۔

تعظیم مصطفیٰ ﷺ کے سلسلے میں ایک روایت بہت مشہور ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ وعظ کے لئے تشریف فرما رہے تھے۔ حسب معمول اس وقت مجمع میں کثیر تعداد حاضرین بھی موجود تھے۔ حضرت علی ہیتی رحمتہ اللہ علیہ بھی حاضرین میں موجود تھے۔ ابھی سرکار غوث پاک نے وعظ کا آغاز نہیں کیا تھا کہ حضرت علی ہیتی کو نیند آ گئی۔ حضرت غوث پاک رحمتہ اللہ علیہ نے اچانک ان کی طرف توجہ فرمائی اور حاضرین کو اشارے سے خاموش رہنے کا حکم دیا۔ حاضرین نے یہ خیال کیا کہ شاید آپ وعظ کا آغاز فرمانے لگے ہیں۔ چنانچہ ہر طرف خاموشی چھا گئی۔

اب آپ نے منبر سے قدم شریف نیچے اتارے اور حضرت علی ہیتی رحمتہ اللہ علیہ کے بالکل سامنے مودبانہ انداز میں کھڑے ہو گئے۔ آپ کی نگاہیں ان کے

marfat.com

چہرے پر تھیں۔ حاضرین نے اس وقت بہ لحاظ ادب کھڑے ہونا چاہا تو آپ نے منع فرمادیا مگر حاضرین مجلس کی حیرانگی دیدنی تھی۔

کچھ دیر کے بعد حضرت علی ہیتی رحمتہ اللہ علیہ جب بیدار ہوئے تو آپ کو اپنے سامنے کھڑے دیکھ کر ایک دم اٹھ کھڑے ہوئے اور عرض کیا یا شیخ آپ کیوں کھڑے ہیں۔ کیا مجھ سے کوئی گستاخی ہوگئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ''کیا تم نے حضور اکرم ﷺ کا خواب میں دیدار کیا ہے۔ انہوں نے جواب میں عرض کیا کہ جی ہاں مجھے یہ سعادت حاصل ہوئی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

''میں سرکار دو عالم ﷺ کی آمد پر ادب و احترام سے کھڑا تھا۔ اور یہ بتاؤ کہ آنحضرت ﷺ نے تمہیں کوئی نصیحت بھی فرمائی ہے''۔

حضرت علی ہیتیؒ نے عرض کیا کہ ''حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے اس بات کی ہدایت فرمائی ہے کہ میں شیخ عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت عالیہ میں حاضر رہا کروں۔''

یہ سن کر آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اے علی! جو تمہیں حالت خواب میں دکھائی دیئے ہیں انہیں میں نے حالت بیداری میں دیکھا ہے۔''

جی ہاں یہی وہ تعظیم رسول مقبول ﷺ تھی کہ ایک یتیم نو عمر بچہ جو بغداد میں حصول تعلیم کے لئے ناشناسا لوگوں میں بے یار و مددگار آیا تھا۔ وہی بچہ اپنی اس قوم کا اور آنے والی نسلوں کا راہبر قرار دیا گیا۔ جس کے قدموں کی چاپ اس کی آمد کے وقت سنائی نہیں دی تھی۔ اسی کا قدم تمام اولیائے کرام نے فخریہ اپنی گردنوں پر محسوس کیا۔ عشق مصطفیٰ ﷺ کوئی معمولی بات نہیں بلکہ فقیر تو یہ کہتا ہے کہ یہ ہر کس و ناکس کو ہو بھی نہیں سکتا۔ اور جو مقدس لوگ جب رسول کریم ﷺ میں خود کو غرق کر لیتے ہیں۔ تا قیامت ان کا نام ادب و احترام سے ہی لیا جاتا ہے۔ شریعت پر عمل پیرا ہونا بھی تو عشق مصطفیٰ ﷺ اور تعظیم رسول کریم ﷺ ہی ہے۔ ہم شریعت کو اسی لئے تو اپناتے

marfat.com

ہیں کہ یہ رسول کریم ﷺ کی شریعت ہے۔ اور حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے تو بچپن سے ہی تعظیم رسول کریم ﷺ سیکھ لی تھی اسی لئے تو آپ نے ڈاکوؤں کے سامنے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ آپ کی والدہ صاحبہ نے ان کو بتلا دیا تھا کہ آنحضرت ﷺ کا حکم ہے کہ جھوٹ نہیں بولنا۔

سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ

فاتح بیت المقدس سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کا نام کسی کے لئے بھی محتاج تعارف نہیں کسی کے لئے بھی اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ اس مرد مجاہد کو تو عیسائی بھی اچھی طرح جانتے ہیں۔ کیونکہ اس عظیم الشان فرزند اسلام نے عیسائیوں کو ناکوں چنے چبوائے تھے۔ سلطان صلاح الدین رسول کریم ﷺ کا سچا عاشق تھا۔ اس کی ساری زندگی جہاد میں اور دین مصطفیٰ ﷺ کی خدمت کرتے ہوئے گزری۔ مگر ایک واقعہ ایسا بھی تاریخ نے اپنے اوراق میں محفوظ کرلیا ہے کہ اس میں سلطان کی تعظیم رسول کریم ﷺ صاف دکھائی دیتی ہے

ہوا یوں کہ شیطان صفت ریجی نالڈ نے جزیرہ نما عرب پر اس مقصد کے لئے لشکر کشی کی کہ وہ کامیاب ہو کر مدینہ منورہ میں سرکار دو عالم ﷺ کے روضہ اطہر کو معاذ اللہ نقصان پہنچائے اور مکہ مکرمہ کو بھی نقصان پہنچائے۔ لیکن مجاہدین اسلام نے اس کے مذموم مقاصد کو بری طرح ملیامیٹ کر دیا اس شکست فاش کے بعد بھی یہ ملعون تو ہین رسالت سے باز نہ آیا۔

لین پول لکھتا ہے کہ ریجی نالڈ نے مسلمانوں کے ایک کارواں کو لوٹ لیا اور اس کارواں کے تمام لوگ قید کر لئے یہ 1179ء کا واقعہ ہے اس قسم کا ایک اور واقعہ 1183ء میں بھی پیش آیا۔ جب اس نے مسلمانوں کے ایک قافلے کو لوٹ لیا اور

marfat.com

عورتوں اور مردوں کو قید کر لیا۔ لیکن اس کی بدبختی اس وقت عروج پر پہنچ گئی۔ جب 1186ء میں اس نے ایک قافلے کو لوٹا اور اس کے تمام اراکین کو گرفتار کر لیا۔ جب اسیران نے اس سے رہائی کی بات چیت کی تو اس نے ملعون ابن ملعون بڑے گستاخانہ انداز میں کہا کہ

''تم لوگ محمد ﷺ پر ایمان رکھتے ہو۔ ان سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ آ کر تم لوگوں کو چھڑوالیں''

اس گفتگو کی تفصیل جب مرد مجاہد سلطان صلاح الدین ایوبی کو ملی تو اس برگزیدہ مجاہد اسلام نے قسم کھائی کہ اس ملعون کو اپنے ہاتھوں سے واصل جہنم کرے گا۔ سلطان نے فرمایا۔

''ان شاء اللہ! اس سیاہ باطن کو میں اپنے ہاتھوں سے قتل کروں گا''

پھر وہ وقت بھی آ گیا جس کی قسم سلطان نے تعظیم مصطفیٰ ﷺ اور عشق رسول مقبول ﷺ میں کھائی تھی۔ صلیبی جنگوں کا سب سے بڑا معرکہ پیش آیا اور اس معرکہ میں مسلمانوں نے بفضل تعالیٰ عیسائیوں کو عبرت ناک شکست سے دوچار کیا۔ اس جنگ میں ملعون ریجی نالڈ کو گرفتار کر کے سلطان کے پاس لایا گیا۔ جب اس کو اس کے ساتھیوں کے ہمراہ سلطان کے پاس لایا گیا تو اس کو اپنی دریدہ دہنی کا احساس ہوا۔ اور اس کو سلطان کی وہ قسم بھی یاد آئی جو اس نے اس ملعون کے قتل کے لئے کھائی تھی۔

سلطان معظم نے اپنے سرکردہ سرداروں سے فرمایا کہ صرف اس ملعون کو یہیں رہنے دو اور باقی تمام عیسائیوں کو تم لے جا کر قتل کر دو۔ اس گستاخ کا سر قلم میں خود کروں گا۔ مسلمان سرداروں کو اپنے عظیم جرنیل کی قسم یاد تھی وہ ان قیدیوں کو لے کر چلے گئے۔

marfat.com

اب سلطان نے اس ملعون کو اس کی چیدہ چیدہ بد اعمالیاں اور زبان درازیاں بتلائیں۔ اور آقا نامدار ﷺ کی تعریف وتوصیف بیان فرمائی۔ اور یہ فرماتے ہوئے کہ میں اپنے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ سے مدد چاہتا ہوں۔ اس ملعون کا وجود اس زمین سے نابود کر دیا۔ اور اپنا نام تا قیامت عاشقان رسول اللہ ﷺ میں شامل کر لیا۔ اسی تعظیم مصطفیٰ ﷺ کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کی فتح کا سہرا سلطان صلاح الدین ایوبی کے سر باندھا۔

marfat.com

تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں شہادت پانے والے اور غازی

غازی علم الدین شہید رحمتہ اللہ علیہ

عشاق محمد رسول اللہ ﷺ میں غازی علم الدین شہید کا بہت بلند مرتبہ ہے۔ یہ عاشق صادق نہ تو کوئی عالم دین تھا اور نہ ہی کوئی سپہ سالار تھا۔ مگر عاشقان نبی کریم ﷺ میں اس عاشق صادق کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔

غازی علم الدین شہید ایک نوعمر لڑکے کا نام ہے جو اندرون موچی دروازہ لاہور کا رہائشی تھا۔ یہ اس گھرانے سے تعلق رکھتا تھا کہ جس میں مکمل طور پر مذہبی ماحول نہ تھا۔ بلکہ ایک مزدور خاندان تھا۔ ایک روز موچی دروازے کے باہر تاریخی باغ میں ناموس رسالت کے سلسلہ میں جلسہ ہو رہا تھا۔ علم الدین نے جو یہ سنا کہ ایک ملعون ہندو نے سرکار دو عالم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخانہ کتاب لکھی ہے اور اس کو شائع کرنے والا اس کے شہر لاہور میں موجود ہے۔ تو اس نے یہ مصمم ارادہ کر لیا کہ اس ملعون کو صفحہ ہستی سے مٹا کر دم لے گا۔

جب علم الدین اس ملعون کے بارے میں معلومات حاصل کر رہا تھا تو اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس ملعون ہندو کو قتل کرنے کی پہلے بھی ایک دو کوششیں ہو چکی ہیں مگر کامیابی کسی کو حاصل نہیں ہوئی مزدور پیشہ علم الدین نے کسی نہ کسی طرح ایک چھری حاصل کی اور اس کو خوب اچھی طرح تیز کر کے انارکلی بازار کی طرف چل دیا جہاں اس ملعون پبلشر کی دکان تھی۔ اس سے پہلے علم الدین نے راجپال کی پہچان کر لی تھی۔ کیونکہ اس سے قبل راجپال ملعون پر جو قاتلانہ حملہ ہوا تھا وہ اسی لئے ناکام ہو گیا تھا کیونکہ غازی عبدالعزیز اس کو پہچانتا نہ تھا۔ چنانچہ علم الدین نے خوب اچھی طرح تسلی کر لی۔ کہ راجپال ملعون کون ہے۔

marfat.com

علم الدین حب رسول اللہ کریم ﷺ میں سرشار اس ملعون کی دکان کی جانب بڑھ رہا تھا۔ انارکلی بازار کی رونق اپنے عروج پر تھی کسی کے یہ وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ ابھی کچھ ہی دیر کے بعد ہندوؤں کے اس بازار میں ایک مشہور ومعروف دولت مند ہندو ایک غریب لکڑ ہارے۔ مگر حب رسول کی دولت سے مالا مال نوجوان کے ہاتھوں جہنم واصل ہونے والا ہے۔

علم الدین نے اب دکان کے اندر قدم رکھے۔ ملعون راجپال نے دیکھا کہ ایک نوعمر لڑکا دوکان میں داخل ہوکر اسی کی طرف بڑھ رہا ہے۔ ملعون راجپال نے دیکھا کہ اس نوعمر لڑکے کی ابھی مسیں بھی نہیں بھیگی تھی۔ دبلے پتلے نوعمر لڑکے سے بھلا کیوں ڈرنے لگا۔ اس نے اس لڑکے کو ایک طالب علم سے زیادہ اہمیت نہ دی۔ اور اطمینان سے کرسی پر بیٹھا رہا۔ علم الدین بڑے اطمینان سے اس کی طرف بڑھا۔ مگر اس نے غضبناک ہوکر اس پر چھری سے حملہ کر دیا۔

ملعون راجپال نے کرسی سے اٹھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی دوران دوکان میں موجود گاہکوں نے باہر کی جانب دوڑ لگا دی۔ علم الدین نے اس ملعون کو چھریوں کے متعدد وار کر کے شدید زخمی کر دیا اور جونہی وہ زمین پر گرا وہ دکان سے باہر آ گیا انارکلی بازار کی نکڑ پر اس نے چھری دھوئی مگر اچانک اس کو یہ خیال آیا کہ کہیں وہ ملعون زندہ نہ بچ جائے یہ سوچتے ہوئے وہ چھری لہراتا ہوا راجپال کی دکان کی طرف دوڑا۔ راجپال ملعون کی دکان پر اکٹھا ہونے والا ہجوم کائی کی طرح پھٹ گیا۔ اب ایک مرتبہ پھر علم الدین دکان میں داخل ہوا اور یہ اطمینان کر لیا کہ ملعون راجپال جہنم واصل ہو چکا ہے۔

اب علم الدین صرف علم الدین ہی نہ رہا تھا بلکہ اس عمل کی بدولت وہ غازی کا رتبہ حاصل کر چکا ہے۔ اس نے دکان کے باہر کھڑے ہوکر پولیس کا انتظار کیا۔

marfat.com

پولیس آئی تو اس نے بڑے سکون سے پولیس کو چھری دی اور خود کو بھی ان کے حوالے کر دیا۔ اس عاشق رسول مقبول نے فرار ہونے کی ذرہ برابر کوشش نہ کی۔

پورے شہر لاہور میں اس واقعہ کی دھوم مچ گئی۔ یہ کوئی معمولی قتل تو نہ تھا۔ ہندوؤں کی پوری برادری حرکت میں آ گئی۔ اور جلد ہی مقدمہ عدالت میں پہنچ گیا۔ مسلمانوں نے اس مقدمہ کے سلسلہ میں جب کوئی بڑا وکیل کرنا چاہا تو ایک ہی نام معتبر ٹھہرا وہ نام تھا بیرسٹر محمد علی جناح کا۔ بمبئی میں ان سے رابطہ کیا گیا۔ مقدمہ کی نوعیت بتائی گئی۔ انہوں نے اس مقدمہ کی پیروی کرنے کی حامی بھر لی مگر فیس دس ہزار روپے طلب کی۔ حسب معمول اس مقدمہ کی پیروی شہر کا غریب طبقہ ہی کر رہا تھا۔ چنانچہ ان لوگوں نے چندہ اکٹھا کرنے کا فیصلہ کیا۔ تاریخ گواہ ہے کہ موچی دروازہ کے گیٹ سے لیکر لال کھوہ تک ہی چندہ اکٹھا کرنے والے گئے تھے کہ دس ہزار روپے جیسی خطیر رقم اکٹھی ہوگئی۔

عورتوں نے اس عاشق رسول مقبول کے لئے اپنے زیورات اور مردوں نے اپنی کمائی تک دے دی۔ مقدمہ شروع ہوا۔ وکلاء نے اس نوعمر غازی کو مشورہ دیا کہ چونکہ کسی نے بھی اس مقدمہ میں گواہی نہیں دی۔ لہٰذا تم اس قتل سے انکار کر دو۔ مگر اس نوجوان نے حب رسالت مآب ﷺ کو اپنی زندگی پر ترجیح دی۔ وکلاء کو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ مگر بھری عدالت میں کمشنر کے سامنے اس نے دلیری کے ساتھ اقبال کر لیا کہ اس نے ہی اس ملعون راجپال کو اپنے آقا و مولا کی شان اقدس میں گستاخی کرنے کے جرم میں موت کی نیند سلا دیا ہے۔ اور اگر ہزار جانیں بھی ہوتیں تو وہ ناموس رسالت پر قربان کر دیتا۔

نامی گرامی وکلاء بھلا اب کیا کر سکتے تھے۔ انہوں نے مقدمہ کیا لڑنا تھا علم الدین نے تو جرح کرنے کی تمام راہیں مسدود کر دی تھیں تمام حالات اب یہ مقدمہ

marfat.com

بالکل سیدھا قتل کا کیس بن گیا۔ عدالت نے اس مقدمے کا فیصلہ سنا دیا اور غازی علم الدین کو پھانسی کی سزا سنائی۔ شہر لاہور میں اس خبر کے ساتھ ہی اداسی چھا گئی۔ لوگوں کا جوش و خروش دیدنی تھا۔ اہل لاہور نے تو اس عاشق صادق کو بچانے کی کوشش کی تھی مگر جس نے اپنی جان ناموس رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قربان کرنے کا ارادہ کر لیا تھا اس کو اپنا ہمنوا نہ بنا سکے۔

روایت ہے کہ غازی علم الدین کو جس کوٹھری میں پھانسی سے قبل رکھا گیا تھا اس کو وہاں آقائے نامدار کی زیارت بھی ہوئی۔ فقیر کہتا ہے کہ اس ایک زیارت پر ہزار مرتبہ جانیں قربان کی جا سکتی ہیں۔ ایک جان کی تو اوقات ہی کچھ نہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمتہ اللہ فرماتے ہیں۔

کروں تیرے نام پہ جان فدا کہ بس ایک دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں دل بھرا، کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

وقت مقررہ پر غازی علم الدین شہید درود و سلام پڑھتا ہوا پھانسی گھاٹ پہنچا اور خود کو ناموس رسالت پر قربان کر کے شہید کا درجہ پایا۔ اب ایک عام مزدور علم الدین پورے ملک ہندوستان میں مشہور ہو گیا۔ کچھ عرصہ پہلے کا گمنام علم الدین پہلے تو غازی بنا اور پھر شہید بھی ہو گیا۔ یعنی اب وہ گمنام علم الدین غازی علم الدین کے نام سے پہچانے جانے لگا۔ اور لوگوں کی اس سے عقیدت و محبت کی واحد وجہ تعظیم رسول ﷺ اور عشق محمد رسول اللہ ﷺ تھی۔

آج بھی اگر غازی علم الدین شہید کا نام کہیں لیا جاتا ہے تو فوراً ذہن میں ایک عاشق صادق مصطفیٰ ﷺ کا چہرہ گھوم جاتا ہے۔ کہ تعظیم رسول کریم ﷺ میں اس ملعون راجپال کو جہنم کا واصل کیا۔ اور خود ایک بلند بلکہ بہت بلند مقام حاصل کیا۔ یعنی اس گمنام نوجوان کا نام حضرت مولانا جامی اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمتہ کے ساتھ ساتھ آنے لگا۔

marfat.com

غازی مرید حسین شہید رحمتہ اللہ علیہ

بہت کم لوگ اس نام سے واقف ہیں۔ جانثاران اسم محمد رسول اللہ ﷺ میں غازی مرید حسین کا نام بھی سنہری حروف میں لکھا جاتا ہے۔ آپ چکوال سے چار، پانچ میل دور چواسیدن شاہ جانے والی سڑک کے پہلو میں واقع معروف گاؤں ''بھلہ شریف میں پیدا ہوئے اور محض پانچ برسوں میں یعنی 1918ء میں یتیم ہو گئے۔ مڈل آپ نے امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ اور 1932ء میں میٹرک کے امتحان میں اول پوزیشن حاصل کی جب کہ پورے ضلع میں نمایاں پوزیشن حاصل کی۔ اس کے بعد آپ نے زمینداری اور نمبرداری کی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔

آپ کی پرورش خالصتاً اسلامی ماحول میں ہوئی تھی۔ چنانچہ آپ کی شخصیت کا حصہ بن چکی تھی۔ آپ ساری زندگی نماز باجماعت ادا کرتے رہے۔ جب آپ کی عمر سعید بیس برس کی ہوئی۔ 1935ء میں آپ کی شادی خانہ آبادی محترمہ امیر بانو سے ہوئی جن کا انتقال 1943ء میں ہوا۔ آپ اس کے بعد خاکسار تحریک میں علامہ مشرقی سے متاثر ہو کر شامل ہو گئے اس کے تھوڑے عرصہ سے آپ نے خواجہ چاچڑوی۔ حضرت پیر محمد عبدالعزیز صاحب چشتی المعروف بہ قلندر کریم سے بیعت ہوئے۔ آپ کے مرشد کا 1938ء میں انتقال ہوا۔

1936ء ایک روز غازی مرید حسین نے روزنامہ ''زمیندار'' میں ''بلول کا گدھا'' کے عنوان سے ایک المناک خبر پڑھی۔ سرخی کے بعد اس کی تفصیل تھی جس کو پڑھ کر رگوں میں بجائے خون کی بجلیاں دوڑنے لگیں۔ غازی مرید حسین نے یہ خبر اور چند بااعتماد دوستوں کو دکھائی اور مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ طے یہ ہوا کہ محمد عارف جو کہ ایک جولایا تھا اس کو اس ''بلول'' کے علاقے میں بھیجا جائے تاکہ وہ اس

marfat.com

وٹرنری ڈاکٹر کو جہنم واصل کرے جس نے شان محمد رسول اللہ ﷺ میں گستاخی کی تھی۔ یہ نوجوان ''ہلول'' میں پولیس کے ہاتھوں گرفتار ہو گیا۔

محمد عارف گرفتار کیا ہوا ہندوؤں میں خوف و ہراس پھیل گیا۔ ملعون ڈاکٹر اپنی جان کو ہر لحظہ خطرے میں محسوس کرنے لگا۔ اس ڈاکٹر کی قریبی رشتہ داری چونکہ سر چھوٹو رام کے ساتھ تھی۔ چنانچہ اس نے بہت جلد اپنا تبادلہ ''ہلول'' سے ''نارنوند'' میں کروا لیا۔ یہ تبادلہ بھی تنہائی راز داری کے ساتھ عمل میں آیا۔ یہ خبیث ڈاکٹر جس کو اپنی جان کے لالے پڑ چکے تھے۔ ڈاکٹر رام گوپال تھا اور اس کا بیرونتھو رام سندھی تھی۔ اس جگہ یعنی نارنوند پہنچ کر رام گوپال اپنی طرف سے مطمئن ہو چکا تھا۔

دوسری طرف جب مرید حسین کو معلوم ہوا کہ ان کا مجاہد ساتھی پولیس کے ہتھے چڑھ چکا ہے تو انہوں نے سب سے پہلے تو اس کے مقدمے کو لڑنے کے لئے مناسب بندوبست کیا اس کے بعد غازی مرید حسین نے کسی کو بتلائے بغیر ہی ڈاکٹر رام گوپال کا قصہ صاف کرنے کا عہد کر لیا۔ جون 1936ء کے آخری عشرہ میں غازی مرید حسین نے اس مبارک سفر کی ابتدا کی۔ اور اہل خانہ سے یہ فرمایا کہ پیر صاحب سے ملنے جا رہا ہوں۔ اس سے آگے کی کہانی مرید حسین صاحب خود بیان فرماتے ہیں۔ ''یہ سفر شوق ،انکشاف ذات سے شروع ہوا اور عرفان ذات تک پہنچا۔ اس میں چاندنی کی سی ٹھنڈک ہے۔ اور سورج کی سی تپش تھی۔ لحہ لحہ سوز و نیاز سے معمور تھا۔ تو قدم قدم راز و نیاز سے آگاہ ماہ طیبہ کی کشش سے دل سمندر میں جوار بھاٹا کی اضطراری کیفیت پیدا ہو جانا یقینی ہوتا ہے اس کا نام ایمان ہے۔ اور حاصل ایمان بھی اسے کہتے ہیں۔''

آپ نے فرمایا۔

''میں یہ تہیہ کر چکا تھا کہ محبوب خدا ﷺ کے گستاخ دشمن کو جہنم رسید کر کے

marfat.com

واضح کر دوں گا کہ گو ہم میں قرون اولی کے مسلمانوں کی سی تڑپ موجود نہیں۔ تاہم اس قدر بے غیرت بھی نہیں ہیں۔ کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر بے حیا نہ و ناروا حملے کرنے والوں کو خاموش تماشائی کی حیثیت سے دیکھتے رہیں۔ اس عزم کے ساتھ میں حضرت قبلہ پیر صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ آپ خلاف معمول اٹھ کر ملے۔ معانقہ کیا اور ماتھے کو چومتے ہوئے۔ فرمایا۔ ''بیٹا! میں آپ کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ تین دن سے آپ نے مجھے بے قرار کر رکھا ہے۔ مبارک ہو، بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں آپ کو ایک نمایاں اعزاز کا مستحق ٹھہرایا گیا ہے۔

اس کے ساتھ ہی قلندر کریم کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ اور وارفتگی میں مجھے دوبارہ اپنے سینے سے بھینچ لیا۔ بڑی دیر تک تخلیے میں راز و نیاز کی باتیں ہوتی رہیں۔ میں حیران تھا کہ پورے تین دن سے مجھے بھی ذرا شکیب و قرار نہیں۔ آپ فرما رہے تھے۔ عزیز! مرید ناز کی ذات میں اس طرح فنا ہو چکا ہے کہ مجھے جو بھی دیکھ لے گا۔ اسے تمہارا دیدار ہو جائے گا۔ جاؤ! منزل تمہارے لئے مضطرب ہے اور آستانے تمہاری جبیں کو ترس رہے ہیں۔''

یہ ایک طویل داستان ہے قصہ مختصر بہت دشوار گزار سفر کرنے کے بعد آپ کو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر نارنوند میں سکونت پذیر ہے۔ چنانچہ چھ اگست 1936 کو آپ دہلی پہنچے اور وہاں سے نارنوند۔ سات اگست کو آپ نارنوند پہنچ کر ڈاکٹر کو تلاش کر رہے تھے۔ ڈاکٹر کو تلاش کرنا مشکل ثابت نہ ہوا کیونکہ وہاں ایک ہی ہسپتال تھا۔ آپ نماز جمعہ کی ادائیگی کے بعد ہسپتال آئے اور اس ڈاکٹر کو واصل جہنم کر دیا۔ اور خود کو پولیس کے حوالے کر دیا۔

ایک سال کے بعد سیشن کورٹ نے آپ کو پھانسی کی سزا سنائی اس کے بعد آپ کے لواحقین نے 1937ء کے ابتدائی مہینوں میں ہائی کورٹ میں کیس دائر کر

marfat.com

دیا۔ جس کی سماعت میاں عبدالرشید صاحب اور ایک انگریز جج کولڈ سٹریم نے کی۔ وہاں سے ایک مرتبہ پھر مقدمہ سیشن کورٹ میں بھیج دیا گیا۔ اوراس مرتبہ سیشن جج جگن ناتھ نے سماعت کی۔ مگر اس نے بھی پھانسی کی سزا بحال رکھی۔ اور ستمبر 1937 کو بعد از نماز فجر آپ کو پھانسی دی گئی۔ اس وقت آپ کی عمر سعید فقط بائیس برس تھی۔

غازی عبدالقیوم شہید رحمتہ اللہ علیہ

غازی عبدالقیوم کا شمار بھی سرفروشان محمد ﷺ میں ادب کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ دراصل یہ نوجوان ضلع ہزارہ سے تعلق رکھتا تھا۔ اور غازی صاحب بغرض ملازمت یا محنت مزدوری کے سلسلہ ہزارہ سے کراچی آ گئے۔ یہاں انہیں رزق حلال کے حصول کے لئے ایک گھوڑا گاڑی مل گئی چنانچہ آپ سارا دن گھوڑا گاڑی چلاتے جب کہ فجر اور عشاء کی نمازیں باجماعت ادا فرماتے۔

ایک روز نماز فجر کے بعد امام صاحب نے حاضرین مجلس کو بتلایا کہ ایک خبیث ہندو نتھو رام نے آقائے نامدار ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی ہے تو غازی صاحب تڑپ اٹھے۔ کیا پورے کراچی میں ایک ہی مسلمان تھا۔ نہیں مسلمانوں کی تو اکثریت تھی مگر یہ سعادت جس کو ملنا ہوتی ہے اس کو ملتی ہے۔ اور یہ سعادت کہ ناموس رسول کریم ﷺ پر نثار ہونا کسی کے مقدر میں تو نہیں ہوا کرتی۔ غازی صاحب نے اس وقت قسم کھائی کہ نتھو رام کو ضرور واصل جہنم کروں گا۔

آپ سوچ رہے ہوں گے کہ نتھو رام کون ہے۔ تو سنئے کہ یہ نتھو رام، آریہ سماجی ہندو تھا۔ اس ملعون ابن ملعون نے 1933ء میں ایک کتاب لکھی جس کا نام تھا ”ہسٹری آف اسلام“ اس کتاب میں رام چیلے نے اپنے خبث باطن کا مظاہرہ دین اسلام اور نبی کریم ﷺ کی ذات بابرکات پر توہین آمیز الفاظ استعمال کئے تھے اس کی

marfat.com

اس رکیک حرکت سے اہل اسلام میں شدید غم وغصہ کی لہر دوڑ گئی اور وہ اس لعین کو قتل کرنے کے لئے تلاش کرنے لگے۔

برطانوی حکومت نے دہری چال چلی اور اس لعین کو اپنی حفاظت میں لے لیا اور بظاہر اس کو قید کر کے ایک سال کی قید کی سزا سنائی۔ اس طرح اس کو انگریز سرکار نے بپھرے ہوئے مسلمانوں کے غیض وغضب سے بچالیا۔ جب انگریز سرکار نے دیکھا کہ قدرے پرسکون فضا قائم ہو چکی ہے تو اس نے 1934 میں اس کو ضمانت پر رہا کرنے کا فیصلہ کر لیا یہ خبر مسلمانوں کو ملی کہ اب یہ ہندو ملعون ضمانت پر رہا ہو رہا ہے۔

غازی عبدالقیوم کو بھی تو اس موقع کا انتظار تھا کہ وہ ملعون کسی طرح جیل سے باہر آئے۔ کیونکہ جیل میں تو اس کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچ سکتا تھا۔ جس وقت رام کا چیلہ اپنے وکیلوں اور گماشتوں کے ہمراہ عدالت کے کمرہ میں داخل ہو رہا تھا تو غازی عبدالقیوم نے کمال سرعت سے اس ملعون پر خنجر سے حملہ کر دیا۔

بجائے اس کے کہ اس کا کوئی ساتھی اس حملہ سے بچاتا سب لوگ ادھر ادھر ہو گئے۔ غازی صاحب نے اس کے پیٹ میں جس میں ساری زندگی حرام پہنچا تھا یکے بعد دیگرے کئی وار کئے اور پھر اطمینان سے اس کے سینے پر بیٹھ کر یہ سوچ کر اس کی شہ رگ کاٹ دی کہ کہیں یہ ملعون زندہ نہ بچ جائے۔ ساتھ ساتھ غازی صاحب اس ملعون پر فرد جرم بھی عائد کرتے جا رہے تھے۔ کہ تمہیں اس بات کی سزا مل رہی ہے کہ جو تم نے ہمارے آقا و مولا کی شان میں ہرزہ سرائی کی ہے۔

غازی صاحب نے کمرہ عدالت سے بھاگ جانے کی قطعاً ضرورت محسوس نہ کی اور پرسکون انداز میں گرفتاری دے دی۔ روایت ہے کہ جب انگریز جج نے غازی صاحب سے یہ سوال کیا کہ تمہیں بھری عدالت میں اس فعل کی جرات کیسے ہوئی۔

marfat.com

تو غازی صاحب نے کمرہ عدالت میں لگی ہوئی جارج پنجم کی تصویر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کیا تم اس کی توہین برداشت کر سکتے ہو۔

جج نے کہا۔

''نہیں! ہم ایسا نہیں کر سکتے کیونکہ یہ ہمارا بادشاہ ہے۔''

غازی صاحب نے اس موقع پر کہا

''تم اپنے بادشاہ کی توہین برداشت نہیں کر سکتے تو ہم اپنے دین و دنیا کے شہنشاہ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والے کو بھلا کیسے معاف کر سکتے ہیں۔

جج آپ کے اس جواب سے بہت متاثر ہوا۔ کیونکہ وہ ایک قابل انسان اور یہ جانتا تھا کہ مسلمانوں کو اپنے نبی سے کیسی محبت ہے۔ اس نے غازی صاحب سے دریافت کیا کہ آپ اگر چاہیں تو مقدمہ کی پیروی کے لئے وکیل مقرر کر لیں۔ مگر اس مرد قلندر نے کوئی وکیل کرنے سے معذرت کر لی۔

چنانچہ غازی عبدالقیوم کو پھانسی کی سزا سنا دی گئی۔ کیونکہ انہوں نے اقبال کر لیا تھا۔ مسلمانوں نے عدالت عالیہ سے بھی رجوع کیا مگر غازی صاحب کے اقبال بیان کی وجہ سے اس عدالت نے بھی سزا بحال رکھی۔ اور پھر یوں عبدالقیوم پہلے تو غازی بنا پھر شہید بھی ہو گیا۔

غازی عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ

عاشقان مصطفیٰ ﷺ میں ایک نام جناب غازی عبدالعزیز علیہ الرحمتہ کا بھی ہے آپ کا تعلق افغانستان سے تھا۔ افغانستان میں آپ تجارت کیا کرتے تھے جب آپ نے راجپال کے بارے میں سنا تو آپ ایک سچے عاشق رسول کریم ﷺ کی طرح بیتاب ہو گئے۔ آپ نے اپنا کاروبار اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر چھوڑا اور عازم ملک

marfat.com

ہندوستان ہوئے۔ آپ نے یہ معلوم کیا کہ راجپال کہاں ملے گا۔ تو آپ کو معلوم ہوا کہ یہ ملعون لاہور میں رہتا ہے۔ 19 اکتوبر 1927 کو آپ لاہور تشریف لائے۔ اب ایک نئی صورت حال سامنے تھی کہ آخر کیسے اس ملعون کو تلاش کیا جائے۔

غازی عبدالعزیز صاحب نے کسی نہ کسی طرح یہ معلوم کر ہی لیا کہ اس ملعون کا گھر کہاں ہے۔ چنانچہ آپ ڈھونڈتے ڈھونڈتے ہوئے اس کے گھر گئے۔ مگر معلوم کرنے پر پتہ یہ چلا کہ وہ ملعون تو اس وقت اپنی دکان واقع انارکلی میں ہے۔ اب ایک اور پریشانی، شکل سے شناسا نہ تھے۔ دوسری بات یہ بھی تھی کہ آپ کو اس کی دکان کا بھی علم نہ تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی پریشانی تھی کہ کہیں کوئی مخبری نہ کردے۔ کہ ایک اجنبی شخص اس کو تلاش کر رہا ہے۔

بحر حال غازی صاحب نے اس کی دکان کا بھی پتہ چلا ہی لیا۔ جب غازی عبدالعزیز صاحب اس کی دکان میں داخل ہوئے تو وہاں پر چند ایک اور بھی ہندو بیٹھے ہوئے تھے ان سب کی گفتگو اسلام اور نبی کریم ﷺ کے خلاف تھی۔ جن میں سوامی ستیانند۔ چونی لال اور نانک چند بھی موجود تھے۔ غازی صاحب نے ستیانند کو راجپال سمجھ کر چاقو سے حملہ کر دیا۔ جب کہ ملعون راجپال اس اثنا میں چھپ گیا۔

پولیس اس دوران آگئی اور غازی صاحب کو خون آلود چاقو کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا۔ فوری طور پر مقدمہ سی ایم بی اوکلوں کی عدالت میں لگا جو کہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ تھے۔ ابتدائی بیان میں ہی غازی صاحب نے یہ کہہ دیا کہ میں اس ملعون کو اس لئے قتل کرنا چاہتا تھا کیونکہ یہ رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کا مرتکب ہوا تھا۔ اور مجھے تو یہ افسوس ہے کہ میں نے راجپال سمجھ کر جس کو قتل کرنا چاہا وہ راجپال نہیں بلکہ سوامی ستیانند ہے۔ عدالت نے غازی عبدالعزیز صاحب کو ساتھ برس قید با مشقت کی سزا سنائی اور پانچ پانچ ہزار کے تین مچلکے داخل کرانے کا بھی حکم سنایا۔

marfat.com

غازی صاحب کو اس سزا سے بہت دکھ ہوا کیونکہ ان کا منصوبہ ہی ناکام ہو گیا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ قید سے رہائی کے بعد اس ملعون کا خاتمہ کر دیں گے۔ مگر ان کی قید کے دوران ہی غازی علم الدین ساکن لاہور نے اس ملعون کو واصل جہنم کر دیا۔

غازی عبداللہ شہید رحمتہ اللہ علیہ

عاشقان نبی کریم ﷺ میں جناب غازی عبداللہ شہید کا بھی بہت بلند مرتبہ ہے۔ آپ کا تعلق تاریخی شہر قصور سے تھا۔ آپ ایک دیندار گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک رات خواب میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ کو حکم دیا کہ "چنچل سنگھ کا منہ بند کرو"

غازی عبداللہ کو بھلا کیا معلوم تھا کہ یہ چنچل سنگھ کون ہے بحر حال آقائے دو جہاں کے حکم کے مطابق تیاریاں شروع کر دیں۔ معلوم کیا تو یہ پتہ چلا کہ چنچل سنگھ شیخو پورہ کے مضافات میں رہتا ہے۔ اور اس کا مشغلہ رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں گستاخیاں کرنا ہے۔ وہ اعلانیہ رسول کریم ﷺ کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی کیا کرتا تھا۔ چونکہ اس علاقہ میں سکھوں کی تعداد کافی تھی بلکہ اکثریت سکھوں کی ہی تھی چنانچہ مسلمانوں میں یعنی مقامی مسلمانوں کی اتنی ہمت نہ تھی کہ سکھوں سے مقابلہ بازی کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ بدبخت کھلے عام توہین کرتا پھرتا تھا۔ اور کمزور مظلوم مسلمان کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

1943ء میں جب غازی عبداللہ شیخوپورہ پہنچے اور چند مسلمانوں سے معلوم کیا تو انہوں نے آپ کو بتلایا کہ یہ ملعون تو آقائے نامدار کی شان میں بہت گستاخی کرتا ہے۔ غازی صاحب کو یہ سن کر بہت دکھ ہوا۔ ان کو لوگوں نے بتلایا کہ چنچل سنگھ کی رہائش جنڈیالہ شیر خان میں ہے جنڈیالہ شیر خان میں ہی پیر وارث شاہ کا مزار بھی

marfat.com

ہے۔ اس گاؤں میں بھی دیگر دیہاتوں کی طرح سکھوں کی اکثریت تھی۔ غازی صاحب تیزی کے ساتھ جنڈیالہ شیر خان پہنچے۔ اور ایک سکھ سے دریافت کیا کہ چنچل سنگھ کہاں ملے گا اس نے بتلایا کہ وہ تو اس وقت اپنے کنویں پر ہوگا۔

جب غازی صاحب بتلائے گئے کنویں پر پہنچے تو وہاں سکھوں کا مجمع لگا ہوا تھا اور ان کا موضوع گفتگو اسلام دشمنی ہی تھا۔ آپ ایک درخت کے نیچے کھڑے ہوکر ان کی گفتگو سننے میں مصروف ہو گئے۔ اسی دوران جب ایک سکھ نے چنچل سنگھ کو نام لے کر مخاطب کیا تو غازی صاحب اس کو پہچان گئے۔

غازی صاحب نے اب آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ مگر اس طرح کہ کسی کو بھی یہ گمان نہ ہو کہ آپ کس لئے آگے بڑھ رہے ہیں۔ وہاں زور شور سے باتیں ہو رہی تھیں کہ آپ نے بالکل اچانک اس ملعون پر خنجر کے وار کرنا شروع کر دیئے۔ یہ سب کچھ اس قدر سرعت کے ساتھ ہوا کہ وہاں پر موجود سکھوں کو ہلنے جلنے کا موقع بھی نہ ملا۔ جب ان سب کو ہوش آیا تو ملعون چنچل سنگھ کی شہ رگ کٹ چکی تھی۔ اور وہ مردہ حالت میں چارپائی پر پڑا ہوا تھا۔

اکا دکا مسلمان بھی وہاں اکٹھے ہو گئے۔ جس کی وجہ سے سکھوں نے آپ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچایا۔ پولیس جب تک وہاں آئی آپ نے شکرانے کے نوافل ادا کر رہے تھے۔ پولیس آپ کو گرفتار کر کے لے گئی۔ عدالت میں آپ نے فخریہ طور پر اعلان کیا کہ ہاں میں نے ہی اس ملعون کو قتل کیا ہے۔ اور کیوں نہ کرتا یہ میرے آقا و مولا کی شان اقدس میں بیہودہ گوئی کرتا تھا۔ معروف وکیل ملک انور نے مقدمہ کی پیروی کی مگر غازی صاحب کے اقبال بیان نے ان کو پیروی کرنے ہی نہ دی۔

اس کے بعد جلد ہی آپ کو جج نے سزائے موت سنادی آپ نے اس حکم کو سکون قلب کے ساتھ سنا۔ اور عدالت میں ہی شکر ادا کیا۔ آپ کو جلد ہی پھانسی دے

marfat.com

دی گئی۔اور یوں عاشقان محمد ﷺ میں ایک اور شہید کا اضافہ ہو گیا۔

غازی خدا بخش الو جہار حمتہ اللہ علیہ

راجپال ملعون کے ناپاک دجود کو اس دھرتی سے ختم کرنے کے لئے غازی خدا بخش الو جہا نے بھی ایک بھر پور کوشش کی تھی آپ کا تعلق شہر لاہور سے تھا۔لاہور میں آپ مشہور یکی گیٹ کے اندرونی علاقے میں رہتے تھے۔آپ کی دودھ دہی کی دکان تھی۔

غازی صاحب باقاعدگی سے ورزش کرتے اور مذہبی محافل میں اکثر شرکت کیا کرتے۔آپ کشمیری برادری سے تعلق رکھتے تھے۔اور خوش شکل وخوش گفتار تھے۔ آپ مضبوط قد وقامت کے مالک تھے۔ جب آپ کو راجپال کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ نے اس پاجی کو واصل جہنم کرنے کا مصمم ارادہ کرلیا۔

چونکہ راجپال کا تعلق بھی لاہور ہی سے تھا۔ چنانچہ آپ کو اس ملعون کو تلاش کرنے میں مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ 1927ء میں 29 ستمبر کے دن آپ نے علی الصبح اس لعین کو اس کی دکان پر ہی چاقو سے قتل کرنا چاہا۔مگر وہ مردود شدید زخمی ہونے کے باوجود زندہ بچ گیا۔

پولیس کے آنے سے قبل غازی خدا بخش یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ ملعون راجپال مر چکا ہے اسی لئے آپ نے پولیس کو یہ بیان دیا کہ میں نے اس کو قتل کر دیا ہے۔اور جب آپ کو یہ علم ہوا کہ وہ ملعون تو زندہ بچ گیا ہے تو آپ کو حد درجہ دکھ ہوا کہ وہ قتل کیوں نہیں ہوا۔

پولیس نے قاتلانہ حملہ کے جرم میں آپ کو جیل بھیج دیا اور جب راجپال عدالت میں پیش ہونے قابل ہوا تو یہ مقدمہ مسٹر سی ایم ای اوگلوی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی

marfat.com

عدالت میں سماعت کے لئے پیش ہوا۔ مگر چونکہ غازی صاحب کا اقبال بیان دے چکے تھے۔ چنانچہ فیصلہ یک طرفہ ہی رہا اور عدالت نے اس مقدمہ کا فوری فیصلہ سنایا۔ جس میں غازی صاحب کو پانچ پانچ ہزار کے تین مچلکے داخل کروانے کا حکم دیا اور انہیں سات برس قید بامشقت بھی سنائی گئی۔

غازی محمد صدیق شہید رحمتہ اللہ علیہ

عاشقان مصطفیٰ ﷺ میں ایک بلند مرتبہ پر فائز جناب غازی محمد صدیق شہید بھی ہیں۔ آپ کا تعلق فیروز پور ضلع قصور سے تھا۔ جناب محمد صدیق صاحب نے 1914ء میں دیندار گھرانے میں آنکھ کھولی۔ آپ کی تربیت خالصتاً اسلامی ماحول میں ہوئی۔ جب آپ کی عمر سعید بیس برس کی ہوئی تو آپ کو ایک رات خواب میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ

''محمد صدیق! قصور کے دریدہ دہن اور گستاخ پالا مل زرگر کا منہ بند کر دو''

کسی بھی مسلمان کے لئے آنحضرت ﷺ کی خواب میں زیارت ایک سعادت سے کم نہیں ہوتی۔ محمد صدیق صاحب کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ آپ نے اسی وقت بستر چھوڑا اور سجدہ شکر بجالائے آپ کو نماز پڑھتا، دیکھ کر آپ کی والدہ صاحب کو بڑا تعجب ہوا۔ انہوں دریافت کیا کہ۔

''محمد صدیق! ابھی تو فجر کا وقت نہیں ہوا۔ تم کیوں نماز پڑھ رہے ہو؟''

محمد صدیق نے بڑے ادب سے مگر والہانہ انداز میں کہا۔

''ماں جی! ابھی ابھی میرے خواب میں رسول کریم ﷺ تشریف لائے تھے''

آپ کی والدہ صاحبہ نے فوراً آپ کا منہ چوم لیا اور دریافت کیا کہ آپ نے کیا فرمایا ہے۔

marfat.com

محمد صدیق نے بتلایا کہ آنحضرت ﷺ نے حکم دیا ہے آپ کی والدہ صاحبہ چونکہ مذہبی خاتون تھیں اس لئے انہیں بخوبی علم تھا کہ رسول اکرم ﷺ کے حکم کو ماننا ایک مسلمان کے لئے کس قدر اہم ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ شہادت کے رتبہ سے بھی بخوبی واقف تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے پیارے بیٹے کی حوصلہ افزائی کی۔

صبح سویرے۔ محمد صدیق اپنی والدہ صاحبہ کی دعاؤں کو سمیٹ کر اس نیک کام کے لئے گھر سے نکل کھڑے ہوئے۔ کوئی ہتھیار تو آپ کو مل نہ سکا۔ مگر گھاس کاٹنے والی رمبی انہیں نظر آئی چنانچہ آپ نے اس رمبی کو خوب اچھی طرح تیز کرلیا۔ اب یہی ان کا ہتھیار تھا۔

آپ قصور میں علی الصبح پہنچ گئے پالا مل زرگر کو آپ نے پہلے بھی دیکھا ہوا تھا۔ اور اس کی دکان بھی آپ کی دیکھی بھالی تھی۔ چنانچہ آپ سیدھے اس کی دکان پر گئے مگر ابھی تک پالا مل اپنی دکان پر نہیں آیا تھا اور دکانیں بھی ابھی پوری طرح کھلی نہیں تھی۔ آپ اس کی دکان کے سامنے ہی بیٹھ گئے۔ جیسے کوئی گاہک ہوتا ہے جب پالا مل آیا تو اس نے یہی خیال کیا کہ دور دراز سے کوئی گاہک آیا ہے۔ چنانچہ وہ سیدھا اپنی دکان کی سمت ہی چلا آیا۔ بس پھر کیا تھا۔ غازی محمد صدیق نے آگے بڑھ کر اس کو اٹھا کو پٹخ دیا اور اس کے سینے پر سوار ہو کر رمبی کے مسلسل وار کر کے اس ملعون کو واصل جہنم کر دیا۔ اس کی چیخ و پکار سن کر خاصے لوگ جمع ہو گئے۔ مگر آپ کو ہاتھ لگانے کی جرات کسی کو نہ تھی۔ آپ نے اس مردود کی موت کا یقین ہونے پر قریبی مسجد میں جا کر شکرانے کے نفل ادا کئے اور اس کے بعد اسی مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر پولیس کا انتظار کرنے لگے۔

پالا مل زرگر کوئی غیر معروف شخص تو نہ تھا۔ پل بھر میں اس کے قتل کی خبر پورے قصور شہر میں پھیل گئی۔ ہندوؤں نے پالا مل کے گھر ڈیرے ڈال رکھے تھے جب کہ مسلمانوں نے غازی صاحب کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ آپ انہیں فخر سے بتا...

marfat.com

رہے تھے کہ میں نے ایک گستاخ کو جہنم واصل کیا ہے۔ مسلمان بھی فخر سے اس کا دیدار کر رہے تھے۔

تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ پولیس بھی آن پہنچی اور آپ کو مع یعنی آلہ قتل سمیت گرفتار کر کے ساتھ لے گئی۔ یہ مقدمہ سیشن کورٹ میں سماعت کے لئے پیش ہوا۔ مسلمانوں نے آپ کی پیروی کے لئے معروف وکلا میاں عبدالعزیز مالواڈہ اور نو مسلم بیرسٹر خالد صدیق گابا کی خدمات حاصل کیں۔ انہوں نے اپنی وکالت کا جادو کہاں چلانا تھا کیونکہ غازی محمد صدیق نے تو ابتدائی طور پر ہی اس قتل کا اقبال کر لیا تھا۔ چنانچہ آپ کے اقبال بیان کی بنا پر سیشن کورٹ نے آپ کو سزائے موت سنا دی۔

مسلمانوں نے اجتماعی طور پر آپ کا مقدمہ ہائی کورٹ میں دائر کر دیا اور کوششیں شروع کر دیں کہ آپ کو رہا کروایا جا سکے۔ مگر یہاں بھی آپ کا اقبالی بیان ہی آڑے آیا۔ آپ کو بیان بدلنے کے لئے بھی کہا گیا۔ مگر اس راہ کے مسافر ایسا تو نہیں کرتے۔

ہائی کورٹ نے سیشن کورٹ کی سزا کو بحال رکھا اور اس طرح چھ مارچ 1935ء کو اکیس برس کی عمر میں غازی محمد صدیق نے درجہ شہادت حاصل کر کے عاشقان مصطفیٰ ﷺ میں اپنا نام سنہری حروف میں لکھوا لیا۔

غازی زاہد حسین رحمتہ اللہ علیہ

غازی زاہد حسین صاحب عشاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں شامل ہیں ایسے عشاق میں آپ کا شمار ہوگا جو عشق مصطفیٰ اور تعظیم مصطفیٰ ﷺ میں اپنی جان و مال کو قطعاً کوئی وقعت نہیں دیتے۔ ان کے نزدیک وقتی مصلحت نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی۔

غازی زاہد حسین صاحب کا تعلق لاہور سے ہے۔

marfat.com

1961ء کی بات ہے ایک پادری سیموئیل نامی مغل پورہ ورکشاپ لاہور میں اپنے مذہب کی تبلیغ کر رہا تھا۔ اس دوران اس دریدہ دہن نے خبث باطن کا مظاہرہ کرتے ہوئے نبی مکرم ﷺ کی شان کریمی میں کچھ نامناسب الفاظ ادا کیئے۔ وہاں پرموبود مسلمانوں نے اس پر صدائے احتجاج بلند کیا۔

مگراس بد باطن پادری نے اپنی ہرزہ سرائی کو بند نہ کیا۔ کیونکہ اس کو وہاں پر موجود عیسائیوں کی اعانت حاصل تھی۔ مگراس ملعون کو شاید یہ بات یاد نہ رہی ہو کہ بدکردار سے بدکردار مسلمان بھی اپنے آقا و مولا کے خلاف ذرا سی بات بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ اور یہی ہوا۔ جب وہاں پر موجود زاہد حسین نے شدید غم وغصہ کی حالت میں اس بد بخت کے سر پر کاری ضرب لگائی جس کی وجہ سے اس کے سر سے خون بہنا شروع ہو گیا۔ فوری طور پر اسے ہسپتال لے جایا گیا مگر وہ جانبر نہ ہو سکا اور واصل جہنم ہو گیا۔

غازی زاہد حسین کو گرفتار کر لیا گیا۔ مگر اب فیصلہ کرنے والے عیسائی اور ہندو جج نہ تھے۔ بلکہ اب فیصلہ مسلمان جج نے کرنا تھا۔ مقدمہ چلا اور گواہوں نے ساری صورت حال واضح کر دی۔ جس کی وجہ سے غازی زاہد حسین کو اشتعال دلانے کا مجرم پادری سیموئیل کو ٹھہرایا گیا۔ عیسائیوں نے چوٹی کے وکیل کر رکھے تھے مگر ان کے پاس مسلمان وکلاء کے دلائل کا کوئی جواب نہ تھا۔ غازی صاحب کو اشتعال انگیزی کی بناء پر صرف جرمانہ ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ عیسائیوں نے اس فیصلہ کے خلاف ہائیکورٹ میں اپیل کی مگر خارج کر دی گئی

غازی زاہد حسین عشق محمد رسول اللہ ﷺ جاری تھا اور جاری رہے گا۔ یہ واقعہ بھی اپنی زندگی کا ہے کہ 1964ء میں پاکستان بائبل سوسائٹی انارکلی بازار لاہور میں جو کہ عیسائی مشنری اشاعتی ادارہ ہے میں ایک رسوائے زمانہ کتاب ''اثمار شیریں''

marfat.com

نامی کی فروخت جاری تھی۔ اس کتاب میں رسول اللہ ﷺ کے بارے میں توہین آمیز مواد شائع ہوا تھا۔ عیسائی پادریوں کا خیال یہی تھا کہ وہی پہلے والا زمانہ ہے کہ جو جی میں آئے چھاپ دیا جائے کوئی نہیں پوچھے گا مگر اب انگریز سرکار جا چکی تھی۔

غازی زاہد حسین صاحب نے اس کتاب کی فروخت رکوانے کی مقدور بھر کوششیں کیں مگر عیسائیوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اب زاہد حسین صاحب نے اپنے ایک دوست جناب سید الطاف حسین شاہ صاحب کے ساتھ مل کر بائبل سوسائٹی کو آگ لگا دی۔ جب ان کے راستے میں ادارے کا مینجر ہیکٹر گوہر مسیح حائل ہوا۔ تو الطاف شاہ صاحب نے اس پر پستول سے گولیاں چلا دیں مگر وہ بچ گیا۔

عیسائیوں نے ان دونوں غازیوں کو گرفتار کروا دیا۔ جب یہ مقدمہ علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں سماعت کے لئے پیش ہوا تو دونوں غازیوں نے بلا حیل و حجت تمام تر باتوں کو تسلیم کر لیا۔ علاقہ مجسٹریٹ نے ان دونوں کو نقص امن میں خلل ڈالنے کے لئے جرم میں تین تین برس کی سزا قید سنائی۔ اس کے خلاف ایڈیشنل جج لاہور کی عدالت میں جب اپیل کی گئی تو اس نے اس سزا کو برقرار رکھا۔ چنانچہ ان فیصلوں کے خلاف لاہور ہائی کورٹ میں رٹ دائر کر دی۔ ابھی اس مقدمہ کی باقاعدہ سماعت شروع نہیں ہوئی۔ کہ ایک روز غازی زاہد حسین کے لواحقین کو خواب میں بشارت ہوئی کہ آپ لوگ شیر عالم ایڈووکیٹ کو اپنا وکیل مقرر کریں۔

ان لوگوں نے یہی کیا۔ اب ہوا یہ کہ مسلمانوں کی جانب سے میاں شیر عالم صاحب کا اور عیسائیوں کی جانب سے مسٹر جرمی ریٹائرڈ پبلک پراسیکیوٹر پیش ہوئے۔ اس مقدمہ کی سماعت عزت مآب جناب شیخ شوکت علی صاحب نے فرمائی۔ کافی بحث و تمحیص کے بعد عزت مآب جج نے مسٹر جرمی سے فرمایا۔

''اگر چہ میں خود ایک گنہگار مسلمان ہوں اور مذہبی رواداری کی

marfat.com

حمایت میں ہمیشہ پیش پیش رہا ہوں۔ لیکن اس کتاب میں پیغمبر اسلام ﷺ کے بارے میں جو قابل اعتراض باتیں منسوب کی گئی ہیں وہ میرے لئے بھی ناقابل برداشت ہیں۔ جنہیں پڑھ کر میرا خون کھول اٹھا ہے اس لئے میں نے ملزمان کو مزید قید میں رکھنے سے انکار کر دیا ہے اور حکومت کو ہدایت کی ہے کہ وہ اس کتاب کو فوری طور پر ضبط کرے۔"

بنا کردند خوش رسمے، بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں، عاشقان پاک طینت را

marfat.com

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ
وعلیٰ الک واصحابک یا حبیب اللہ
صبا در مصطفیٰ تے جا کے کویں درود و سلام لکھاں
نبی دے قدماں تے سر جھکا کے کویں درود و سلام لکھاں
توں لے کے بوسہ اوہ جالیاں دا، اوہ جالیاں کرماں والیاں دا
سوال کہہ کے سوالیاں دا کویں درود و سلام لکھاں
دو جگ دے داتا دو جگ دے والی، جدھے ہے موڈے تے کملی کالی
توں اودھے روضے دی چم کے جالی کویں درود و سلام لکھاں
مدینے اٹھ کے صبح سویرے حضور دے در دے ہوون پھیرے
توں سبز گنبد دے لے کے پھیرے کویں درود و سلام لکھاں
توں سامنے روضے دے کھلو کے میری طرح زار و زار رو کے
نثار روضے دے اتوں ہو کے کویں درود و سلام لکھاں
لیا مدینے دا سب نے رستہ میں ایتھے ای رہ گیا تر سدہ
توں جا کے روضے تے دست بستہ کویں درود و سلام لکھاں
ہوائے اتنا سوال اے میرا مدینے ہوئے گزر جے تیرا
توں لے کے روضے دے گرد پھیرا کویں درود و سلام میرا
امیر پوری امید ہو وے مدینے والے دی دید ہو وے
ہزاراں عیداں دی عید ہوئے کویں درود و سلام لکھاں

marfat.com

آئینہ دیو بند
میں امام کے پیچھے
سورہ فاتحہ
کیوں نہیں پڑھتا
آفتاب سرہند
مقالات اختر
روس میں نقشبندیوں
کی تحریک مزاحمت
تقسیم وراثت
تحقیق حلالہ
تجہیز و تکفین
تحقیق طلاق
احوالِ مقدسہ
عاشق یزدانی شیر ربانی
حضرت میاں شیر محمد صاحب
علامہ قاضی ظہور احمد اختر
کرمانوالہ بک شاپ
ملنے کا پتہ
کرمانوالہ بک شاپ
دوکان نمبر ۲۔
دربار مارکیٹ
لاہور
Voice: 042-7249515